پیام تعلیم

جنوری ۱۹۴۷ء



پیام تعلیم
دہلی، یوپی، سی پی، برار، میسور، قلات، بنگال، رام پور، حیدر آباد، سندھ، کشمیر، پنجاب، بہار اور سرحد کے محکمہائے تعلیم کی طرف سے سرکاری طور پر منظور کیا گیا ہے۔ مینجر

جلد ۲۸ نمبر ۴

ایڈیٹر
محمد حسین حسان

جنوری ۴۷ء

قیمت سالانہ ۳ روپے
فی پرچہ ۴ آنے
ہندوستان سے باہر للعہ

پبلشر ڈاکٹر سید عابد حسین، ایم۔ اے۔ پی ایچ۔ ڈی۔ جامعہ پریس دہلی

بچوں سے باتیں

کہئے صاحب پیامِ تعلیم کچھ پسند آیا؟ ذرا دیر میں شائع ہوا اس زمانے میں دِلّی میں اور آس پاس بڑی گڑبڑ ہوگئی تھی۔ اس کا اثر ہمارے سارے کاموں پر پڑا۔ پیامیوں نے بے شمار خط تقاضے کے لکھ ڈالے

اور جب جوان کے پاس رسالہ پہنچا ہے تو بے شمار خط تعریفوں کے آرہے ہیں بچّے تو بچّے بڑوں نے بھی ہماری بہت ہمّت بڑھائی ہے۔ ہمارے پُرانے مضمون نگار سیّد ابُوطاہر صاحب لکھتے ہیں۔

کیا بات ہے آپ کی۔ بہت اچھا رسالہ نکالا ہے بڑے وزنی وزنی مضامین۔ مبارکباد۔"

ہمارے پرانے پیامی احمد حسن صاحب لکھتے ہیں۔

"یہ جوبلی نمبر دیکھ کر بہت خوشی ہورہی ہے۔ خدا نے آپ کی محنت سوارت کی۔ مجھے بہت پسند آیا ہے...... تمام دقتوں کے باوجود اتنی اچھی چیز پیش کرنا آپ ہی کا کام تھا۔ میں بے جا مدح نہیں کر رہا ہوں۔ مجھے اس وقت واقعی یہ محسوس ہو رہا ہے۔"

اسی طرح جناب چاند شرما صاحب ایڈیٹر گلدستہ نے بھی ہماری ہمّت بہت بڑھائی ہے۔ ان سب حضرات کی قدردانی کا شکریہ۔

اتنی بات اور بتادیں کہ محنت کے ساتھ ساتھ روپیہ بھی بے دریغ صرف ہوا ہے۔ لڑائی سے پہلے اتنے ہی خرچ میں ایسے ایسے کئی نمبر نکل سکتے تھے۔ اگرچہ اتنے بہت سے صفحوں کا خاص نمبر ابھی تک ہم نے نہیں نکالا ہے۔ اسی لئے اس کی قیمت عام ہمارے حساب سے کچھ کم ہی ہے پھر نئے خریداروں کو تو ڈیڑھ ہی روپے میں دیتے ہیں۔

خدا کا شکر ہے کہ پیامِ تعلیم کے خریدار کافی تیزی سے بڑھ رہے ہیں۔ محکمۂ تعلیمات حیدرآباد نے سو پرچے اور بڑھادئے ہیں۔ مدرسہ ابتدائی جامعہ نگر سے ۴۵ پرچوں کی اور مانگ آئی ہے۔ ان کے علاوہ اور حضرات احمد حسن صاحب۔ منصور فاروقی صاحب، ظہور الحسن صاحب وغیرہ نے بھی اس سلسلے میں ہماری بہت مدد کی ہے امید ہے کہ دوسرے پیامی بھی ہمارا ہاتھ بٹائیں گے۔

چندا ماموں

نور محمد فاروقی مالیر کوٹلا

چندا ماموں آپ کی نورانی صورت کے نثار
آپ کے دم سے منوّر بستیاں اور کوہسار
آپ سے قائم ہوا ہے بزمِ دنیا کا نظام
آپ کو بخشا ہے خالق نے بزرگی کا مقام
رونما جب آپ ہو جاتے ہیں آتی ہے بہار
گلشنِ عالم کے ہر ذرّے پہ آتا ہے نکھار
گوشہ گوشہ آپ ہی کے نور سے معمور ہے
ساری دنیا جانتی ہے۔ بات یہ مشہور ہے
سامنے جب آپ ہوتے ہیں تو ہم ڈرتے نہیں
کام سے ماں باپ کے انکار پھر کرتے نہیں
روز مرّہ چاندنی راتیں جو ہو جائیں نصیب
غیر ممکن تو نہیں کچھ اس کی قدرت ہی عجیب
آپ کو جب دیکھ لیتے ہیں تو آ جاتی ہے عید
دوسرے معنی میں گویا آپ ہیں روزِ سعید
شب برات عید اور بقرا عید کے بانی ہیں آپ
ہر خوشی کا پیش خیمہ ہیں وہ لاثانی ہیں آپ
جب اندھیری رات ہوتی ہے تو یاد آتے ہیں آپ
یہ نہیں معلوم چھپ کر کس جگہ جاتے ہیں آپ



خبردار دریا پہ نہ جانا

"دیکھو بیٹے ممبو... سمبو آج دریا پہ نہ جانا۔ سُن لیا نا! دیکھو...... خیال...... رکھنا۔"

نادمی خالہ اس وقت بہت گھبرائی ہوئی تھیں۔ مُنہ سے بات بھی نہیں نکل رہی تھی۔ سیدھی دریا سے آرہی تھیں دونوں ہاتھوں میں کچھ میلے کچھ دُھلے ہوئے کپڑے۔ تھکی ہاری چہرے پر پریشانی اور وحشت۔

"ہونہہ دریا پہ نہ جانا! بھلا یہ بھی کوئی بات ہے۔"

ان دونوں کے جی میں تو یہ تھا کہ آج دوپہر کسی گھنے پیڑ کے سایے میں گذاری جائے، مگر خالہ کی گھبرائی گھبرائی باتیں سُن کر اُن کے دل میں کُرید پیدا ہوئی، اور ادیدا کے دریا پہ جانے کا خیال آیا، دونوں نے اشاروں ہی اشاروں میں ایک دوسرے سے پوچھا:۔ "خالہ آج اتنی گھبرائی ہوئی کیوں ہیں۔ کپڑے بھی پورے نہیں دھوئے۔ پھر ساری بستی میں گھر گھر جاکر چُپکے چُپکے جانے کیا کہہ آئی ہیں نہ جانے آج اُنھیں ہو کیا گیا ہے۔ چلو دریا پہ چل کے دیکھیں، وہیں کچھ گڑبڑ ہے۔"

دونوں نے کچھ کہا نہ سُنا، سیدھے دریا کی طرف سٹک گئے۔ افریقہ کی گرمی خدا کی پناہ! اور آج تو جیسے آگ برس رہی تھی۔ اس وقت تو کسی درخت کے سایے میں بیٹھ کر مزے سے پھل وِل کھائے جاتے مگر ممبو اور سمبو کے دماغ سے تو یہ سب باتیں نکل چکی تھیں۔ وہ تو بس یہ سوچ رہے تھے کہ آج کی دوپہر دریا کنارے کوئی نہ کوئی بات ضرور ہونے والی ہے، کوئی انھوٹی بات سر

ممبو (سمبو کے کان میں اپنا منہ لے جاکر بولا:۔ "آہا آج مدرسے کی چھٹی بھی تو ہے۔"

سمبو: "بھیا بہت اچھا ہوا۔"

دونوں کے دونوں دریا کے کنارے گھاس

ہیں چھپ کر بیٹھ گئے۔ سانس روکے بیٹھے
ہیں کہ دیکھئے اب کیا ہوتا ہے۔

مگر ہوا ہوایا تو کچھ نہیں، ہاں دھوپ
اور تیز ہو گئی۔ خوب تیز خوب تیز۔ ہوا بالکل
بند۔ ایسے میں افریقہ کے سب لوگ اپنے
اپنے جھونپڑوں میں جا کر آرام کرتے ہیں۔

یہ دونوں دم بخود بیٹھے تھے کہ ایک گرج دار
آواز کانوں میں آئی۔

"ارے او ممبو او سمبو۔ تم دریا کے
کنارے تو نہیں ہو۔ نہیں ہو نا؟"

یہ انتیاس ماموں تھے۔ دونوں بچے
چپ چاپ دم سادھے پڑے رہے۔

بھئی کوئی نہ کوئی بات ضرور ہے جبھی
، تو ماموں ایسی جلتی دوپہری میں گھر سے نکل
آئے ہیں۔ بھلا اس تیز دھوپ میں کیسے
باہر نکلنے کی ہمت ہوتی ہے۔ ارے! وہ تو
وہیں بیٹھ گئے۔ دریا کنارے ان بچوں سے
بس تھوڑی دور۔

ماموں کے ہاتھ میں ایک ڈنڈا سا تھا۔ اچھا خاصا
موٹا۔ ماموں نے جیب سے چاقو نکالا اور
اس کے دونوں طرف نوکیں سی لگانے لگے
آپ ہی آپ بڑبڑاتے بھی جاتے
! نہ جانے یہ دونوں کم بخت کہاں چلے گئے

ممبو نے سمبو سے پوچھا:۔ ذرا دیکھنا
بھئی، یہ ماموں صاحب آج کیا شغل لے بیٹھے
ہیں۔ کیا تیر بنا رہے ہیں؟

سمبو بولا "نہیں بھئی تیر تو معلوم نہیں
ہوتا، نہ جانے کیا چیز ہے"

ممبو:۔ ماموں نے کہیں ہمیں دیکھ تو نہیں
لیا۔

سمبو:۔ نہیں جی اور اب تو بھیا چاہے کچھ
ہو، میں تو یہاں سے ٹلتا نہیں۔ ویسے
گرمی تو کافی پڑ رہی ہے۔ جیسے آگ کی
بھٹی کے پاس بیٹھے ہوں۔ پھر بھی ماموں
کے سامنے آنے کی مجھ میں تو ہمت ہے
نہیں۔

گرمی برابر پڑ رہی تھی۔ ماموں اپنے ڈنڈے
کی دونوں نوکیں بنا چکے تھے اور اب نہ جانے
کس انتظار میں بیٹھے تھے۔ ممبو اور سمبو کی
پلکیں اب بھاری ہو چلی تھیں۔ سمبو جزبز
ہو کر بولا:۔ بھئی اب تو ماموں صاحب کسی طرح
یہاں سے ٹل ہی جاتے۔

ممبو:۔ نہ جانے کب تک یہاں ڈٹے رہیں گے۔

سمبو:۔ بھیا میں تو جب تک ایک جھپکی لے لوں۔

نیند کا آنا کچھ قدرتی بھی تھا اس لئے کہ
خالہ اور ماموں صاحب کی اس قدر پریشانی اور گھبراہٹ

کے باوجود کوئی "انھوتی" بات تو اب تک ہوئی نہ تھی۔

کسی بڑی مچھلی نے دریا میں پلٹی لگائی ہو۔ ممیو اور سمبو، دونوں گردن اٹھا،



مگر انھوں نے سچ مچ ایک جھپکی لی ہوگی کہ پانی میں ایک بڑے زور کی آواز ہوئی جیسے

دریا کی طرف دیکھنے لگے۔

ممبو:۔ کچھ بھی نہیں ہو بہ گمرد، نکلی۔

اشارہ کرکے) یہ کیا ہے؟"
ایک عجیب سی چیز دریا کے بیچوں بیچ پڑی تھی۔
ممبو:۔ بھیا یہ تو درخت کا تنا سا معلوم ہوتا ہے۔ مگر یہ یہاں آکیسے گیا۔ ممبو خود حیران تھا، بولا:۔ آؤ وہاں تک تیر نہ چلیں۔ دیکھیں کیا چیز ہے؟"
دونوں دریا میں کود پڑے۔ ابھی آدھی دور بھی نہ پہنچے ہوں گے کہ اچانک درخت کے تنے نے پلٹا کھایا، اور یکایک اس کا منہ نظر آیا
ماموں ابھی تک دریا کنارے بیٹھے تھے بڑی زور سے چیخے:۔
ارے ....! مگرمچھ! مگرمچھ!!
جی ہاں یہ مگرمچھ ہی تھا۔ سچ مچ کا مگرمچھ بڑی تیزی سے ان دونوں کی طرف آرہا تھا پھر تھوڑی دیر میں نہ بھیا ممبو اس دنیا میں ہوتے نہ بھائی سمبو۔ وہ تو کہو ماموں کی ہمت اور دلیری اور وہ دونوں طرف نوکیں نکلی لکڑی آڑے آگئی۔
ماموں جھم سے دریا میں کود پڑے۔ کودتے وقت ممبو اور سمبو کو بڑی زور سے پکارا بچو! کنارے کی طرف، کنارے کی طرف تیزی

سے بہت تیزی سے ......"
ماموں نے مگرمچھ کی سیدھ باندھی، مگرمچھ نے ممبو کی طرف منہ بڑھایا..........
جیسے ابھی اسے نگلنا چاہتا ہے۔
مگر........ یہ کیا۔ مگرمچھ کے منہ میں ممبو کی جگہ ماموں کی لکڑی!!!
اچھا اب سمجھ میں آیا۔ ماموں نے یہ لکڑی اسی لئے تیار کی تھی۔ اس کے دونوں طرف نوکیں بھی اسی غرض سے بنائی تھیں۔ لکڑی کی ایک نوک تو مگرمچھ کے تالو میں اور دوسری نیچے کے جبڑے میں پیوست ہوگئی۔ اب مگرمچھ صاحب دریا میں طوفان اٹھا رہے ہیں۔ اپنی دم کبھی ادھر چلاتے ہیں، کبھی ادھر چلاتے ہیں۔ مگر کچھ بس نہیں چلتا۔
بچے بال بال بچ گئے۔ ماموں بھی اطمینان سے کنارے پر آگئے۔ اب اور لوگ آکر مگرمچھ کو ٹھکانے لگا دیں گے۔ دریا میں ایک ہل چل سی مچی ہوئی تھی۔
اب ماموں نے ممبو اور سمبو کی طرف رخ کیا۔ فوراً گھر جاؤ، خبردار جو کہیں راستے میں ٹھہرے۔ گھر پر دیکھو کیسی سخت سزا ملتی ہے عمر بھر یاد رکھوگے۔ خالہ نے تمھیں منع کیا تھا کہ دریا کی طرف نہ جانا مگر تم باز نہ آئے۔

بے چارے کیا کرتے نیچی گردن کئے چلے گھر کی طرف ۔ ۔ ۔ اتنے شرمندہ ایسے پشیمان کہ کچھ نہ پوچھو۔

خالہ، ناؤنی کی جھونپڑی میں پہنچے تو چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ منھ سے بات نہیں نکلتی تھی۔

اور تم جانو خالائیں تو تمام دنیا کی ایک ہی سی ہوتی ہیں۔ جب آدھ گھنٹے بعد ماموں مگرمچھ کا قلع قمع کر کے گھر لوٹے تو کیا دیکھتے ہیں ممو اور ممبو مزے سے تربوز کھا رہے ہیں۔ اور خالہ ہیں کہ کبھی سر پر ہاتھ پھیر رہی ہیں، کبھی پیار کر رہی ہیں۔

ماموں کو بڑا تاؤ آیا، غصے سے بولے: بھئی آپا تم نے تو حد کر دی۔ یہ کم بخت تو اس قابل ہیں کہ بیتوں سے ان کی کھال ادھیڑ دی جائے۔

ناؤنی خالہ بچوں کے اور ماموں کے بیچ میں آگئیں اور بولیں:۔ خیر خیر جو ہوا سو ہوا اب یہ بغیر اجازت کبھی دریا کی طرف نہ جائیں گے ۔

(ترجمہ)

جشنِ سیمیں ہماری نظر میں

نعمان لطیف محمد سعادت رسول ابتدائی ششم مدرسہ ابتدائی جامعہ نگر

جامعہ کی جوبلی ختم ہونے کے بعد محمد اکرام خاں صاحب اُستاد مدرسہ ابتدائی جامعہ نگر نے ابتدائی ششم کے بچوں سے اس عنوان پر مضمون لکھوائے تھے۔ ان میں سے دو مضمون اکرام صاحب کی نوازش سے ہمیں مل گئے ہیں۔ ہم نے ان دونوں مضمونوں کو ملا دیا ہے۔ جوبلی کی تصویر ان دونوں کو ملانے سے ہی مکمل ہوتی ہے۔

ایڈیٹر

۲۹۔ اکتوبر سنہ ۲۰ء کو علی گڑھ میں حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن علیہ الرحمتہ کے متبرک ہاتھوں سے جامعہ کی بنیاد رکھی گئی تھی اس میں ہر جماعت اور ہر خیال کے لوگ شریک تھے۔

جامعہ کے سب سے پہلے امیر مسیح الملک حکیم اجمل خاں اور سب سے پہلے شیخ الجامعہ رئیس الاحرار مولانا محمد علی مرحوم تھے جولائی ۲۵ء میں حکیم صاحب مرحوم جامعہ کو دہلی لے آئے دہلی سیکڑوں برس تک مسلمان بادشاہوں کا دارالسّلطنت رہا ہے اب انگریزوں کے زمانے میں بھی یہی دارالحکومت ہے اتنی بڑی درسگاہ کے لئے یہی جگہ مناسب بھی تھی۔

اسی زمانے میں جامعہ کے پُرانے طالب علم اور اُستاد جناب ذاکر حسین خاں صاحب جرمنی سے ڈاکٹری کی ڈگری لے کر جامعہ میں آئے۔ اور شیخ الجامعہ بنائے گئے ذاکر صاحب قبلہ جرمنی سے دو ساتھی اور لائے پروفیسر محمد مجیب صاحب اور ڈاکٹر سید عابد حسین صاحب۔

مسیح الملک حکیم اجمل خاں صاحب کے انتقال کے بعد ڈاکٹر مختار احمد صاحب انصاری جامعہ کے امیر منتخب ہوئے۔ ان کے زمانے میں جامعہ نے خوب ترقی کی۔ یہ اب ہم میں نہیں ہیں مگر ان کے ارادے اور منصوبے ہمارے سامنے ہیں۔

ڈاکٹر انصاری کے انتقال کے بعد جناب خواجہ عبدالمجید صاحب امیر جامعہ بنائے گئے۔ خواجہ صاحب اس سے پہلے شیخ الجامعہ بھی رہ چکے ہیں۔

ان بزرگوں کے سایے میں اور ان کے ساتھیوں کی مدد سے جامعہ نے بہت ترقی کی۔

جامعہ پہلے قرول باغ میں کرائے کی عمارتوں میں تھی اب اس نے اوکھلے کے پاس اپنی کچھ عمارتیں بنالی ہیں اور اپنی اس بستی کا نام جامعہ نگر، رکھا ہے۔

غرض اس طرح کام کرتے کرتے پچیس سال گزر گئے۔ جامعہ والوں نے طے کیا کہ اس خوشی میں ایک جشن کیا جائے "جشن سیمیں" اس کا نام رکھا۔ سب نے مل کر جشن سیمیں کو کامیاب بنانے کے لئے ایک پروگرام تیار کیا۔ مدرسہ ابتدائی جامعہ نگر۔ تعلیمی مرکز قرول باغ مدرسہ ثانوی جامعہ نگر کی تمام جماعتوں نے کوئی نہ کوئی پروجکٹ چلانے کا فیصلہ کیا۔ پچھلے سال خاص طور سے یہ پروجکٹ چلائے گئے اور بہت سا تعلیمی سامان تیار کیا۔

جامعہ کے دوسرے شعبوں نے بھی جوبلی کے لئے بہت محنت سے کام کیا۔

آخر خدا خدا کرکے پندرہ نومبر کی صبح آئی ہم لوگوں کے لئے جیسے عید آئی۔ جوبلی کا پروگرام بہت پہلے سے شائع ہوگیا تھا ایک نظر آپ بھی ڈال لیجئے۔

تاریخ	صبح	سہ پہر	عصر	رات
جمعہ ۱۵ نومبر ۱۹۴۶ء	۹۔ بجے جامعہ کا جھنڈا لہرایا جائے گا۔ ۱۰ بجے تعلیمی نمائش کا افتتاح۔	بعد نماز جمعہ دو بجے مسجد کا سنگ بنیاد	۴ ½ بجے عورتوں کا جلسہ۔	۸ ½ بجے علمائے کرام کی تقریریں۔
۱۶ نومبر ۱۹۴۶ء	۹۔ بجے جامعہ اسکاؤٹ کا جھنڈا لہرایا جائے گا	۲ ½ طلبائے کلیات کا کل ہند مباحثہ۔	۳¾ تقسیم انعامات کا جلسہ۔	۸ ½ بجے ڈراما
۱۷ نومبر ۱۹۴۶ء	۱۰ بجے جوبلی کا خاص جلسہ	علمی مقالے اور مدرسہ ابتدائی کا سنگ بنیاد	۳¾ علمی مقالے جاری رہیں گے۔	۸ ½ بجے مشاعرہ
۱۸ نومبر ۱۹۴۶ء	۱۰ بجے جلسہ تقسیم اسناد	۲ ½ بجے جامعہ اسکاؤٹ ریلی	۳¾ امیر جامعہ کی طرف سے عصرانہ	۸ ½ بجے کیمپ فائر

اس پروگرام کے مطابق ہماری جوبلی یا جشن سیمیں چار روز تک رہا۔ ہمیں امید نہیں تھی کہ ہماری جوبلی میں بہت سے لوگ شرکت کریں گے۔ ہندوستان کے مختلف حصّوں میں فساد ہورہا تھا خود دلّی میں گڑبڑ تھی اور کرفیو لگ گیا تھا۔ لیکن خدا کا شکر ہے کہ ان رکاوٹوں پر بھی بہت سے مہمان تشریف لائے اور حیدر آباد، بمبئی، سی پی، یوپی، پنجاب، سندھ، بہار، بنگال ہر جگہ سے آئے۔ ان معزز مہمانوں میں اعلیٰ حضرت نواب صاحب رامپور اعلیٰ حضرت نواب صاحب بھوپال بھی شامل ہیں ان کے علاوہ مولانا ابو الکلام آزاد، قائدِ اعظم محمد علی جناح، جواہر لال نہرو، راج گوپال آچاریہ، مولانا سید سلیمان ندوی، سر عبد القادر، حیدر آباد، بھوپال، رام پور، بھاول پور وغیرہ ریاستوں کے معزز افسر اور دوسرے مشہور مشہور لوگ شامل ہیں۔

۱۵ نومبر کی صبح کو ٹھیک نو بجے امیر جامعہ جناب عبد المجید خواجہ صاحب نے جامعہ کا پرچم لہرایا اور پھر ہمارے شیخ الجامعہ صاحب اور امیر جامعہ نے تقریریں کیں۔ دس بجے تعلیمی نمائش کا افتتاح تھا یہ اُستادوں کے مدرسے میں تھی۔ مجمع نے اسی طرف کا رُخ کیا۔ نمائش کا افتتاح اعلیٰ حضرت نواب صاحب رام پور نے کیا جمعے کی نماز کے بعد جامعہ کے سب سے کم عمر طالب علم سعید میاں (بلوچستان) نے مسجد کا سنگ بنیاد رکھا۔

۳½ بجے عورتوں کا جلسہ ہوا بیگم عالی جناب سید بشیر زیدی صاحب وزیر اعظم رامپور نے صدارت کی رات کو علمائے کرام کی تقریریں ہوئیں۔ یہ تقریریں ہماری سمجھ میں تو آئیں نہیں مگر ہمارے استاد کہتے ہیں کہ بہت اچھّی تقریریں تھیں۔

دوسرے دن (۱۶ نومبر) جامعہ اسکاؤٹس کا جھنڈا جناب عبد الحمید خواجہ صاحب نے لہرایا۔ ایک اچھّی سی تقریر کی اور جامعہ اسکاؤٹس کے لئے ایک ہزار روپے سالانہ کا اعلان فرمایا۔

دس بجے کے قریب تیراکی کے مقابلے ہوئے۔ ان مقابلوں میں رام پور اسکاؤٹس بھی شریک تھے جامعہ اسکاؤٹ مقابلے میں اول رہے۔

۲½ بجے کالج کے طلبا کا کل ہند مباحثہ ہوا۔ امریکہ والے جناب سید حسن صاحب اس کے صدر تھے

۴¾ بجے انعام تقسیم ہوئے ہمیں یعنی مدرسہ ابتدائی جامعہ نگر کو دو کپ اور ایک شیلڈ انعام میں ملی۔

۸½ بجے ڈراما ہوا خانہ جنگی اس کا نام تھا۔ یہ ڈراما بہت کامیاب رہا اور سب کو پسند آیا۔

تیسرے دن (۱۷ نومبر) کو جامعہ کا خاص جلسہ تھا۔ اعلیٰ حضرت نواب صاحب بھوپال نے جلسے کی صدارت فرمائی آپ کے خطبۂ صدارت کے بعد شیخ الجامعہ صاحب نے تقریر کی یہ تقریر ایسی تھی کہ بار بار لوگوں کے آنسو نکل نکل آتے تھے۔ حضرت مولانا ابوالکلام آزاد قائدِ اعظم محمد علی جناح۔ جواہر لال نہرو۔ راج گوپال چاری اور دوسرے بڑے بڑے لوگ موجود تھے حکومتِ ہند، حکومتِ نظام، رام پور، بھوپال، بہاول پور کے چندوں کے اعلان اسی جلسے میں ہوئے قائدِ اعظم صاحب نے بھی اسی جلسے میں تقریر فرمائی۔ جوبلی کا یہ جلسہ سب سے زیادہ کامیاب رہا کوئی ۱۵ ہزار کا مجمع اس جلسے میں ہوگا۔

ڈھائی بجے مدرسہ ابتدائی کا سنگ بنیاد رکھا جانے والا تھا مگر کسی خاص مصروفیت کی وجہ سے اسے ملتوی کرنا پڑا۔

۴¾ بجے مولانا سید سلیمان ندوی کی صدارت میں علمی مقالوں کا جلسہ ہوا۔

رات کو ۸½ بجے مشاعرہ ہوا حضرت مولانا اسلم جیراجپوری نے صدارت کی۔ سب سے پہلے جامعہ کے طالب علموں نے بیت بازی کی یہ آدھ گھنٹے تک ہوتی رہی پھر مشاعرہ شروع ہوا۔ یہ رات کے ایک بجے تک ہوتا رہا۔

چوتھے دن (۱۸ نومبر) دس بجے تقسیم اسناد کا جلسہ ہوا۔ یعنی جن لڑکوں نے جامعہ سے بی۔اے پاس کیا تھا ان کو سند دی جانے والی تھی امیر جامعہ اس جلسے کے صدر تھے خطبہ سر عبدالقادر نے پڑھا۔

۲½ بجے جامعہ اسکاؤٹ ریلی ہوئی رام پور اسکاؤٹس اور دوسرے اسکولوں کے اسکاؤٹ بھی اس ریلی میں شریک تھے۔ ریلی میں اسکاؤٹوں کے مختلف کھیل کود عام طور پر بہت پسند کئے گئے۔

شام کو امیر جامعہ جناب عبدالمجید خواجہ صاحب کی طرف سے عصرانہ یعنی چائے کی دعوت تھی کوئی ایک ہزار مہمان اس دعوت میں شریک تھے رات کو اخلاص احمد صاحب صدیقی کی نگرانی میں کیمپ فائر ہوا بڑے دلچسپ کھیل تماشے، ڈرامے وغیرہ دکھائے گئے۔ طرح طرح کی بولیاں بولی گئیں آخر میں حضرت مولانا اسلم صاحب جیراجپوری نے انعام تقسیم کئے۔

دوسرے دن صبح کو ہم خوشی خوشی کیمپ سے رخصت ہوئے اور اپنے بورڈنگ میں چلے گئے۔

جشن سیمیں کی وجہ سے کئی باتیں بہت اچھی ہوئیں ایک تو جامعہ سب لوگوں کو یہ بتا سکی اس نے پچیس

سال کے عرصے میں اپنی قوم کی کیا خدمت کی ہے۔

دوسرے بہت سے چھوٹے بڑے لوگوں کو جامعہ کے بارے میں طرح طرح کی غلط فہمیاں تھیں نکر ہے یہ غلط فہمیاں بڑی حد تک دور ہو چکی ہیں اور لوگوں کو یہ یقین آگیا ہے کہ یہ مسلمانوں کا خالص ادارہ ہے۔ کسی سیاسی جماعت سے اسے کوئی سروکار نہیں۔



دیکھو موتی ہم نے تمھارا نام لکھا ہے ۔ پڑھو۔

تعلیمی نمائش

علی نواز خاں بنگلوری ابتدائی ششم جامعہ نگر

ہم لوگوں نے جامعہ کی سلور جوبلی یا جشن سیمیں کے لئے خاص طور سے چند پروجکٹ چلائے ۔ مثلاً ابتدائی دوم نے آپا جان پروجکٹ ۔ ابتدائی سوم نے کپڑا پروجکٹ ۔ ابتدائی چہارم نے تیراکی اور غذا پروجکٹ ۔ پنجم نے ہمارا ہندوستان پروجکٹ ۔ ششم نے مرغی خانہ پروجکٹ ۔ اسی طرح ثانوی والوں نے ۔ یوم شبلی ۔ یوم حالی اور یوم اقبال وغیرہ منایا ۔ کالج کے لڑکوں نے اپنے قلمی رسالہ جوہر کا جوبلی نمبر چھپوایا ۔ غرض جامعہ کے ہر شعبہ نے جو جو کام اس پچیس سال کے عرصے میں کئے تھے انھیں تحریر، ڈرائنگ اور دستکاری کی شکل میں پیش کیا ۔

مدرسہ ابتدائی (جامعہ نگر) کے لڑکوں نے اپنا ایک عجائب خانہ بھی بنایا تھا ۔ اس میں لڑکوں نے اپنے اپنے شہر کی دستکاریوں کے نمونے ، اچھے اچھے البم اور اچھی اچھی چیزیں جمع کی تھیں ۔ جشن سیمیں سے پہلے یہ سب چیزیں استادوں کے مدرسہ میں جمع کی گئیں ۔ اور ہر جماعت اور ہر شعبے کے کام الگ الگ حصّوں میں تقسیم کردیا گیا ۔

جشن جوبلی کے پہلے ہی دن (۱۵ نومبر) دس بجے اعلیٰ حضرت نواب صاحب رامپور نے نمائش کا افتتاح فرمایا ۔ ہندوستان کے بڑے بڑے پڑھے لکھے لوگ اس موقع پر موجود تھے ۔ سب نے بہت شوق ، توجہ اور دلچسپی سے نمائش کی چیزیں دیکھیں ۔ اچھا آئیے ہم آپ کو بھی اس نمائش کی سیر کرادیں ۔

سب سے پہلے تو مدرسہ ابتدائی میں چلئے ۔ دیکھئے ۔ دوم والوں کا کام ہے ان بچوں نے کس سلیقے سے اپنا کام انجام دیا ہے ۔ اب چلئے سوم کی نمائش دیکھیں ۔ کپڑا پروجکٹ انھی نے تو چلایا تھا یہ دیکھئے قسم قسم کے کپڑے ہیں ۔ یہ کپڑا میسور کا ہے ۔

آہا یہ روئی پر ایک مضمون لکھا ہے ذرا پڑھو تو کیسا دلچسپ مضمون ہے ۔

یہ ابتدائی چہارم کا کام ہے ۔ دیکھئے انھوں نے کیسے خوبصورت چارٹ تیار کئے ہیں ۔

ابتدائی پنجم نے "ہمارا ہندوستان" پروجکٹ

چلایا تھا۔ ان لڑکوں نے اچھے اچھے نقشے اور چارٹ تیار کئے ہیں اور ہندوستان کے بارے میں مفید مفید رسالے لکھے ہیں۔

بھئی واہ ششم والوں نے تو ایسے اچھے چارٹ بنائے ہیں کہ پہلی نظر میں دھوکا ہوجاتا ہے۔ دیکھنا یہ مرغ بڑا سا۔ اور مرغیاں۔ بالکل جیسے سچ مچ کی

ارے وہ اس کمرے میں کیا ہے۔ آہا یہ تو ابتدائی والوں کا عجائب خانہ ہے۔

بھئی ان لوگوں نے تو کمال کردیا۔ یہاں تو بہت سی جان دار اور بے جان چیزیں رکھی ہیں۔ بس ایک سانپ۔ یہ جو بڑا سا سانپ ہے، یہ تو ضرور ماسٹر عبدالرزاق صاحب نے مارا ہے باقی سب چیزیں لڑکوں نے جمع کی ہیں۔ افوہ یہ بچھو کتنا بڑا ہے اور یہ سانپ کتنا ننھا منا سا ہے۔ یہ تتلیاں دیکھو اور یہ کیڑے مکوڑے۔

ارے آپ کہاں چلے ادھر آئیے ادھر آئیے یہ دیکھئے تعلیمی مرکز کا کام۔ یہ ہمارا دہلی شہر کا مدرسہ ہے قرول باغ میں ہے۔

بھئی واہ انھوں نے تو کمال کیا ہے۔ اس میز سے اس میز پر ایک نظر ڈال جائیے۔ تعلیمی مرکز کی مختصر تاریخ۔ تعلیم کا طریقہ۔ مدرسے کے شعبے مدرسہ کی آمدنی۔ مدرسہ کا خرچ سب باتیں آپ کی سمجھ میں آجائیں گی

اور دیکھئے یہ ابتدائی اول کا کام ہے۔ اس سے آپ کو معلوم ہوگا کہ بچوں کو کیسے پڑھاتے ہیں۔ یہاں پڑھاتے وقت تصویروں سے بھی کام لیتے ہیں اور ہاں یہ دیکھو ان کے لکھے ہوئے رسالے۔ بچوں نے ٹوٹے پھوٹے حرفوں میں جو کچھ لکھا ہے جمع کردیا ہے۔

یہ ابتدائی دوم کا کام ہے انھوں نے بیت بازی پروجکٹ چلایا تھا۔ یہ ان کا ہفتہ وار اخبار ہے اور یہ ان کے رسالے ہیں۔ سوم والوں نے دہلی پروجکٹ چلایا تھا یہ ان کا اخبار اور رسالے ہیں۔ یہ چہارم والوں کے اخبار اور رسالے ہیں۔ پنجم والوں نے تعلیمی تاش پروجکٹ چلایا تھا۔ یہ ان کے رسالے ہیں۔ یہ ششم والوں کے ہوٹل پروجکٹ کا حال ہے۔ اور بھئی یہ ان کے رسالے ہیں۔ اور لیجئے یہ ثانوی اول کا سرسید پروجکٹ ہے۔ سرسید پر مختلف رسالے ہیں۔ پھر ان کے زمانے کے شاعروں اور ادیبوں کے حالات الگ رسالوں میں ہیں۔ مثلاً حالی، شبلی، غالب وغیرہ۔

آہا بھئی۔ یہ بچوں کی انجمن کا سامان ہے۔ یہ ان کا روزآنہ اخبار ہے۔ یہ ماہانہ رسالہ ہے اور بھئی میلادالنبی پروجکٹ ہے یہ قرآن پروجکٹ اچھا چلئے اب ثانوی والے کمرے میں چلیں۔ ان لوگوں نے یوم شبلی اور یوم اقبال منایا تھا۔

کتنے اچھے اور خوبصورت چارٹ ہیں۔ مولانا شبلی اور ڈاکٹر اقبال پر رسالے کیسے اچھے اچھے رسالے تیار کئے ہیں۔ اور بھی ان کے سرورق تو دیکھو کیسی اچھی ڈرائنگ ہے۔ کیسے پیارے لگتے ہیں۔

اور یہ لکڑی کی جامع مسجد اور یہ قطب مینار کیسا ہو بہو نقشہ اتارا ہے۔

اور یہ ان لوگوں کا سائنس کا کام ہے۔ ثانوی کے سائنس ماسٹر علی احمد صاحب اپنے شاگردوں سے کام کی چیزیں بھی تو تیار کراتے ہیں۔ دیکھو یہ مچھر بچاؤ تیل ہے یہ ویسلین ہے۔ یہ چٹنی ہے۔ یہ اچار ہے یہ قسم قسم کی جیلیاں ہیں۔ ارے ارے آپ کے منھ میں تو پانی بھر آیا چلئے دوسری طرف چلیں۔

یہ دیکھئے اس کمرے میں تعلیم و ترقی کا کام۔ شفیق الرحمٰن صاحب قدوائی اور ان کے ساتھیوں کا کارنامہ۔ بالغوں کے پڑھانے کا یہاں پورا سامان ہے۔ دیکھئے یہ ان کے ہاں کے دیواری اخبار ہیں یہ ان کی بستی کی چیزوں کی نمائش ہے۔ یہ ان کے مرکز کا کتب خانہ ہے۔ خاص بالغ مبتدیوں کے لئے۔ یہ مشاہدے کی تعلیم کے لئے مختلف قسم کے آلات اور چارٹ ہیں۔ یہ چارٹ کتنے اچھے ہیں۔ ان میں ہندوستان کی مفلسی دکھائی ہے۔ یہ کام کرنے والوں کے لئے لٹریچر ہے۔ یہ والدین کے لئے۔ اور دیکھو امریکہ، چین، سوئڈن وغیرہ میں بالغوں کی تعلیم کے سلسلہ میں جو تجربے ہوئے ہیں یہ ان کا حال ہے۔

اجی آپ آئیے ذرا اوپر چلیں۔ آہا بھئی یہ مکتبہ جامعہ کا کمرہ ہے وہی جو قرول باغ میں ہے۔ دیکھئے کیسا اچھا سجا ہے۔ شیشے کی الماریاں کس قرینے سے رکھی ہیں۔ بچوں کی کتابیں تو دیکھو اف وہ کتنی بہت سی ہیں۔ ان کتابوں کو دیکھ کر تو معلوم ہوتا ہے۔ مکتبے نے بچوں کی کتنی خدمت کی ہے۔ یہ بڑوں کی کتابیں ہیں اور بھئی یہ مختلف کتابوں کے ٹائٹل ہیں۔ یہ پیام تعلیم اور جامعہ کی پرانی جلدیں ہیں۔ یہ سب چیزیں دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ ان پچیس سالوں میں مکتبے نے بہت کام کیا ہے۔ اور دیکھو یہ اس دوسرے کمرے میں کیا رکھا ہے جلدی آئیے کہیں نمائش کا وقت ختم نہ ہو جائے۔ آہا یہ تو رام پور کا سامان ہے ارے یہاں آکر دیکھئے یہاں آکر کیسی قیمتی قیمتی عربی، فارسی، اردو کی کتابیں ہیں۔ اور یہ دیکھئے وہاں کا صنعتی سامان۔ اچھا چلئے اب دوسرے کمرے میں چلیں۔ یہاں حیدرآباد کی چیزیں ہیں وہاں کی تاریخی عمارتوں کے کتبوں کی نقلیں دیکھئے اور یہ دیکھئے وہاں کے نئے پرانے کپڑے یہ

دیکھئے بیدری سامان نئے پرانے سکّے پرانی قلمی کتابیں۔ اوہ ہو یہ قلمی قرآن شریف کیسا اچھا ہے۔ آہا قرآن شریف تو نیچے کے کمرے میں بھی رکھّے ہیں۔ آیئے جلدی سے چلیں۔ زینے پر ذرا اطمینان سے چلئے پیر پھسل گیا تو نیچے ہی نظر آئیں گے۔ یہ دیکھئے قرآنِ پاک رکھّا ہے اور بھی کئی عربی فارسی کی کتابیں رکھی ہیں۔ اچھّا یہاں دِلّی کا سامان ہے۔ وہ دیکھو دِلّی کے جوتے چپلیں ٹوپیاں، ہاتھی دانت کا سامان۔ یہ اوزار ہیں جن سے استاد ایسی ایسی عمدہ عمدہ چیزیں بناتے تھے اور مزے کی بات یہ دیکھو بالکل ان گھڑ ہاتھی دانت یہ اوہ بنا اور یہ بالکل مکمّل نمونہ اچھّا بھئی اب چلیں بھوک لگنے لگی ارے یہ سامنے والے کمرے میں بھی کچھ ہے آؤ ذرا اسے بھی جھانکتے چلیں۔ ارے یہ تو استادوں کے مدرسے کا سامان ہے یہاں تو عجیب عجیب سامان ہے۔ یہ مٹّی کی بنی ہوئی چیزیں ہیں یہ چارٹ ہیں یہ نقشے ہیں۔ سب چیزیں کیسی اچھّی سجی ہوئی ہیں۔ ماسٹر ابوالکلام صاحب کو سنتے ہیں ٹھیک سے سجانے کا بہت اچھا سلیقہ ہے۔ یہ سب کام انھی کی نگرانی میں تو ہوا ہے۔

ارے بھئی غضب ہوگیا کشمیر کا سامان بھی تو نمائش کے لئے آیا ہوا ہے۔ آیئے چلیں اسے بھی دیکھتے چلیں واہ واہ کتنی پیاری پیاری چیزیں ہیں۔ ذرا ان پٹّیوں کو دیکھو۔ کتنی ہلکی پھلکی اور یہ بید کا سامان! سبحان اللہ! اچھا بھئی یہاں سے کھسک چلئے دروازے بند ہو رہے ہیں۔

اے یہاں آیئے یہاں آیئے۔ دیکھئے یہ کیا ہے اوف فوہ یہاں تو تصویریں ہی تصویریں ہیں۔ جب سے جامعہ قائم ہوئی ہے اس وقت سے لے کر اب تک کی۔ کچھ سمجھے آپ، پورے پچیس سال کی جبھی تو اتنی بہت سی ہیں۔ دیکھئے علی گڑھ کے زمانے کی تصویریں ہیں۔ یہ اس وقت کی جب جامعہ قرول باغ میں تھی۔ یہ ہماری آپا جان جرمنی والی آپا جان کی تصویر۔ یہ اب اس دنیا میں نہیں ہیں مگر اپنی محبت ہمارے پاس چھوڑ گئی ہیں۔ ارے ادھر آیئے یہ ہمارے ترانے کی تصویر ہے یہ رہیں ہماری اسکاؤٹنگ کی تصویریں ارے بھئی اب تو بھاگ چلئے یہاں بھی اسکاؤٹ صاحب کنجی تالا لے کر آگئے۔

کہئے کیسی زوردار نمائش ہے۔ ایک صاحب کہہ رہے تھے جامعہ جوبلی کے لئے اور کچھ نہ کرتی بس یہ نمائش سجا دیتی تو بھی یہ اس کا بہت بڑا کارنامہ ہوتا سچ جانیئے ہمارا تو جی بھرا نہیں اب کل آکے ایک ایک چیز غور سے دیکھیں گے۔

بچوں کی نظمیں

صبح کا ترانا

از غازی بھاٹاپوری

چڑیوں نے ہے شور مچایا
پیارا سا اک گیت سنایا
کوئل نے چپکے سے گایا
کیا ہی سہانا وقت ہے آیا
کیا ہی سہانا وقت ہے آیا

بستر پر وہ بچہ رویا
نیند کو اپنی اس نے کھویا
ماں نے اس کو یوں بہلایا
کیا ہی سہانا وقت ہے آیا
کیا ہی سہانا وقت ہے آیا

چپکے چپکے سورج نکلا
رات نے اپنا منہ ہے چھپایا
بچوں نے ہنس ہنس کر گایا
کیا ہی سہانا وقت ہے آیا
کیا ہی سہانا وقت ہے آیا

جاگو نیند کے ماتو جاگو
ہند کے رہنے والو جاگو
سستی چھوڑ دو سستی چھوڑ دو

مولوی محمد شفیع الدین نیرؔ کی، اصلاح کے بعد

کیا ہی سہانا وقت ہے آیا
کیا ہی سہانا وقت ہے آیا

آپس میں اب تم مل جاؤ
نیا دیش کی پار لگاؤ
غازیؔ اٹھو اور اٹھاؤ
کیا ہی سہانا وقت ہے آیا
کیا ہی سہانا وقت ہے آیا

چاند کا پیغام

محمد اقبال حیدرآباد

فلک پر چاند دیکھو ہنس رہا ہے
یہی ہنس ہنس کے ہم سے کہہ رہا ہے
اندھیرے کو اجالے سے بدل دو
تم اپنے ملک کی قسمت بدل دو
غریبوں کی مدد ہر وقت کرنا
نہ اپنی عمر یوں ہی صرف کرنا
ادب اپنے بڑوں کا گر کروگے
یا ان کے دل میں اپنا گھر کروگے
تمھارے ساتھ ہیں ان کی دعائیں
تمھارے حق میں رحمت ہیں دعائیں
کرو خدمت تو عزت پاؤگے تم
کرو خدمت تو عظمت پاؤگے تم
تمھیں میری قسم غفلت نہ کرنا
نہ کھونا علم کی دولت نہ کھونا
ہمیشہ سچ کا دامن تھام لینا
حسد سے تم کبھی مت کام لینا
برائی سے ہمیشہ بچکے رہنا
کسی کو بھی تم بد نہ کہنا

یہی ہے چاند کا پیغام اقبال،
اسی میں ہے تمھارا نام اقبال،

فرش سے عرش پر

سعید انصاری پرنسپل استادوں کا مدرسہ
جامعہ نگر

جب کسی امریکی کا خیال ہمارے دل میں آتا ہے تو ہمیشہ ایک بڑے دولت مند، لکھ پتی شخص کی تصویر سامنے آتی ہے۔ لیکن جس وقت امریکہ آباد ہو رہا تھا، اس وقت یہ ایک غریبوں کا ملک تھا، اور یہی غریب ترقی کرتے کرتے دولت مندی کے آخری زینے پر پہنچ گئے۔ اس میں شبہ نہیں کہ جو لوگ یورپ سے آئے وہ انتہائی درجے کی غربت و افلاس کے مارے ہوئے تھے۔ وہ ایک ایسی زندگی سے آئے تھے جس میں ان کے لئے بڑھنے اور ترقی کرنے کے کوئی مواقع نہیں تھے۔ وہ آئے تو سرتاسر غربت وافلاس کی حالت میں تھے۔ اور جس ملک میں وہ آئے تھے۔ کچھ دودھ دہی کی ندیاں نہیں بہتی تھیں۔ لیکن ایک بات ان میں مشترک تھی، اور وہ یہ کہ ہر ایک یہ سمجھتا تھا کہ اس نئے ملک میں ہر ایک کے لئے بڑھنے اور ترقی کرنے کے یکساں مواقع ہیں۔

اس خیال کا نتیجہ تھا کہ یورپ سے جوق در جوق لوگ آنے لگے اور اس دیس میں آکر اپنی قسمت آزمائی کرنے لگے۔ اس کوشش میں ان میں سے بہتیرے سیاسی رہنما، مصلحین تعلیم، موجد، سائنس داں دوۃلت د تمول میں لکھ پتی اور کروڑ پتی ہو گئے

ایلیشور (Astor) سنہ ۱۷۸۴ء میں چار روپے جیب میں لے کر اترا اور ایک معمولی مزدور سے تھوڑے سے دنوں میں ترقی کرکے اپنے عہد کا سب سے بڑا دولت مند شخص ہو گیا۔ اس نے شمال مغربی حصے میں سمور کا کاروبار شروع کیا تھا، پھر اس نے اور تجارتیں بھی شروع کیں۔ سنہ ۱۸۴۸ء میں جب اس کا انتقال ہوا تو چھ کروڑ روپیے نقد چھوڑ کر اور نہ جانے کتنا ترکہ اس کے خاندان والوں کو ملا۔ جس سال ایلیشور کا انتقال ہوتا ہے۔ اسی سال ایک اسکاٹ لینڈ کا جولاہا اینڈریو کارنیگی نیویارک میں اترتا ہے اور تھوڑے دنوں میں وہ دنیا کا لوہے کا سب سے بڑا تاجر بن جاتا ہے جس کی

سالانہ آمدنی ۲ کروڑ روپئے کے قریب ہوتی ہے اپنی زندگی میں وہ ایک ارب روپئے خیراتی اور رفاہِ عام کے کاموں میں صرف کرتا ہے

زندگی کے اور دوسرے شعبوں کو لیجئے۔ ہنٹر نامی ایک شخص ۱۸۵۰ء میں بے یار و مددگار ایک سیاسی مجرم کی حیثیت سے آئرلینڈ سے بھاگ کر آتا ہے۔ وہ ہفتوں کی فاقہ کشی کے بعد ایک مدرس کی حیثیت سے ایک اسکول میں کام شروع کرتا ہے، اور بہت جلد ایک مصلح تعلیم کی حیثیت سے مشہور ہو جاتا ہے۔ اس نے سب سے پہلے غریبوں کے لئے ایک ہائی اسکول قائم کیا جس میں شام کو اور مفت تعلیم ہوتی تھی۔ تاکہ دن بھر کام کرنے کے بعد غرباء کے بچے اس میں پڑھ سکیں۔ چند سال بعد اس نے لڑکیوں کے لئے ایک نارمل اسکول اور ایک ہائی اسکول کھولا جو اپنی نوعیت کے سارے ملک میں واحد اسکول تھے آج وہی مدرسہ نیویارک میں ہنٹر کالج کے نام سے موسوم ہے۔

پولٹزر (Pulitzer) نامی ایک شخص ہنگری کے ایک ایسے قصبے سے آیا جہاں لہسن کی کاشت ہوتی تھی۔ وہ جس وقت امریکہ پہنچا تو ایسی غربت اور بے کسی کی حالت میں پہنچا کہ رات کو کہیں ٹھکانا بھی نہ تھا۔ پارک کی کھری بنچ پر اس نے کئی راتیں گذاریں۔ ایک دن سردی سے تنگ آکر وہ ایک ہوٹل کے برآمدے میں چپکے سے جاکر لیٹ گیا۔ لیکن رات میں چپراسی نے بھی نکال دیا۔ بیس سال کے بعد اس نے وہی ہوٹل ۲۰ لاکھ روپے میں خریدا۔ اس کا سب سے بڑا کاروبار کتابوں کا تھا، اور اس نے ان کی بدولت نیویارک میں سب سے پہلی سر بہ فلک عمارت بنائی۔ اس نے 'دنیا' نامی ایک اخبار خریدا اور اپنے ہاتھ سے اس عمارت کا نقشہ بنایا جو اس نام سے سب سے پہلی سر بفلک عمارت مشہور ہے۔

بوک (Bok) نامی ایک غریب لڑکا ۱۸۷۰ء میں آتا ہے اور وہ اتنا غریب تھا کہ روٹی کے لئے اسے مدرسہ چھوڑ کر ملازمت اختیار کرنی پڑی۔ فرصت کے اوقات میں وہ اپنے زمانے کے مشہور مشہور لوگوں کے حالات زندگی پڑھتا، اور ان سے خط و کتابت کرتا۔ اس کے غائبانہ دوستوں میں جمہوریہ امریکہ کے صدر ہیز (Hayes)، مشہور ادیب اور مقالہ نگار ایمرسن (Emerson) اور انگریزی کے نامور شاعر لونگ فیلو (Longfellow) تھے وہ ایک معمولی اخبار کے نامہ نگار سے ترقی کرتے کرتے ایک بڑے مشہور پرچے کا مدیر خاص ہو گیا۔ اس نے اس پرچے کی اشاعت اتنی بڑھادی کہ

فرش سے عرش پر

سعید انصاری پرنسپل استادوں کا مدرسہ
جامعہ نگر

جب کسی امریکی کا خیال ہمارے دل میں آتا ہے تو ہمیشہ ایک بڑے دولت مند، لکھ پتی شخص کی تصویر سامنے آتی ہے۔ لیکن جس وقت امریکہ آباد ہو رہا تھا، اس وقت یہ ایک غریبوں کا ملک تھا، اور یہی غریب ترقی کرتے کرتے دولت مندی کے آخری زینے پر پہنچ گئے۔ اس میں شبہ نہیں کہ جو لوگ یورپ سے آئے وہ انتہائی درجے کی غربت و افلاس کے مارے ہوئے تھے۔ وہ ایک ایسی زندگی سے آئے تھے جس میں اُن کے لئے بڑھنے اور ترقی کرنے کے کوئی مواقع نہیں تھے۔ وہ آئے تو سرِ دست غربت و افلاس کی حالت میں تھے۔ اور جس ملک میں وہ آئے تھے۔ کچھ دودھ دہی کی ندیاں نہیں بہتی تھیں۔ لیکن ایک بات ان میں مشترک تھی، اور وہ یہ کہ ہر ایک یہ سمجھتا تھا کہ اس نئے ملک میں ہر ایک کے لئے بڑھنے اور ترقی کرنے کے یکساں مواقع ہیں۔

اس خیال کا نتیجہ تھا کہ یورپ سے جوق درجوق لوگ آنے لگے اور اس دیس میں آکر اپنی قسمت آزمائی کرنے لگے۔ اس کوشش میں ان میں سے بہتیرے سیاسی رہنما، مصلحینِ تعلیم، موجد، سائنس داں، دولت و تمول میں لکھ پتی اور کروڑ پتی ہو گئے۔ ایسٹور (Astor) ۱۷۸۴ء میں چار روپے جیب میں لے کر اترا اور ایک معمولی مزدور سے تھوڑے سے دنوں میں ترقی کر کے اپنے عہد کا سب سے بڑا دولت مند شخص ہو گیا۔ اس نے شمال مغربی حصّے میں سمور کا کاروبار شروع کیا تھا، پھر اس نے اور تجارتیں بھی شروع کیں۔ ۱۸۴۸ء میں جب اس کا انتقال ہوا تو چھ کروڑ روپے نقد چھوڑ کر اور نہ جانے کتنا ترکہ اس کے خاندان والوں کو ملا۔ جس سال ایسٹور کا انتقال ہوتا ہے۔ اسی سال ایک اسکاٹ لینڈ کا جولاہا اینڈریو کارنگی نیویارک میں اترتا ہے اور تھوڑے دنوں میں وہ دنیا کا لوہے کا سب سے بڑا تاجر بن جاتا ہے جس کی

بقیہ سالانہ آمدنی ۷ کروڑ روپئے کے قریب ہوتی ہے اپنی زندگی میں وہ ایک ارب روپے خیراتی اور رفاہِ عام کے کاموں میں صرف کرتا ہے

زندگی کے اور دوسرے شعبوں کو لیجئے۔ ہنٹر نامی ایک شخص ۱۸۵۰ء میں بے یار و مددگار ایک سیاسی مجرم کی حیثیت سے آئرلینڈ سے بھاگ کر آتا ہے۔ وہ ہفتوں کی فاقہ کشی کے بعد ایک مدرس کی حیثیت سے ایک اسکول میں کام شروع کرتا ہے، اور بہت جلد ایک مصلح تعلیم کی حیثیت سے مشہور ہو جاتا ہے۔ اس نے سب سے پہلے مزدوروں کے لئے ایک ہائی اسکول قائم کیا جس میں شام کو اور مفت تعلیم ہوتی تھی۔ تاکہ دن بھر کام کرنے کے بعد غربا کے بچے اس میں پڑھ سکیں۔ چند سال بعد اس نے لڑکیوں کے لئے ایک نارمل اسکول اور ایک ہائی اسکول کھولا جو اپنی نوعیت کے سارے ملک میں واحد اسکول تھے آج وہی مدرسہ نیویارک میں ہنٹر کالج کے نام سے موسوم ہے۔

پولٹزر (Pulitzer) نامی ایک شخص ہنگری کے ایک ایسے قصبے سے آیا جہاں لہسن کی کاشت ہوتی تھی۔ وہ جس وقت امریکہ پہنچا تو ایسی غربت اور بے کسی کی حالت میں پہنچا کہ رات کو کہیں ٹھکانا بھی نہ تھا۔ پارک کی کھری بنچ پر اس نے کئی راتیں گذاریں۔ ایک دن سردی سے تنگ آکر وہ ایک ہوٹل کے برآمدے میں چپکے سے جاکر لیٹ گیا۔ لیکن رات میں چپراسی نے بھی نکال دیا۔ بیس سال کے بعد اس نے وہی ہوٹل ۲۰ لاکھ روپے میں خریدا۔ اس کا سب سے بڑا کارنامہ کتابوں کا تھا، اور اس نے اُن کی یاد دولت نیویارک میں سب سے پہلی سربہ فلک عمارت بنائی۔ اس نے 'دُنیا' نامی ایک اخبار خریدا اور اپنے ہاتھ سے اس عمارت کا نقشہ بنایا جو اس نام سے سب سے پہلی سر بفلک عمارت مشہور ہے۔

بوک (Bok) نامی ایک غریب لڑکا ۱۸۷۰ء میں آتا ہے اور وہ اتنا غریب تھا کہ روٹی کے لئے اُسے مدرسہ چھوڑ کر ملازمت اختیار کرنی پڑی۔ فرصت کے اوقات میں وہ اپنے زمانے کے مشہور مشہور لوگوں کے حالات زندگی پڑھتا، اور ان سے خط و کتابت کرتا۔ اس کے غائبانہ دوستوں میں جمہوریہ امریکہ کے صدر ہیز (Hayes) مشہور ادیب اور مقالہ نگار ایمرسن (Emerson) اور انگریزی کے نامور شاعر لونگ فیلو (Longfellow) تھے وہ ایک معمولی اخبار کے نامہ نگار سے ترقی کرتے کرتے ایک بڑے مشہور پرچے کا مدیر خاص ہو گیا۔ اس نے اس پرچے کی اشاعت اتنی بڑھا دی کہ

۶۰ لاکھ ہوگئی۔

اس طرح کی مثالیں اور بھی نہ جانے کتنی پیش کی جاسکتی ہیں۔ اور امریکہ کی شروع کی تاریخ اس قسم کی مثالوں سے بھری پڑی ہے۔

سب سے پہلے جو لوگ یورپ سے آئے وہ مشرقی ساحل پر آباد ہوگئے، لیکن بعد میں نئے آنے والوں کے سیلاب سے یہ پہلے کے بسے ہوئے اور مغرب کی طرف ہٹتے گئے۔ مشرق سے مغرب کی طرف بڑھنے کا یہ سلسلہ کوئی تین سو برس تک قائم رہا۔ اس طرح ہر نئی بستی جو قائم ہوتی، اس پر تین دور گزرتے۔ سب سے پہلے تو جنگلات وغیرہ کاٹ کر زمین صاف کی جاتی۔ اسی کے ساتھ تھوڑا سا حصہ صاف کر کے انھی جنگلوں کے درختوں سے ایک معمولی لکڑی کا مکان بنا لیا جاتا۔ اب اس کے بعد یہ لوگ کھیتی باڑی کرتے یا سرخ ہندیوں کے ساتھ سمور کا کاروبار کرتے۔ نئے آنے والوں کی وجہ سے یہ لوگ تو اور آگے بڑھ جاتے لیکن جو لوگ رہ جاتے وہ اس جگہ کو اور بہتر رہنے کے قابل بناتے۔ مزید زمینیں صاف کرتے۔ کھیتی باڑی کا پیمانہ پھیل جاتا۔ عبادت کے لئے گرجا بچوں کے لئے مدرسے اور خرید و فروخت کے لئے دکان اور بازار قائم کرتے، تیسرے دور میں آکر اور آبادی بڑھتی، اور جو پرانے لوگ ہوتے وہ اور پچھم کی طرف بڑھ جاتے۔

اس حالت میں انھیں سارا کام خود ہی کرنا پڑتا سرخ ہندی اور حبشیوں کے باشندوں کی طرح اتنے رام نہیں ہوئے تھے کہ ان کے لئے سخت مشقت کا کام کرتے۔ اس سخت مشقت کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہر ایک کام کرنے والے کی عزت ان کے دل میں پیدا ہوتی۔ آرام طلب اور مفت خوروں کا ان کی جماعت میں وجود نہ ہوتا۔ سفید پوش اور نحیف الجثہ حقارت کی نظر سے دیکھے جانے لگے۔ لنکن جس نے اس ملک سے رسم غلامی مٹائی، اور جمہوریہ امریکہ کا سب سے پہلا صدر منتخب ہوا۔ وہ ایک اسی قسم کے لکڑی کے مکان کا رہنے والا تھا اور ریل کی پٹری کے لئے لکڑیاں چیرتا تھا۔

ان نوواردوں کی آمد کا سلسلہ برابر جاری رہتا، چھکڑے کے چھکڑے بھرے ہوئے مشرق کی جانب سے آتے اور کسی بنجر میدان یا جنگل کے کنارے پڑاؤ ڈال دیتے۔ راستے میں کبھی کبھی ان پر یہ سرخ ہندی چھاپے بھی مارتے، اور اس طرح جو مر کھپ کر بچ نکلتے وہ محنت و مشقت کی زندگی شروع کرنے کے لئے تیار رہتے۔

(باقی)

سائنس کے جادو

پروفیسر لے جی چودھری دہلی یونیورسٹی

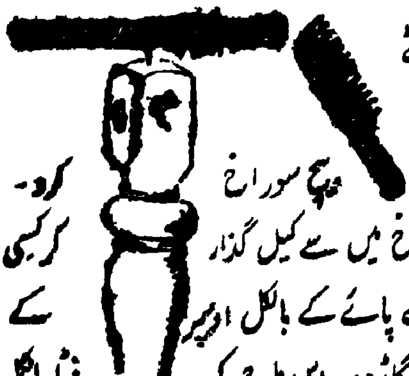
ہماری درخواست پر پروفیسر لے جی چودھری صاحب (دہلی یونیورسٹی) نے سائنس کے چھوٹے چھوٹے آسان اور دلچسپ تجربوں پر چھوٹے چھوٹے ایک ایک دو صفحوں کے مضمون مرحمت فرمانے کا وعدہ فرمایا ہے یہ اس سلسلے کی پہلی کڑی ہے۔ ہم ان کی اس نوازش اور سرپرستی کا دلی شکریہ ادا کرتے ہیں پیامیوں کو ان تجربوں میں کوئی دشواری ہو یا کوئی بات سمجھ میں نہ آئے تو فوراً ہمیں لکھیں۔

ایڈیٹر

پانی پر تیرنے والی سوئی :- ایک سوئی کو ذرا سے تیل سے چکنا کر لو پھر اسے کپڑے سے ذرا آہستہ سے پونچھ ڈالو۔ تاکہ سوئی پر ذرا سی چکناہٹ لگی رہے مگر یہ چکناہٹ زیادہ نہ ہو۔ اب اس سوئی کو چٹکی سے پکڑ کر آہستہ سے پانی میں تیراؤ۔ سوئی تیرتی رہے گی۔ اب ذرا غور سے دیکھو سوئی کے نیچے پانی کی سطح ذرا نیچی نظر آئے گی اور ایسا معلوم ہوگا جیسے یہ پانی کی سطح جھلی سی بن گئی ہے۔



لکڑی کا ایک خالی ریل لے آؤ یعنی تاگے والا ریل مگر اس وقت تاگا نہ لپٹا ہو۔ ریل کے نچلے حصے کے برابر گتے کا ایک گول ٹکڑا کاٹ لو اور اسے ریل کے نیچے رکھ کر ریل کے سوراخ میں سے بہت زور سے پھونک مارو۔ گتے کا ٹکڑا ریل کے ساتھ لگا رہے گا۔ نیچے نہ گرے گا۔



ایک فٹے کے بالکل بیچوں بیچ سوراخ کرو۔ اس سوراخ میں سے کیل گزار کر کسی پلنگ کے پائے کے بالکل اوپر کے حصے میں گاڑ دو۔ اس طرح کہ فٹا بالکل آسانی کے ساتھ ادھر اُدھر گھوم سکے۔ اب ایک ربڑ کے کنگھے سے خوب زور زور سے بالوں میں کنگھی کرو اور فوراً اس کنگھے کا ایک سرا فٹے کے قریب لے جاؤ۔ فٹا کنگھے کی طرف کھنچے گا۔ کنگھے کو دائرے میں گھماؤ گے تو فٹا ساتھ ساتھ چلے گا معمولی سیلولائڈ کا بڑا کنگھا اچھا کام دے گا۔ بات یہ ہے کہ بالوں کے ساتھ رگڑنے سے کنگھے میں بجلی پیدا ہوتی ہے یہی بجلی فٹے کو اپنی طرف کھینچتی ہے

جوہی

سعیدہ احسن ۔ لکھنؤ

کسی زمانے میں ایک راجا تھا اس کی ایک رانی تھی ۔ بڑی بدمزاج ۔ ایک مرتبہ اُسے ایک چشمے کی پری جوہی پر غصہ آگیا اور وہ اُس سے ناراض ہوگئی جب راجا کو معلوم ہوا تو اُس نے جوہی کو رانی کے غصے سے بچانے کے لئے ایک خوب صورت سفید بچھیا بنا دیا لیکن رانی سمجھ گئی کہ یہ بچھیا جوہی ہے تو اُس نے اپنے خاص پہرہ دار کو بلایا اس آدمی کے سو آنکھیں تھیں ۔ اگر وہ سوتا بھی تھا تو اس کی کچھ آنکھیں جاگتی رہتی تھیں رانی نے اُسے بچھیا کا رکھوالا مقرر کر دیا۔

رات دن پہرہ دار جوہی کی رکھوالی کرتا رہتا ۔ جوہی کے بہن بھائی جو پاس ہی چشمے میں رہتے تھے ۔ آتے اور بچھیا سے کھیلتے ۔ ان بے چاروں کو یہ نہیں معلوم تھا کہ یہ ان کی بہن ہے ۔ وہ اپنے بہن بھائیوں کو یہ بتانے کے لئے بڑی بے چین تھی کہ وہ جوہی ہے آخر اس کی سمجھ میں ایک ترکیب آئی ۔ اس نے اپنے پیر سے جوہی لکھ دیا ۔ اس کے بھائی بہن سمجھ تو گئے کہ ہماری بہن ہے ۔ لیکن پہرے دار نے دیکھ لیا اور وہ اسے دور پہاڑوں میں لے گیا، اور زیادہ ہوشیاری سے پہرہ دینے لگا ۔

جوہی کے بہن بھائی راجہ کے پاس گئے اور اُس سے سب حال بیان کیا اُسے سن کر بڑا رنج ہوا ۔ لیکن وہ اپنی رانی سے بہت ڈرتا تھا ۔ اس لئے اُس نے اپنے نوکر مریخ کو بلا کر کہا کہ اگر ہو سکے تو کسی نہ کسی طرح سے تو اس پہرہ دار کو ایسا سلا دے کہ اس کی سب آنکھیں سو جائیں ۔ مریخ پہرہ دار کے سامنے ایک گڈریے کا بھیس بدل کر آیا ۔ پہرہ دار اکیلے بیٹھے بیٹھے بہت اُکتا گیا تھا اُسے دیکھ کر بہت خوش ہوا ، مریخ اُس سے اِدھر اُدھر کی باتیں کرنے لگا ، اور پھر اُس نے

اپنی بانسری نکال کر ایک میٹھی لوری سُنانا شروع کی۔ پہرے دار کو جمائیاں آنے لگیں اور تھوڑی دیر میں اس کی کچھ آنکھیں بند ہو گئیں۔ مرّیخ نے اپنی بانسری رکھ دی اور اس نے پہرہ دار کو بڑی لمبی لمبی کہانیاں سُنانا شروع کیں۔ پہرے دار سُنتا جا رہا تھا۔ اور اونگھتا جا رہا تھا اور اب سوائے دو آنکھوں کے سب آنکھیں بند ہو چکی تھیں۔ اب پھر مرّیخ نے اپنی بانسری اُٹھائی اور ایسی میٹھی لوری سنائی کہ وہ دونوں آنکھیں بھی بند ہو گئیں۔ مرّیخ چپکے سے اُٹھا جوہی کو لے، راجا کے پاس پہنچ گیا۔ راجا نے جوہی کو پھر پری بنا کر اس کے گھر بھیج دیا۔ جب رانی نے اُسے دیکھا تو وہ دوڑتی ہوئی پہرے دار کے پاس پہنچی۔ لیکن وہاں تو میدان خالی پڑا تھا۔ وہ غصّے سے لال پیلی ہوئی ہو گئی۔ اس نے سوچا کہ آخر یہ گیا کہاں۔ ادھر اُدھر تلاش کیا تو وہ درخت سے ٹیک لگائے گہری نیند سو رہا تھا۔ اس نے جھنجھوڑ کر اُسے جگایا، اور غصّے سے کہنے لگی تم نے بچیا کھو دی۔ آخر یہ تمھاری اتنی آنکھیں کس کام کے لئے ہیں۔ میں انھیں نکال کر اپنے موروں کو دے دوں گی۔ بے چارے پہرے دار نے بہت کچھ کہا، لیکن اس نے ایک نہ سُنی۔ اس بے چارے کی خوب صورت آنکھیں اپنے موروں کی دُموں میں لگا دیں۔ اس دن سے آج تک وہ موروں کی دموں میں لگی ہوئی ہیں۔

دوست

خدا نے چاہا تو پہلی فروری کو پہلا اور دوسرا نمبر بہت شان اور اہتمام سے شائع ہوگا۔ بچوں کے مشہور مشہور ادیبوں کے اچھے اچھے مضمون، اچھی اچھی نظمیں، لطیفے چٹکلے بی بیوں اور بانوؤں کے کون کی چیزیں ان کے علاوہ پھر تصویریں ایسی کہ دیکھ کر پھڑک اٹھیں۔ دوست آپ کا سچّا دوست ثابت ہوگا سچّی دوستی دکھائے گا اور سب کو بھائے گا۔

بس تو آپ نمونے کے لئے ۶ر کے ٹکٹ لفافے میں بند کر کے فوراً بھیج دیں یا سالانہ قیمت مبلغ ۳ روپے کا منی آرڈر۔ ورنہ ڈرتے ہیں کہیں آپ محروم نہ رہ جائیں کاغذ کا کوٹا سرکار سے مقرر ہے اور خریدار بہت سے بن چکے ہیں۔ پرچے مقررہ تعداد میں چھپیں گے۔ پتہ یاد رکھیے گا۔

بچوں کا بک ڈپو کلاں محل دہلی

پیام برادری

لیجئے صاحب - ہماری جوبلی بھی ہوگئی - بہت شاندار بہت پر لطف بس تم نہیں آئے اس کا قلق ہے - نہ وہ آئے جو بہت دنوں پہلے سے وعدہ کر چکے تھے - پر ان کا بھی کوئی قصور نہیں - دلی میں اور دلی کے آس پاس کچھ حالات ہی ایسے پیدا ہوگئے تھے بڑی گڑبڑ تھی اور خاص کر جوبلی کے زمانے میں تو شہر میں بہت پریشانی کی حالت تھی - اس پریشانی کی وجہ سے سوائے دلی شہر کے اور بہت کم پیامی آ سکے - جوبلی نمبر بھی انہی حالات کی وجہ سے وقت پر نہ نکل سکا ڈر تھا اس گڑبڑ کی وجہ سے جوبلی پھیکی پھیکی رہے گی - مگر شکر ہے کہ ہمارا خیال غلط نکلا - شہر کے لوگ تو کم ہی آ سکے - دلی میں کرفیو جو لگا ہوا تھا - لیکن باہر کے مہمان بہت کافی آئے تھے - جامعہ کی ساری عمارتیں بھر گئی تھیں - خیمے سب کے سب بھرے ہوئے تھے اور خیمے کوئی ایک دو تو تھے نہیں - ایک پورا محلے کا محلہ آباد تھا - رات کو بجلی کی روشنی کی وجہ سے ان کا سماں ہو جاتا تھا - جامعہ نگر میں نل اور بجلی کا انتظام نہیں ہے - جامعہ نے اپنے مہمانوں کے لئے خاص طور سے ان کا انتظام کیا تھا -

جامعہ بوائے اسکاوٹ کیمپ اس کے علاوہ تھا - اس میں کشمیری گیٹ - تعلیمی مرکز - جامعہ نگر - پہاڑ گنج وغیرہ کے اسکاوٹ ٹھہرے ہوئے تھے ان میں بہت سے پیامی بھی تھے - کشمیری گیٹ (آئیڈیل اسکول) کے پیامی تو اپنے ہاں کا بہت سا نمائش کا سامان بھی لائے تھے - مثلاً بچوں کے اخبار بچوں کے تیار کئے ہوئے رسالے مختلف چارٹ بچوں کے ہاتھ کی بنائی ہوئی چیزیں وغیرہ یہ سب سامان ایک بڑے سے خیمے میں بہت سلیقے سے سجا ہوا تھا - غرض سب لوگوں کی ایک ایک دنیا آباد تھی - بہت دلچسپ بہت پر لطف اگر کوئی کمی تھی تو بس یہ کہ تم نہیں تھے - کیسا مزا تھا اگر تم سب بھی موجود رہتے خیر پھر کبھی سہی جامعہ والوں کا تو خیال ہے کہ اس طرح کا جلسہ ہر سال کیا جائے - اسی زمانے میں -

ہمارے عزیز پیامیوں نعمان لطیف اور سعادت رسول نے جوبلی کا کچھ حال لکھا ہے - مختصر ہے مگر تمہیں جوبلی کی دلچسپیوں کا کچھ اندازہ ضرور ہو جائے گا عزیزی نعمان لطیف نے تعلیمی نمائش پر بھی ایک دلچسپ مضمون لکھا ہے وہ بھی ضرور پڑھنا -

ہمارے پاس شاخوں کی بہت سی رپورٹیں آئی رکھی ہیں جگہ کی کمی کی وجہ سے جوبلی نمبر میں نہ چھپ سکیں - وہی شکایت اب بھی ہے - اب ہم ان کا خلاصہ شائع کر رہے ہیں -

شاخ پیام برادری آئیڈیل سکول نکلسن روڈ دلی -

- جوبلی میں شرکت کی دعوت کا شکریہ - ہم چار ساتھی اور ایک ہمارے مربی صاحب انشاءاللہ ۱۴ نومبر

کو جامعہ نگر میں مع سامان پہنچ جاتیں گے۔

الیکشن کے ذریعے نیا انتخاب ہوا۔ کابینہ کے ممبر مندرجہ ذیل ہیں۔

صدر۔ محمد الیاس شبنم۔ نائب صدر۔ صلاح الدین غازی۔ سکریٹری۔ جمیل الرحمٰن اختر۔

جوئنٹ سکریٹری۔ ریحانہ خاتون حیا۔ خزانچی۔ عبدالخالق تنویر۔

ہماری پیام برادری کے مندرجہ ذیل ممبر ہیں۔ ان کے فارم بھروائے گئے ہیں جنھیں انشاء اللہ عنقریب آپ کی خدمت میں روانہ کردیا جائے گا۔

فخرالزماں	جماعت ہشتم	اعجاز الدین	جماعت پنجم	نذر عباس	جماعت سوم
یاور عباس	"	محمد احسان	"	عبدالرشید	"
خلیل الرحمٰن	"	ریحانہ خاتون حیا	"	محمد کامل	"
محمد عباس	"	خورشید احمد خاور	"	بشیر احمد	"
جمیل الرحمٰن اختر	"	محمد حفیظ خاں	"	کنیز فاطمہ	"
حمید اللہ خاں سرور	"	عبدالخالق خاں تنویر	"	مشتاق احمد	"
شمیم السبطین	"	عبدالغفار خاں	"	حامد علی [۲]	"
ویر بھدر راؤ	"	عبدالحمید	"	نواب الرحمٰن	"
مظفر حسن شوق	"	صلاح الدین غازی	"	محمد انیس	"
محمد الیاس شبنم	جماعت ہفتم	انیس الرحمٰن	"	محمد شکیل	جماعت دوم
ضمیر حسین	"	عبید الرحمٰن	"	شمیم الدین	"
آفتاب علی	"	عبدالقاسم	"	محمد عمر [۲]	"
نعیم الدین	"	محمد احمد I	جماعت چہارم	اطہر علی [۲]	"
بشیر امام	"	محمد نسیم	"	میمونہ بیگم	"
جگدیش سنگھ	"	محمد عارف	"	آمنہ بیگم	"
ذکاء اللہ	"	محمد صادق	"	امیر امام	"
رشید الدین	جماعت ششم	عبدالحفیظ	"	سٹینلی ایڈورڈ	"
امراؤ مرزا	"	محمد احمد II	"	محمد صدیق [۲]	"
محمد افضل	"	محمد الیاس	"	محمد ناصر	"
امان اللہ خاں	جماعت پنجم	محمد اخلاص	"	نور احمد	"
غیاث الدین	"	اقبال احمد	"	پروین سلطانہ	"

وجاہت حسین	جماعت دوم	فہمیدہ بیگم	جماعت اول	سید محمد احمد	نرسری کلاس
عبدالرؤف	،،	مسیح الزماں	،،	رضیہ بیگم	،،
مرغوب علی	،،	فرید احمد	،،	انوار بیگم	،،
مظاہر حسن	،،	سمیع احمد	،،	نسیم اختر	،،
اخلاق احمد	،،	نواب احمد	،،	سید محمد امام	،،
انیس خاتون	جماعت اوّل	محمد یونس	،،	رفعت حامد	،،
مختار بیگم	،،	سرکار رضا	،،	سلطان احمد I	،،
محمد جاوید	،،	محمد راشد میاں	نرسری کلاس	بدرالاسلام	،،
محمد اخلاق	،،	شمشاد علی	،،	سلطان احمد II	،،
رقیہ بیگم	،،	خورشید احمد	،،	مظاہر …	،،
نور احمد II	،،	اختر جمال	،،	اختیار احمد	،،
حمید اللہ خاں	،،	معین الدین	،،	محمد …	،،
محمد ظہیر خاں	،،	حامد علی	،،	عبدالستار خاں	،،
محمد علی شاہ	،،	اقبال احمد	،،	ذکرالرحمٰن	،،

نرسری کلاس اور فرسٹ سٹینڈرڈ کے بچے چونکہ ۳ سال سے ۵ سال تک کے ہیں۔ اور دستخط نہیں کر سکتے اس لئے ان کے فارموں پر ہماری آپاجان یعنی ہیڈ مسٹرس صاحبہ نے دستخط کر دیئے ہیں۔

ہماری برادری نے یہ شعبے جاری کر رکھے ہیں۔

بچوں کا ہوٹل۔ بچوں کی دکان۔ بچوں کی لائبریری۔ بچوں کا دارالمطالعہ۔ بچوں کا شفاخانہ۔ بچوں کی نمائش گاہ۔ جامعہ اسکاؤٹنگ۔ بچوں کا باغیچہ۔ بچوں کا کلب۔ اخبار علم و عمل۔ کھیل کود اور قلمی رسالے۔ بزم تقریر و تحریر۔ ادارہ تعلیمی سیر۔ ننھے دستکار۔ ننھے مصور۔

ہماری لائبریری میں تقریباً ۵۰۰ کتابیں ہیں۔ اور دارالمطالعہ میں بچوں کے ۱۰ رسالے اردو کے اور ۲ رسالے انگریزی کے آتے ہیں۔ امید ہے کسی روز تشریف لا کر ہماری کوششوں کو ملاحظہ فرمائیے گا۔ جناب حامد علی صاحب حسین حسان صاحب کو ضرور لائیے گا۔

اگر ہمارا سامان چوری نہ جاتا۔ تو جوبلی کے موقع پر ہماری نمائش شاندار رہتی۔ اب بھی جوبلی کی تیاری کے سلسلے میں رات دن منہمک ہیں۔ ایک عجیب و غریب قسم کا ننھا سا ریڈیو سیٹ بھی لا رہے ہیں۔ جو بلا ایریل اور بلا بجلی کے بولتا ہے۔ یہ ریڈیو ابھی تک ہندوستان میں نہیں آیا ہے۔ ہمارے ایک معاون صاحب کو ایک امریکن لیڈی نے پیش کیا ہے۔ امید ہے بیامی اس کو اور اس جیسی دوسری چیزوں کو دیکھ کر بہت خوش ہوں گے۔ والسلام۔

جمیل الرحمٰن اختر سکریٹری پیام برادری آئیڈیل سکول نکلسن روڈ دہلی۔

۲۱ جولائی کو ہمارے محلہ میں جامعہ اسکاؤٹس کے جلسہ میں رات کے ½ ۱۰ بجے جناب قیصر صاحب نے پیام برادری کا قیام فرمایا تھا۔ جس میں یہ عہدے دار چنے گئے۔

مربی: جناب عبدالماجد صاحب۔ رفیق احمد صاحب۔ صدر: جناب عبدالحیٔ صاحب۔ نائب صدر: عبدالحفیظ صاحب۔ ناظم: امین الدین صاحب۔ نائب ناظم: منظور احمد صاحب۔ اراکین: محمد ایوب صاحب۔ محمد کامل صاحب۔ محمد عاقل صاحب۔ حبیب احمد صاحب۔ جمیل احمد صاحب۔ صلاح الدین صاحب۔ اقبال احمد صاحب۔ محمد الیاس صاحب۔ محمد تقی صاحب۔ عبدالرحیم صاحب۔ وجیہہ الدین صاحب۔ اقبال احمد صاحب نمبر ۲۔ اخلاق احمد صاحب۔ محمد عاقلین صاحب۔ محمد عارفین صاحب۔ منظور العمر صاحب۔ اب تک اس برادری کے ۴ جلسے ہو چکے ہیں۔ اس کا ایک جلسہ ۲۴ ستمبر بروز بدھ بوقت ۸ بجے شام بمقام کلب روم دستہ عالمگیر پہاڑ گنج منعقد ہوا۔ اس کی صدارت جناب عبدالحیٔ صاحب نے کی۔ اس چھوٹے سے جلسہ میں ہمارے بزرگوں نے بھی شرکت کر کے جلسہ کی رونق بڑھائی۔ جلسہ کا ایجنڈا یہ تھا۔

تلاوتِ کلام پاک: عبدالحفیظ صاحب۔ رپورٹ: ناظم اعلیٰ۔ ترانہ: محمد کامل اور ساتھی۔ لطیفہ: جمیل احمد صاحب نظم: محمد الیاس صاحب۔ کہانی: محمد عاقلین صاحب۔ نظم: محمد ایوب صاحب۔ تقریر: صلاح الدین صاحب۔ تقریر: امین الدین صاحب۔ نظم: محمد کامل صاحب۔ بات چیت: مربی صاحب۔

پھر جناب قیصر صاحب نے ایک چھوٹی سی تقریر میں بتایا کہ پیام برادری کا فارم کس طرح بھرا جاتا ہے اور اس کا عہد کیا ہے۔ پیام برادری کا بیج ہم کس طرح حاصل کر سکتے ہیں۔ جلسہ رات کو ختم ہوا۔

امین الدین ناظم پیام برادری شاخ پہاڑ گنج گلی چاندیوالان مکان ۵۸۴/۲ نئی دہلی۔

رپورٹ پیام برادری پہاڑ گنج۔

بتاریخ ۱۵ ستمبر ۱۹۴۷ء کو چند بزرگان محلہ کی کوششوں سے جناب منشی ممتاز الدین صاحب (چاندی والان پہاڑ گنج دہلی) کے مکان پر محلے کی بچیوں کا اجتماع ہوا۔ اس موقع پر جناب سید حسین احمد قیصر صاحب کو بلایا گیا تھا۔ قیصر صاحب کی سرپرستی میں باقاعدہ جلسہ ہوا اور پیام برادری کے قائم کرنے کی تحریک کی گئی۔ تحریک پر پسندیدگی ظاہر کی گئی بارہ لڑکیوں کی ایک باقاعدہ برادری قائم ہوئی۔ عہدیداروں کا چناؤ بھی ہو گیا۔ چنانچہ جنابہ شاہجہاں اور جنابہ سعیدہ خاتون صاحبہ مربی توقیر جہاں صدر اور امت الصبور ناظم منتخب ہوئیں۔ جلسہ نہایت خوشی اور آئندہ کے لئے بہتر امید کے ساتھ نہایت کامیابی سے ختم ہوا۔

فقط امت الصبور سکریٹری پیام برادری پہاڑ گنج

پیام برادری ایبٹ آباد کا اٹھارواں جلسہ۔

ہمارا اٹھارھواں جلسہ اسلامیہ ہائی سکول کے ایک کمرے میں ہوا۔ جلسے کی صدارت قمرالزماں عباسی نے کی۔ محمد فیاض نے تلاوت قرآن پاک سے جلسہ کا افتتاح کیا۔

ان کے بعد صدر صاحب نے تقریر کی جس میں انھوں نے بتایا کہ جلسے میں تمام ممبر کیوں نہیں آتے۔
ان کی تقریر کے بعد دوست محمد نے خوش الحانی سے ایک نعت سناکر سامعین کو مسرور کیا۔
اس کے بعد میں نے ایک تقریر کی جس میں میں نے یہ بتایا کہ ہم اردو کی خدمت کیوں کر کر سکتے ہیں:-
رفیق الٰہی نے چند مزیدار لطیفے سنائے۔ مختار الٰہی نے ایک کہانی سنائی۔
اگلے جلسے کے لئے یہ طے پایا کہ بازار کے رہنے والے لڑکے جلسوں میں شرکت نہیں کرتے تو ہمیں اپنی علیحدہ پیام برادری بنانی چاہیئے۔
جس کا نام پیام برادری سلہڈ ایبٹ آباد رکھا جائے۔ ہمارے گاؤں کے کوئی پچیس ممبر ہیں اور بھی بنالیں گے
والسلام کریم فاروقی۔

پیام برادری ایبٹ آباد سلہڈ کا انیسواں جلسہ:-

ہمارا انیسواں جلسہ ۲۷ ستمبر کو رفیق الٰہی کے گھر ہوا۔ تمام ممبروں سے دستخط لئے گئے۔ اس کے بعد جلسہ شروع ہوا۔ دوست محمد نے تلاوت قرآن مجید کی۔ محمد خیار نے ایک نعت سنائی۔ یہ جلسہ رفیق الٰہی کے زیر صدارت ہوا بعد میں میں نے تقریر کی۔ جس میں برادری کے اصولوں کو دہرایا۔
سلہڈ کی چونکہ ہم نے علیحدہ پارٹی بنائی تھی اس لئے مندرجہ ذیل عہدے داران چنے گئے۔
عبدالکریم فاروقی = صدر۔ دوست محمدؐ = نائب صدر۔ رفیق الٰہی = ناظم۔ اللہ داد = پروپگنڈہ سکریٹری۔ مختار الٰہی = خزانچی۔ مندرجہ ذیل باتیں اتفاق رائے سے پاس ہوئیں۔
(۱) جو لڑکا جلسہ میں حاضر نہ ہوگا اس پر ایک آنہ جرمانہ ہوگا اور ایسی تین غیر حاضریوں کے بعد ممبر خارج از برادری تصور ہوگا۔ (۲) چندہ چار آنہ مقرر کیا گیا ہے جو ہر مہینہ کی پانچ تاریخ تک وصول ہونا چاہیئے نہیں تو پانچ تاریخ کے بعد ۲ پیسے فی یوم جرمانہ ہوگا۔ دس تاریخ کے بعد اس ممبر کا نام برادری کے رجسٹر سے خارج کردیا جائے گا۔ (۳) پیامی ہر چیز میں حصہ لینے کی کوشش کریں اگلے جلسے کے لئے "ڈراما سکندر" ہونا طے پایا۔ والسلام۔

پیام برادری ایبٹ آباد سلہڈ کا بیسواں جلسہ:- پیام برادری ایبٹ آباد سلہڈ کا بیسواں شاندار جلسہ رفیق الٰہی کے گھر ہوا تمام ممبر حاضر تھے۔ جلسہ کریم فاروقی کی صدارت میں شروع ہوا سب سے پہلے دوست محمد نے تلاوت قرآن کی اس کے بعد صدر نے افتتاحیہ تقریر کی ان کے بعد مسٹر غلام سرور نے ایک نعت سنائی۔ ناظم نے پچھلے جلسے کی رپورٹ سنائی۔ چونکہ ڈراما بھی کرنا تھا اس لئے جلسہ بند کردیا گیا۔ اب ڈراما شروع ہوا سکندر کا ڈراما تھا۔ گاؤں کے چند معززین بھی تشریف فرما تھے۔ ڈراما آخر کار کامیاب ہوگیا۔ ہماری پہلی کوشش تھی لیکن لڑکوں نے ہمت سے کام کرکے ڈرامے کو کامیاب بنایا۔ گاؤں کے لوگوں نے بھی ہمت بندھائی۔ اس کے بعد جلسہ نعرہ جاگو اور جگاؤ پر ختم کیا گیا۔ ناظم
باقی باتیں اگلے پرچے میں۔



رنگ بھرو

بڑا اچھا تحفہ

ہم نے تمھارے لئے ایک اچھا سا تحفہ تیار کیا ہے - بڑا اچھا - پیام تعلیم میں ننھے پیامی شاعروں کی جو نظمیں چھپی ہیں - ان میں سے اچھی اچھی چھانٹ کر جمع کردی ہیں - اور اس خوبصورت مجموعے کا نام رکھا ہے -

کلیاں

"کلیاں" میں ان پیامیوں کی نظمیں ہیں -

نام	مقام	نظم
۱- محمد صالح	(جامعہ نگر)	خدا کی تعریف
۲- اوم پرکاش		ہماری زبان
۳- رضیہ خاتون	(علی گڑھ)	کھیل کھلونے
۳- فہیم جہاں بیگم	(")	میری گڑیا
۴- سید موسیٰ سلیم ید اللّٰہی	(حیدرآباد)	اسکول سے گھر
۵- حسن اصغر کاظمی	(انبالہ)	مکتب کا زمانہ
۶- غلام حیدر احسن	(تعلیمی مرکز)	میری ایک شرارت
۷- وشنو دیال	(نئی دہلی)	تتلی
۸- سعید بھوپالی	(دہلی)	کبوتر
۹- سید شاہ آفتاب عالم		چینا لبنا
۱۰ مبارک زماں خاں	(قایم گنج)	چڑیا
۱۱- پریم چندر سینی	"	طوطا
۱۲- احسان الحق	(دہلی)	مینا
۱۳- آصف انور	(جامعہ نگر)	میری چڑیا
۱۴- اقبال احمد	(بنارس)	ہمارا باغ
۱۵- غلام حیدر خاں	(دہلی)	اوکھلے کی سیر
۱۶- سید مہدی امام	(")	سیر
۱۷- سید افضل حسین اطہر		سمندر اور کشتی
۱۸- انور جہاں فاروقی		آیا بادل
۱۹- اصغر باقری		رات
۲۰- سید جلیس الدین شمیم		جاڑا
۲۱- سید مہدی	(ظفرآباد)	گرمی
۲۲- انور حسین	(سیوان)	تاروں سے
۲۳- عرفی آفندی	(مونگیر)	ننھا شاعر
۲۴- سعید	(منڈیاہو)	ننھا
۲۵- قدسیہ خاتون	(اعظم گڑھ)	چٹھی
۲۶- گنیش چندر	(فتح گڑھ)	بیا اور بندر
۲۷- سلیم الدین	(جالنہ)	جاگ ذرا
۲۸- شہزادہ پرویز		اچھا لڑکا
۲۹- قمر الدین	(سرائے میر)	دوستی
۳۰ مشتاق احمد خاں		ریڈیو
۳۱- عبدالوحید	(دہلی)	آئینہ
۳۲- علی احمد خاں پشاوری	(کلکتہ)	ہوائی جہاز
۳۳- صدیقہ بی بی	(گورکھپور)	ریل
۳۴- ممتاز ظفر		میز کا پنکھا
۳۵- ابن الطارق		ماں بیٹوں کی باتیں

یہ سب پیامی اپنے اپنے پتے لکھ دیں - انھیں ہم کتاب کا ایک ایک نسخہ تحفہ میں بھیجیں گے - ویسے اس کی قیمت ہے - ۴۸ صفحے ہیں دورنگا ٹائیٹل - بہت ہی خوبصورت - کتاب بھی بڑے سائز کی موٹی موٹی خوش خط لکھی ہوئی -

بچوں کی نئی کتابیں

آدمی کی کہانی :۔ سائنس کے نظریے کے مطابق تمہارا اپنا قصہ بہت ہی دلچسپ انداز میں ۔ دس بلاک کی تصویریں ۔ مجلد عہ غیر مجلد ؍
جو تیرا چلو بھر خون نہ پیا ہو :۔ ایک شریر لڑکی کی مزیدار کہانی ۔ بہت سی خوب صورت تصویریں ۔ قیمت ۷ر
جنگل کا راجا :۔ ایک گھمنڈی شیر کی کہانی ؍ ۵
راجاجی جیل میں :۔ شیر اور سادھو کی کہانی ؍ ۷ر

خرگوش کا ہونٹ :۔ ایک خرگوش کی مزیدار شرارتیں ۔ ؍ ۵ر
مزہ چکھائیں گے :۔ دس ٹھگوں اور حجام کی لڑکی کی کہانی ۔ ؍ ۵ر
خربوزہ شہزادے کا سر بن گیا :۔ ایک لکڑہارے اور وزیر کی کہانی ؍ ۵ر
چھوٹی لالٹین :۔ ایک بہادر لالٹین کا قصہ جس نے اپنا فرض پورا کیا ۔ ؍ ۵
شمو کی عید (ڈراما) :۔ ایک چھوٹے بچے کی دلچسپ شرارتیں ۔ ؍ ۴ر
تاریخ ہند کی کہانیاں حصہ سوم :۔ انگریزوں کی حکومت کی کہانی ؍ ۱۰ر
〃 〃 〃 چہارم :۔ ہماری آزادی کی لڑائیوں کا قصہ ؍ ۱۲ر
بچوں کے افسر :۔ حامد اللہ افسر کی دلچسپ نظمیں ؍ ۱۲ر
نئی نظمیں :۔ احسن عثمانی ، برکت علی فراق اور سید ابو طاہر کی مزیدار نظموں کا مجموعہ ؍ ۱۴ر
کلیاں :۔ خود تمہارے جیسے چھوٹے بچوں کی لکھی ہوئی نظمیں ۔ یہ نظم لکھنے میں تمہاری بڑی مدد کرے گی ۔ ؍ ۱۴ر

ان کتابوں کو ضرور پڑھو ۔ مدت سے ختم تھیں ۔ ابھی ابھی چھپ کر آئی ہیں :۔

دھوئیں کی پھانسی :۔ سائنس کی باتیں انتہائی دلچسپ انداز میں ۔ از سید ابو طاہر داؤد ۔ قیمت عـــہ

قدرت کے کرشمے :۔ زلزلہ، بادل، بجلی، ٹوٹنے والے تارے یہ سب کیا ہیں، ان کی حقیقت کیا ہے اس کتاب کو پڑھو ۔ قیمت ۱۰ر

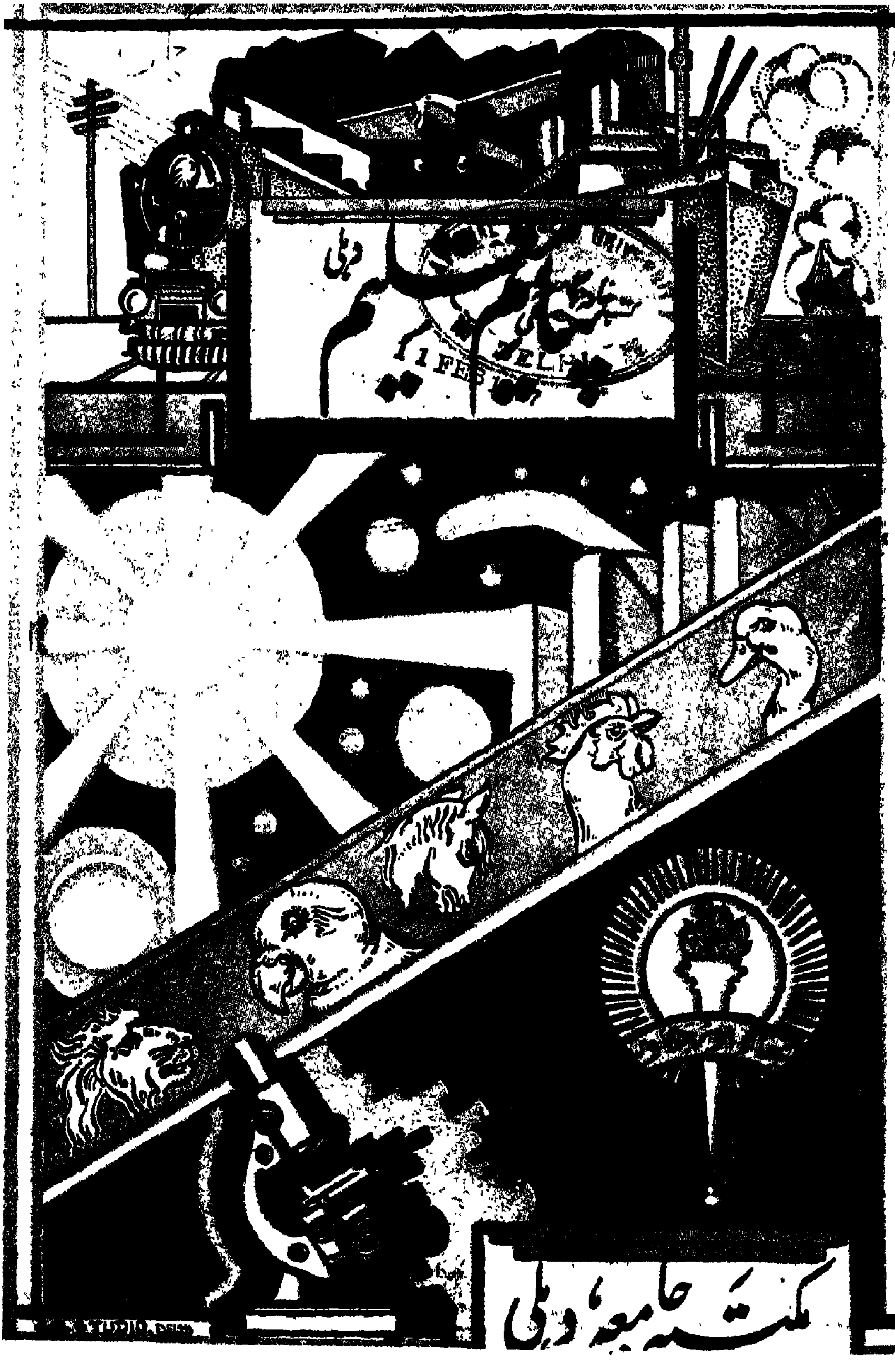
کائنات :۔ سورج ، چاند ، ستاروں ، سیاروں کی برادری کی کہانی پڑھنا چاہو تو اس کتاب کو پڑھو ۔ ۹ر

مرغی اجمیر چلی :۔ ذاکر حسین صاحب کی لکھی ہوئی بڑی ہی دلچسپ کتاب ہے ۔ اچھی اچھی تصویریں بھی ہیں ۔ قیمت ۵ر

دیانت :۔ ڈاکٹر ذاکر حسین صاحب کا ڈراما ۔ اس میں ایک ایماندار لکڑہارے کا قصہ ہے ۔ بڑا ہی مزے دار ۔ ۵ر

بڑدادا کی کہانی :۔ ہندوستان کی کہانی بہت ہی دلچسپ انداز میں ۔ از پروفیسر عبدالغفور قیمت ۱۰ر

مکتبہ جامعہ
دلی ۔ لکھنؤ ۔ بمبئی


دہلی
مکتبہ جامعہ دہلی

بچوں کا کتب خانہ

چند اسلامی کتابیں

اچھی کہانی	۵ر	ستارے	عہ ر
اچھی نقلیں	۵ر	نبیوں کے قصے	۶ر
نیا میلاد	۸ر	شہید کربلا	۶ر
حبیب خدا	عہ ر	جاں بازیاں	۸ر
یاران نبی	۸ر		

الف لیلہ کے افسانے

شہزاد	۸ر	حرکت میں برکت	۸ر
مرجینا	۸ر	سنجوگ	۸ر
سچی بہادری	۸ر	گلنار بیگم	۸ر

قصے کہانیاں وغیرہ

پپّو ٹلّو	۴ر	لومڑی کی دغابازی	۴ر

جادو کا ڈنڈا	۴ر	بنی دادی	۵ر
منی منی کہانیاں	۴ر	صفو دادا	۵ر
نارنجی چوزا	۴ر	سچی لگن	۵ر
بھولی بکری	۴ر	ایک بچے کی کہانی	۵ر
کلو راجا	۴ر	ہماری نظمیں	۶ر
چھنو	۴ر	بی سیلانی	۶ر
سنہری گھنٹی	۵ر	گن بھری کہانیاں	۸ر
نادرہ	۵ر	آدمی کی کہانی	۸ر
جل پری	۵ر	شیخ نیازی	۸ر
روشن پری	۵ر	بچپن کی یاد	۵ر
دردانہ	۵ر	پانچ کم تیس	۱۲ر
ریحانہ	۵ر	کہانی نانی کی زبانی	۴ر

سیب شہزادہ اور دوسری کہانیاں

بچوں کے لئے دلچسپ کہانیوں کا یہ سٹ حال ہی میں ہمارے اسٹاک میں آیا ہے۔
سب کہانیاں بڑی دلچسپ ہیں اچھے اچھے مصنفوں کی لکھی ہوئی ہیں اور بڑی ہی مزیدار اور سبق آموز ہیں۔ مکمل سٹ (للعہ) دس کتابوں کا سٹ (للعہ)۔

مکتبہ جامعہ
دہلی ۔ لکھنؤ ۔ بمبئی



فروری ۱۹۴۷ء
جلد ۲۸ - نمبر ۵

ایڈیٹر:- محمد حسین حسان

قیمت سالانہ سے
ہندوستان سے باہر للعہ

فی پرچہ ۴ر



پیام تعلیم :- دہلی، یوپی، سی پی، برار، میسور، قلات، بنگال، رام پور، حیدرآباد سندھ، کشمیر، پنجاب، بہار اور سرحد کے محکمہائے تعلیم کی طرف سے سرکاری طور پر منظور کیا گیا ہے۔ مینیجر

پرنٹر پبلشر ڈاکٹر سید عابد حسین ایم اے - پی ایچ - ڈی - وبال پریس، دہلی

بچوں سے باتیں

ایڈیٹر

جوبلی نمبر کے سلسلے میں تعریفی خط برابر آ رہے ہیں ہمارے دوست پروفیسر امتیاز حسین خاں صاحب بی اے جامعہ۔ بی کام لندن جامعہ عثمانیہ حیدرآباد لکھتے ہیں:-

"...... آپ نے بڑی محنت سے کامیاب شمارہ شائع کیا ہے میری طرف سے مبارک باد قبول کیجیے .... میں نے کبھی بھی پیام تعلیم کی کچھ بھی خدمت انجام نہیں دی جس کا مجھے افسوس رہتا ہے۔ دعا کیجیے کہ پیام تعلیم کی کوئی خدمت کرنے کی صلاحیت پیدا ہو جائے"

پروفیسر اے جی چودھری صاحب لکچرر دہلی یونیورسٹی لکھتے ہیں:-

"جوبلی نمبر مل گیا۔ شکریہ۔ ماشاء اللہ بہت اچھا ہے"

چاند شرما صاحب ایڈیٹر گلدستہ لاہور سے لکھتے ہیں:-

" جوبلی نمبر واقعی بہت بڑا ہے۔ اس میں بہت اچھے اچھے مضامین ہیں۔ ایسا عمدہ نمبر نکالنے پر میں تہہ دل سے آپ کو مبارک باد دیتا ہوں"

عزیزی نسیم محمود سکریٹری مسلم لیگ بہار شریف سے لکھتے ہیں:-

مجھے امید نہ تھی کہ پیام تعلیم کا جوبلی نمبر اس جوش و خروش سے نکلے گا، اور اتنا کامیاب ثابت ہوگا۔ میں کارکنان پیام تعلیم کو مبارک باد دیتا ہوں"

سید نورالحسن صاحب ہاشمی۔ محمد غوث انصاری صاحب لکھنوی اور دوسرے اور بہت سے پیامیوں کے خط آئے ہیں۔ غوث انصاری صاحب کا خط کسی دوسری جگہ نقل کیا جا رہا ہے

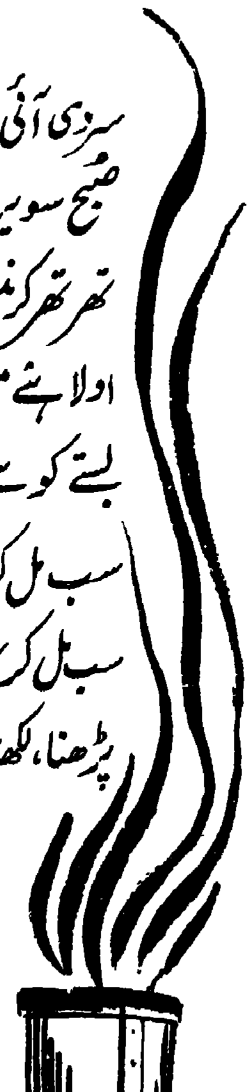
جاڑا

جبریل

سردی آئی ، جاڑا آیا — بھاگ گیا گرمی کا سایا
صبح سویرے دنیا جاگی — بچوں کو جاڑے نے ستایا
تھر تھر کرنیں کانپ رہی ہیں — سردی نے سورج کو ڈرایا
اولا ہے مٹکوں میں پانی — دانتوں نے باجا سا بجایا
بستے کو سینے سے لگائے — ہر بچہ اسکول میں آیا
سب مل کر استاد سے بولے — دور کریں سردی کی چھایا
سب مل کر پھر دھوپ میں بیٹھے — گرمی سے سردی کو بھگایا
پڑھنا، لکھنا جاری رکھا — جاڑا ہوا میں چڑھ چڑھ آیا



جاڑا کیسا گرمی کیسی ؟
پڑھنے میں جب دھیان لگایا



حُسن بانو

سیّد محمد احمد نازؔ بریلوی

گرمیوں کا زمانہ تھا، شام ہو رہی تھی، سورج آہستہ آہستہ مغرب میں ڈوب رہا تھا اور محمود اپنے گھر کے پاس باغ میں حوض کے کنارے اپنی گیند سے کھیل رہا تھا۔ ایکا ایکی اس کی گیند حوض میں جا پڑی اور نظروں سے غائب ہو گئی۔

محمود کو گیند کے گر جانے کا بہت افسوس ہوا وہ حوض کے کنارے بیٹھ کر زار و قطار رونے لگا اتنے میں اس کے کان میں آواز آئی۔

"مُنّے میاں! تم روتے کیوں ہو"۔

محمود اچانک یہ آواز سن کر کچھ ڈر سا گیا اور حیران ہو کر ادھر ادھر دیکھنے لگا لیکن اس کو کچھ بھی نظر نہ آیا۔

اتنے میں پھر آواز آئی "ادھر دیکھو میں حوض میں سے بول رہی ہوں"۔

محمود نے حوض کی طرف نظر ڈالی تو دیکھا کہ ایک خوبصورت مینڈکی پانی میں سے سر نکالے بول رہی تھی۔

محمود نے کہا "میری گیند پانی میں گر گئی ہے"۔

بی مینڈکی نے جواب دیا "اگر میں تمہاری گیند نکال کر لا دوں تو تم مجھ کو کیا انعام دو گے"۔

محمود نے کہا "میں تمھیں منھ مانگا انعام دوں گا"۔

بی مینڈکی نے جواب دیا "میری تین شرطیں ہیں۔ پہلی تو یہ کہ مجھے تم اپنے ساتھ رکھنا، دوسری یہ کہ مجھے اپنے ساتھ کھانا کھلانا۔ تیسری یہ کہ مجھے اپنے بستر پر سلانا۔ کہو منظور ہیں تینوں شرطیں؟"

محمود نے خوش ہو کر کہا "ہاں ہاں منظور ہیں"۔

یہ سن کر بی مینڈکی نے پانی میں ڈبکی لگائی اور آن کی آن میں منھ میں گیند پکڑے ہوئے اوپر آگئیں اور پھر زور سے چھلانگ ماری تو حوض کے باہر گیند محمود کو دے دی۔

شام ہو گئی تھی، رات کی سیاہی دن کی روشنی پر غالب آچکی تھی کہ اتنے میں محمود کا نوکر آیا اور

محمود کو لے کر چلا گیا اور بیچاری مینڈکی چیختی چلاتی رہ گئی کہ محمود میاں ذرا ٹھہریئے میں بھی آ رہی ہوں۔

لیکن ان آوازوں سے محمود کے کان پر جوں تک نہ رینگی اور وہ سیدھا کوٹھی کی طرف چلا گیا۔

ابھی محمود نے کھانا بھی نہ کھایا تھا کہ باہر سے آواز آئی "محمود میاں! دروازہ کھولو۔ محمود آواز سنتے ہی کھٹک گیا کہ وہی آفت آ گئی۔

متعدد آوازیں سننے کے بعد محمود کے باپ نے محمود سے کہا "جاؤ دیکھو تمھیں کون آواز دے رہا ہے"

محمود بت بنا بیٹھا تھا اور سوچ رہا تھا کہ اب اس کو کیا کرنا چاہئیے۔

محمود کی خاموشی دیکھ کر باپ نے کہا "تم چپ کیوں ہو آخر کچھ تو بتاؤ" یہ سن کر محمود نے تمام واقعہ کہہ سنایا۔ واقعہ سن کر اس کے والد نے جواب دیا "بیٹے تمھیں اپنا وعدہ پورا کرنا چاہیئے۔ جاؤ جاکر دروازہ کھول دو۔ اور اس کو اندر آنے دو"

جب محمود نے دروازہ کھولا تو مینڈکی کہہ رہی تھی "محمود میاں! آپ اتنی جلدی اپنا وعدہ بھول گئے"

محمود بالکل خاموش تھا۔

دسترخوان بچھا، محمود کے برابر ہی بی مینڈکی بھی جاکر بیٹھ گئیں اور مزے مزے کے کھانے کھانے لگیں۔

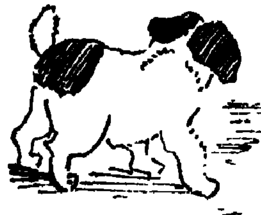
محمود کا بار بار یہی جی چاہتا تھا کہ اٹھ کر چلا جائے لیکن باپ کی وجہ سے مجبور تھا۔

آخر کار سونے کا وقت آیا اور محمود اپنے کمرہ میں جانے لگا تو بی مینڈکی نے کہا "میں بھی تو آپ ہی کے ساتھ لیٹوں گی۔ مجھے بھی اپنے ساتھ لے چلیئے۔

محمود نے بی مینڈکی کو دو انگلیوں سے پکڑا اور کمرے میں لے جاکر بڑے زور سے زمین پر پٹک دیا اور غصہ بھری آواز میں کہا "عاجز کر رکھا ہے اس مینڈکی نے۔ کم بخت میں نہیں لٹاؤں گا تجھے، جا یہیں کہیں زمین پر........."

ابھی یہ جملہ ختم بھی نہ کرنے پایا تھا کہ دیکھتا کیا ہے کہ بی مینڈکی گرتے ہی ایک خوبصورت لڑکی بن گئی وہ لڑکی کہنے لگی "مجھے ایک جادوگرنی نے مینڈکی بنا دیا تھا۔ خدا کا شکر کہ میں تمھاری بدولت پھر انسان ہوگئی۔

محمود اسی وقت اس لڑکی کو لے کر اپنے والد پاس گیا اور پورا حال کہہ سنایا۔ انھوں نے اس کا نام حسن بانو رکھا۔ اور جب دونوں جوان ہوگئے تو محمود سے اس کی شادی کر دی۔



انسان کے جانور دوست

برکت علی فراق - بی۔اے جامعہ

"واہ وا۔ کیا بات کہی ہے!" "انسان کے جانور دوست"۔ تو پھر انسان نہ ہوا۔ جانے کیا ہوا۔ کہاں راجا بھوج، کہاں بھجوا تیلی! کہاں انسان، اشرف المخلوقات، اور کہاں جانور، سبحان اللہ!"

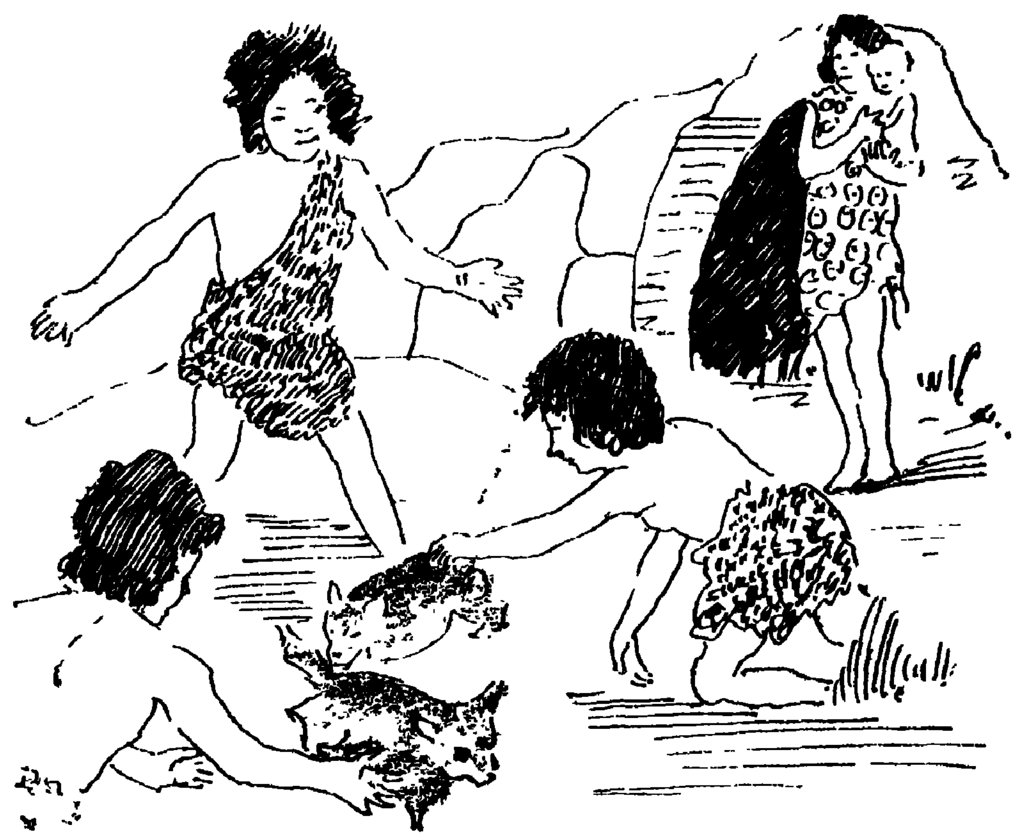
مگر بھئی اتنی جلدی رائے قائم نہیں کرنا چاہیئے۔ جن کو تم جانور سمجھ کر ذلیل سمجھ رہے ہو اگر ان کے کام پر غور کرو تو تمھیں معلوم ہوگا کہ اُن سے دوستی نہ ہوتی تو انسان ترقی ہی نہ کر پاتا۔

ایک زمانہ وہ بھی تو تھا، جب انسان محض شکار کرکے اپنا پیٹ پالتا تھا۔ شکار کیے ہوئے جانوروں کا گوشت کھاتا تھا۔ اُن کی کھال سے تن ڈھکتا تھا۔ اور اُن کی ہڈیوں سے اوزار کا کام لیتا تھا۔ جانوروں سے سب سے پہلے اسی زمانے میں دوستی ہوئی۔ اس زمانے کو پتھر کا زمانہ کہتے ہیں۔

یہ تو نہیں معلوم کہ سب سے پہلے انسان نے کس جانور کو پالنا شروع کیا، اور کس طرح پالا۔ لیکن زمین کو کھودنے سے اس زمانے کی جو چیزیں نکلی ہیں۔ ان سے یہ پتہ ضرور چلتا ہے کہ انسان نے اپنی مدد کے لیے جنگلی جانوروں کو اپنا دوست بنایا، اور غالباً کُتّا سب سے پہلے اس کا دوست بنا۔ ہمارے زمانے کا کُتا نہیں بلکہ شاید بھیڑیا یا گیدڑ۔ ہمارا کُتّا انھی دو میں سے کسی ایک کی اولاد ہے۔

تھوڑی دیر کے لئے تم یہ بھول جاؤ کہ اس زمانے میں رہتے ہو۔ آنکھیں بند کرلو اور یہ سوچ لو کہ پتھر کے زمانے میں پہنچ گئے ہو۔ ایک بڑے جنگل میں ایک چشمہ ہے۔ اس کے کنارے گھاس پھوس اور پتوں کا ایک جھونپڑا ہے۔ اس جھونپڑے میں آٹھ دس ننگ دھڑنگ لڑکے، لڑکیاں ہیں۔ جانوروں کی کھالیں پہنے پانچ چھ مرد اور عورتیں ہیں

شام ہو گئی ہے۔ بچے شکار کا گوشت کھاکر اِدھر اُدھر خوب کھیل کود رہے ہیں اور دھما چوکڑی مچا رہے ہیں۔ بھیڑیے اور گیدڑ تو تم جانو گوشت کے رسیا ہوتے ہیں



شکار کا بچا کھچا حصہ، ہڈیاں اور کھوپری وغیرہ پھینک دی گئی ہیں۔ ان کی مہک پاکر یہ حضرات ادھر آگئے ہیں۔ بچے کسی کے ہوں، کھلنڈرے تو ہوتے ہی ہیں، کودتے پھاندتے انسانوں کے بچوں کے پاس آگئے ہیں۔ پہلے تو لڑکے کچھ جھجکے، مگر نئی چیز دیکھ کر ان کی طرف بڑھے۔ تھوڑی دیر تک اُن کی طرف گھورتے رہے، پھر ایک نے ہاتھ بڑھا کر بھیڑیے کے ایک بچے کو پکڑ لیا۔ اُسے گھر میں لے گئے گوشت کھلایا اور خود بھی کھایا۔ تھوڑی دیر تک اس سے کھیلتے رہے پھر چھوڑ دیا۔ اب کیا ہے۔ گیدڑوں اور بھیڑیوں کے بچے روز آتے ہیں اور انسانوں کے بچے انھیں گوشت کھلاتے ہیں اور ان سے کھیلتے ہیں۔ اب وہ

جنگل میں نہیں جاتے ، انھی بچوں کے ساتھ رہتے ہیں، اور انھی کے قریب کہیں پڑ رہتے ہیں ۔

اب یہ بچے بڑے ہوگئے ہیں ۔ تم جانتے ہی ہو ۔ بھیڑیے خود بھی بڑے شکاری ہوتے ہیں ۔ ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات ۔ یہ کیوں نہ شکاری ہوں گے ۔ اور پھر جب ان کے دوست خود بھی شکاری بھیڑیے ۔ ایک دن شکاری انسان ایک ہرن کے پیچھے بھاگا ۔ نوجوان بھیڑیے نے بھی ہرن کو دیکھ پایا ۔ اور اپنے دوست کے پہنچنے سے پہلے ہی جھپٹ کر اسے دبوچ لیا ۔ پھر کیا تھا ۔ شکاری انسان کی نظروں میں اس کی بڑی قدر ہوگئی ، اور وہ اُسے اکثر اپنے شکار میں لے جانے لگا ۔

یہ نوجوان بھیڑیے شکاری انسان کے دوست ہی نہیں ۔ ان کے خاندان کے بھائی بند ہیں ۔ وہ صرف شکار ہی میں اُس کی مدد نہیں کرتے ۔ بلکہ رات کے وقت بھونک بھونک کر پہرہ بھی دیتے ہیں ، اور دشمنوں سے مقابلہ کرنے میں اس کا ساتھ دیتے ہیں ۔ پہلے وہ آگ سے بہت ڈرتے تھے ۔ لیکن اب تو یہ حال ہے کہ الاؤ کے پاس مزے سے سوتے ہیں ۔ اور جاڑے کے زمانے میں انگیٹھی کا لطف اُٹھاتے ہیں ۔ اب تم اتنا اور سمجھ لو! کہ یہ اصل میں بھیڑیے نہیں ، کتے تھے ۔

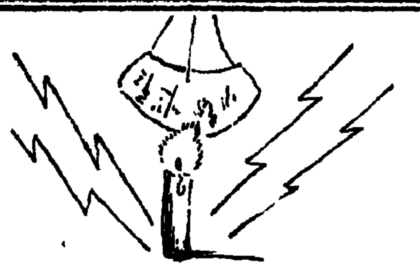
ضرورت ایجاد کی ماں ہے کتّے کے بعد جس جانور کو انسان نے دوست بنایا ، وہ بلی تھی ، انسان کی جماعت میں بلی اس وقت شریک ہوئی ، جب وہ شکار کا پیشہ چھوڑ کر کھیتی باڑی کرنے لگے تھے ۔ غالباً عورتوں نے بلی پالنی شروع کی تھی ۔ کھیتی باڑی بھی سب سے پہلے عورت ہی نے شروع کی ۔ کھیت میں سے غلہ کٹ کر کھیتوں میں بھرا گیا تاکہ جاڑے کے زمانے میں کام آئے ۔ چوہوں سے کون واقف نہیں ، انھیں بس پتہ لگ جانا چاہیے ، پھر تو وہ ڈھیر کا ڈھیر اناج کُتر کر رکھ دیں گے ۔ مگر کسان عورت کے پاس اس وبا کا کچھ علاج نہ تھا بکھاروں کا ناس ہوتے دیکھتی تھی ، اور دل ہی دل میں کُڑھ کر رہ جاتی تھی ۔ مگر کبھی خدا نے ہر چیز کا جواب بھی پیدا کیا ہے ۔ اگر چوہے غلے کے رسیا ہیں تو بلیاں ان کی دشمن چنانچہ چوہوں کے ساتھ بلیاں بھی آئیں ، اور اُنھوں نے انھیں پکڑ کر ہضم کرنا شروع کیا ۔

اندھا کیا مانگے دو آنکھیں ۔ عورت

کے لئے سیر کو سوا سیر مل گیا۔ اس کے علاوہ خوب صورت اور کم سے کم دیکھنے میں بھولی بھالی اور معصوم۔ خوب صورتی اور بھولا پن عورتوں کو بہت پسند ہے۔ اس نے چند بچوں کو پکڑ کر اپنے پاس رکھا۔ بلی کے بچے بہت جلد انسان سے ہل جاتے ہیں۔ کسان عورت انھیں محبت اور پیار سے رکھتی اور غلے کے بکھاروں میں چھوڑ دیتی۔ چوہے کچھ تو بلیوں کی غذا بن جاتے، اور کچھ بھاگ جاتے۔

کسان کے لئے بلیاں اس قدر مفید ثابت ہوئیں کہ بعض ملکوں میں ان کی حیثیت دیوتا کی ہو گئی۔

پرانے بہت پرانے زمانے کے مصری تو اپنے بادشاہوں اور مذہبی پیشواؤں کے ساتھ ان کے خاندان کی بلیوں کی ممیاں بھی تیار کرتے تھے۔ مصر کے پرانے مقبروں میں سے انسانوں کے ساتھ ساتھ بلیوں کی ممیاں بھی برآمد ہوئی ہیں۔ بات یہ ہے کہ پرانے زمانے میں انسان انھی چیزوں کی قدر اور پوجا کرنے لگتا تھا جن سے اسے فائدہ پہنچتا تھا یا جن سے نقصان کا اندیشہ ہوتا تھا۔ یہ تو اس وقت کا ذکر ہے جب انسان کافی مہذب نہیں ہوا تھا۔ بلی کی اہمیت ابھی ایک ہزار سال ہوئے بہت زیادہ تھی۔ برطانیہ کے ایک حصے ویلز میں بلیوں کی حفاظت کے لئے ایک قانون بنا تھا جس کی رو سے ہر قسم کی بلی کی قیمت ادا کرنی پڑتی تھی تاکہ اسے مفت کی چیز سمجھ کر کوئی ضائع نہ کرنے پائے اس کے علاوہ بلی کو چرانے یا اسے جان سے مارنے کی سزا بھی مقرر تھی۔ اگر کوئی بلی کو چرانے جاتا تو پکڑے جانے پر اسے اس کے بدلے ایک بھیڑ یا مینا دینا پڑتا تھا، اور اگر وہ اسے مار ڈالتا تو مردہ بلی کو دم کی طرف سے لٹکا دیا جاتا۔ اس طرح کہ اس کی ناک زمین سے چھو جائے۔ اس کے بعد قاتل کو حکم دیا جاتا کہ وہ اتنا غلہ ڈھیر کرے کہ بلی کی لاش اناج سے ڈھک جائے۔



سائنس کے جادو

کاغذ کی کڑاہی:۔ کاپی میں سے معمولی کاغذ کا ایک ورق پھاڑ لو۔ اس کے چاروں کونے موڑ کر کڑاہی کی شکل چاروں کونوں پر تاگا باندھ دو۔ ان تاگوں کے چاروں سرے لے کر ان میں گرہ لگا دو تاکہ اوپر سے پکڑنے میں آسانی رہے۔ اب کڑاہی میں پانی یا سرسوں کا تیل ڈال کر موم بتّی کی لو پر گرم کرو۔ پانی یا تیل خوب گرم ہو جائے گا۔ مگر کاغذ نہ جلے گا۔

بات یہ ہے کہ پانی یا تیل لو یا شعلے کی گرمی جذب کر لیتا ہے، یا یوں کہو کہ یہ گرمی پانی یا تیل میں پھیل جاتی ہے، اور کاغذ زیادہ گرم ہونے کے بعد بھی نہیں جلتا۔

شعلے سے کاغذ نہیں جلتا:۔ ایک گول ٹین لے لو، اس پر کاغذ لپٹا ہو تو اتار دو، اور نیا کاغذ کس کر لپیٹ دو۔ بس ایک تہہ کافی ہے۔ اب یہ ڈبّا موم بتّی کی لو پر رکھ دو۔ کاغذ اب بھی نہ جلے گا۔ مگر خوب کس کر لپٹا ہوا ہو۔

یہاں بھی وہی بات ہے، ڈبے کا لوہا شعلے کی گرمی جذب کر کے تمام ڈبے میں پھیلا دیتا ہے۔ لوہا گرمی کا اچھا موصل ہے۔ اسی لئے ڈبّا لکڑی یا گتے کا ہو گا تو کاغذ جل جائے گا۔ یہ دونوں چیزیں گرمی کو جذب کر کے پھیلا نہیں سکتیں یا یوں کہو کہ گرمی یا حرارت کی اچھّی موصل نہیں ہیں۔

جاڑے کی ایک دوپہر





احمد حسن، لکھنؤ

جاڑے کے دن تھے، اسکول کی چھٹی تھی اور دوپہر کا وقت۔ ابّا اور بھیّا دُکان جا چکے تھے امّاں، خالہ، آپا اور بجیا آنگن میں دھوپ میں بیٹھی تھیں۔ اور ہم کمرے میں لحافوں کا ہاتھی بنائے اس پر سواری کر رہے تھے، کلّو ڈرائنگ روم سے چیتے کی کھال لے آیا تھا۔ اور اسے اوڑھے ایک لڑھکے ہوئے پلنگ کی آڑ میں چیتا بنا بیٹھا تھا۔ اور ہم سرکنڈے کی بندوق سے اس پر نشانہ لگا رہے تھے۔ نشانہ خطا ہو گیا اور وہ غرّاتا ہوا ہمارے ہاتھی پر حملہ آور ہوا، ہاتھی اگر سچ مچ کا ہوتا تو بھاگتا ——— اس لئے ہاتھی چھوڑ خود ہمیں بھاگنا پڑا، اور اس بھگدڑ میں لحاف گرنا شروع ہوئے۔ اور ان کے ساتھ ہمارے ساتھی رضیہ چنّو اور جمیل ——— اور پھر شور مچا اور ہم چیخے، اور ہماری چیخیں اور شور سُن کر امّی باہر آنگن سے چلائیں "اف فوہ رے بچّو، ابھی تم نہیں مانو گے، کیا اودھم مچا رکھا ہے"

پھر بجیا کی آواز آئی "ارے دیکھیں تو کیا کر رہے ہیں یہ بچّے؟" دراصل اُن کا دل خود ہمارے کھیلوں میں شامل ہونے کو چاہ رہا تھا۔ ابھی عمر ہی کیا تھی؟ بس پچھلے سال سے جلدی جلدی بڑھنا شروع کر دیا تھا، اور امّاں نے ان پر نہ معلوم کیوں سختی اور تنبیہہ شروع کر دی تھی، کہتیں "ارے لڑکی تو تو سیانی ہو گئی۔ آخر کب اپنے اُدھڑ ننگے چھوڑے گی۔ بجیا جب اپنی سلیپرین سٹر سٹر کرتی چلیں تو خالہ نے کہا "میں جانوں تمہارا دل چاہ رہا ہے بچّوں میں جا کر کھیلنے کو" اور پھر امّاں سے بولیں "آپا لڑکی کو دیکھو ابھی تک بچّہ بنی ہوئی ہے۔ ایک ہمارا لڑکپن تھا کہ اس عمر میں کیسے دب لچ کر رہتے تھے،

اور بجیا آئیں تو انھوں نے دیکھا کہ آپا کا نیا فرخ آبادی لحاف زمین پر ہے اور کلّو کے ننگے پیروں کے نشان اس پر بنے ہیں انھیں کلّو سے سخت بغض تھا۔ فوراً چلائیں

آپا، اری آپا، دیکھو تمہارے لحاف کا کیا حشر ہو رہا ہے "

اور آپا جو دھوپ میں چبوترے پر بیٹھی بیٹھی مینا سے اپنا سر دھو رہی تھیں، وہیں سے چلائیں " میں کہتی ہوں بجّہ تم سے ذرا یہ نہیں ہوتا کہ بچوں کی خبر لو، میں ذرا سر دھولوں تو بتاتی ہوں، ان شیطان کے بچ .... " اور وہ رک گئیں۔ اماں سے فوراً کہا " ارے بیٹی اب ذرا آپے سے باہر نہ ہو جاؤ ——— نہیں خراب ہوا جاتا تمہارا لحاف ——— یہ بجّہ تو بس بھس میں چنگی ڈال دور کھڑی ہو جاتی ہے، اور انھوں نے پکارا " ابے بی جالو تم یہاں آؤ " مگر پھر وہ گوٹا لچکا اور سیفون کا دوپٹہ پلنگ پر چھوڑ ہمارے پاس آگئیں۔ یہاں اتنی دیر میں لحاف سب قرینے سے رکھے ہوئے تھے !!

" جھوٹ بولتی ہو بجّہ " اماں نے غصے سے کہا

" نہیں اماں۔ سچی۔ دیکھ لو ——— آپا کے لحاف کو ——— "

مگر اماں نہیں باہر لے آئیں اور کلّن سے کہا " جا باہر، نظیر محمد کو دیکھ ہٹ کر نہیں۔ اور اگر سو رہے ہوں تو مت جگیو۔ آج بچارا بہت دوڑا ہے، اور اگر جاگ رہے ہوں تو کہنا کہ بازار سے دو پیسے کا کوتھمیر (ہرا دھنیا) لے آئیں۔ میں بالکل بھول ہی گئی تھی۔ شام کو آلو گوشت پکا ہے " اور پھر ہماری طرف دیکھتے ہوئے بولیں " تمہارے ابا کو آلو گوشت بغیر کوتھمیر (ہرے دھنیے) کے پسند ہی نہیں آتا "

اماں نے چنّو کو دیکھا تو اس کی ناک سے رینٹ بہہ کر باہر آگیا تھا۔ اور وہ بولیں۔ " اُف فوہ، یہ رشیدہ اپنے بچوں کا بالکل خیال نہیں کرتیں " پھر اُنھوں نے پاس سے ایک میلا کپڑا اٹھا کر چنّو کی ناک پونچھی، اور اُسے گود میں لے لیا، اور چنّو میاں خوش !

ہم باہر آنگن میں کھیلتے رہے، پھر جمیل نے کہا " چنّے خالو جان کا اینٹوں کا بھٹّا ہے نا۔ ویسا ہی بھٹّا ہم بنائیں گے ——— پھر اینٹیں بنا کر انھیں پکا کر مکان بنائیں گے " ہم اور رضیہ خوشی کے مارے اُچھل پڑے۔

" اماں کو خبر نہ ہو " رضیہ نے کہا۔

جمیل بولا " تو پھر چلو باہر کے صحن میں، وہ کچا بھی ہے "

" ہاں، ہاں بڑا مزا آئے گا ——— مگر چنّو کو نہیں لے جائیں گے "

" ہاں چنّو کو نہیں لے جائیں گے " رضیہ بولی " وہ جلتی جو تھی چنّو سے۔ جب سے چنّو پیدا ہوا

تھا۔ خالہ کا لاڈ پیار رضیہ سے ہٹ کر چنّو پر آگیا تھا ——

"ہاں ہاں چنّو کو نہیں لے جائیں گے۔ اسے زکام جو ہے" جمیل نے کہا اور مسکرایا۔

پھر جلدی سے کھیلنے کے لئے سامان تیار ہونے لگا، باورچی خانے میں گھس گئے۔ اور سب سے پہلے جمیل نے چھلنی پر قبضہ کیا، اس کی چمنی بنے گی۔"

رضیہ بولی" اور اینٹوں کا سانچہ کس چیز کا بناؤ گے ؟"

"ارے اینٹوں کا سانچہ کس چیز کا بنے گا" اور جمیل اِدھر اُدھر دیکھتا رہا۔ پھر اس نے چولھے کے پاس پڑی ہوئی نئی دیا سلائی کی ڈبیا اُٹھالی اور اس کی تمام تیلیاں نکال کر روٹی کے ڈبے میں ڈال دیں۔" اس کا سانچا بنے گا۔ دیاسلائی کی ڈبیا کا"

اماں صحن سے چلائیں " ارے یہ باورچی خانے میں کیا ہو رہا ہے"

جمیل فوراً بولا" کچھ نہیں خالہ اماں۔

اماں بولیں" نہیں کچھ تو ہو ہی رہا ہے۔ آخر یہ کانا پھوسی کیا ہو رہی ہے۔ اگر کوئی ایسی ویسی شرارت کروگے تو پٹوگے —— سمجھے"

جمیل بولا" نہیں خالہ اماں ہم تو باہر آنگن میں کھیلنے جا رہے ہیں"

اور پھر چپکے سے باہر کے صحن میں پہنچ گئے

اور ہاں ایک جگہ نرم زمین تھی۔ بھیا نے شاید کیاری کے لئے پانی ڈال رکھا تھا، مٹی کھودی گئی، تغار بنایا گیا۔ اب مٹی گوندھے کیسے، " پانی لاؤ بھیا، پانی کون لائے!"۔

"رضیہ تم لاؤ پانی" اور رضیہ دوڑتی دوڑتی اندر گئی ——

اور یہاں انتظار ہو رہا ہے کہ رضیہ اب آئے، اب آئے۔ باہر گلی میں سودے والا آواز لگا رہا تھا۔ مٹر کی پھلیاں دو پیسے سیر —— آلو بڑا آلو —— گوبھی لے لو چار پیسے"

جمیل بولا" مٹر کی پھلیاں کھاؤ گے؟"

مگر یہاں تو اینٹیں بنا کر مکان بنانے کی فکر تھی۔" ایک مکان میں کتنی اینٹیں لگیں گی؟"

" یہ رضیہ کو خالہ اماں نے پکڑ لیا کیا" جمیل بولا۔

اور اتنے میں دیکھا کہ اماں دروازے سے گردن نکالے ہم دونوں کو دیکھ رہی ہیں "یہ کیا ہو رہا ہے، آئیں! پھر مٹی سے کھیلنے لگے! نہیں مانوگے تم لوگ، چلو اندر" ذرا دیر کی ہچر مچر کے بعد ناچار سب چیزیں وہیں

چھو" چھپاڑ واپس لوٹنا پڑا۔ اور اینٹوں کا بھٹا
دھونے کا کارخانہ وہیں کا وہیں رہ گیا۔ اندر آئے
تو معلوم ہوا کہ بی رضیہ جب پانی کا لوٹا بھر کر
پی تو پکڑی گئیں۔ خالہ نے کہا "جاڑوں میں
یہ پانی کا کھیل ٹھیک نہیں۔ یہ کہاں جا رہا ہے
پانی ؟" اس پر بچاری رضیہ قبول دی۔

ادھر جب دوپہر ڈھلی تو رحیمن اور ملّانی بی
آگئیں۔ ہم قرآن شریف پڑھنے بیٹھ گئے۔ آپا
نہا رہی تھیں۔ اماں اور خالہ نفل کی کوٹھری میں
نماز پڑھ رہی تھیں۔

کہ رحیمن باورچی خانے سے چلائیں" اوئی
میں کہتی ہوں کہ اس گھر میں کسی چیز کا ٹھیک بھی
ہے کہ نہیں۔ دیکھو تو بھلا آگ جلانے کو بیٹھی ہوں
دیا سلائی کی ڈبیا غائب ، ——— پھکنی غائب
———" اور یہاں ہم بڑی مستعدی اور
توجہ سے قرآن شریف پڑھتے چلے گئے۔ جمیل
میری طرف دیکھ کر مسکرایا ، اور میں جمیل کی طرف
دیکھ کر ، اور پھر ———

پھر ذرا دیر بعد رحیمن چلائیں "میں جانوں
بھ لڑکی کے کرتب ہیں ——— اور دیکھا کچھ ؟" اور
چلی آ رہی ہیں۔ رحیمن تمام لوٹ لئے اماں کے پاس
——— دیکھنا بیوی جی یہ دیا سلائیوں کا ناس مارا
ہے ——— میں کہتی ہوں کہ میں اب آگ جلاؤں کیا
اپنے سر سے۔" رحیمن کا یہی دستور تھا۔ ہر وقت
اُن کے سر پر بھوت چڑھا رہتا۔

اماں نے سلام پھیر کر کہا" اے رحیمن اب
اتنا گرم مت ہو، میں کہتی ہوں بچے ہیں کھیل کھیل
میں کہیں ڈال دی ہوگی ——— ذرا ڈھونڈ لوگی
تو ہاتھ پاؤں تھکے نہیں جاتے ہیں اور پھر ہماری
طرف دیکھ کر بولیں" ارے بیٹے جمیل دیا سلائی
کی ڈبیا اگر تم نے لی ہو تو دے دو۔" اور جمیل
بھاگ کر گیا باہر۔ رحیمن ملّانی جی کے پاس آئیں"
ملّانی! دیکھو تو بھلا اِتی اِتی دیر آگ جلانے کو
بیٹھی رہوں گی تو کب ہانڈی اُتاروں گی. کب
توے کی چاند ٹھونکوں گی ، کب گھر جاؤں گی ———
نگوڑ مارا دن بھی تو آج کل ہوّا ہوتا ہے۔ ادھر
چار بجے اور مغرب کا وقت ہوا ——— "

اور اماں کو غصہ آگیا ، وہ باہر نکل آئیں اور
بولیں" اب بات کا بتنگڑ مت بنا رحیمن۔ گیا ہو
تو ہے لڑکا باہر ڈبیا لینے۔"

ملّانی نے اماں کی ہاں میں ہاں ملائی ———
بے کار میں۔ اے لو بہنی تو ہاں ——— اس
روز پیر والے دن تمھارے لڑنے نے آکر
کہا" اتنا ڈھیر بھڑا کھی چولہے میں جھونک
دیا تھا ——— سو ! لاحول ولا ———
ذرا سی بات پر ———"

اس پر رحیمن چپکے سے اُٹھ باورچی خانے میں چلی گئیں، اور جمیں نے انھیں پھکنی اور ڈبیا لادی۔

ملانی بی نے ہمیں چھٹی دے دی اور ... پاس بیٹھ کر پان کھانے لگیں اور ... بات چیت شروع کر دی ؛

کیا تم اپنی زمین کے متعلق یہ باتیں جانتے ہو؟

(اسرار ندوی)



کہ اس کی عمر ہیں پدم برس سے بھی زیادہ ہے۔

کہ اس کا رقبہ ۱۹۷ مربع ملین (ایک ملین = ۱۰ لاکھ) میل ہے۔

کہ اس کا سب سے بڑا براعظم ایشیا ہے۔

کہ اس کا سب سے بڑا سمندر بحرالکاہل ہے جو ۶۸ ملین مربع میل ہے۔

کہ اس کے بہت پرانے شہروں میں سے ایک شہر دمشق ہے۔ یہ شہر شام کا دارالسلطنت ہے۔

کہ لندن، نیویارک، ماسکو، ٹوکیو، چلینگو، کلکتہ، بمبئی اس کے بڑے شہروں میں ہیں۔

کہ اگر اس کو چار حصوں میں بانٹا جائے تو اس کا تین حصہ پانی سے بھرا ملے گا، اور صرف ایک حصہ سوکھا۔ اسی پر ہم تم وہ سب ہی رہتے ہیں۔

کہ زمین گول ہے۔ لیکن تمھاری گینڈ کی طرح نہیں، سنترے کی طرح گول۔ اوپر نیچے کچھ کچھ چپٹی۔

بچوں کی نظمیں



مولوی شفیع الدین نیر کی اصلاح کے بعد

جامعہ کیوں قائم ہوئی

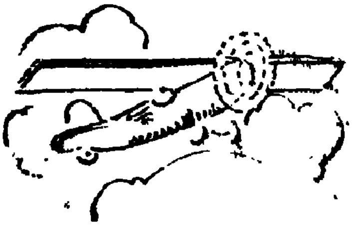
جلال الدین متعلم جامعہ

اک زمانہ تھا کہ جرمن چھا گئے انگریز پر
یعنی دن بدبختیوں کے آ گئے انگریز پر
یہ کہا انگریز نے میری مدد اس دم کرو
فتح تم مجھ کو دلاؤ اپنی آزادی بھی لو
سن کے یہ ہم ہو گئے تیار لڑنے کے لئے
ہو گئے تیار لڑنے اور مرنے کے لئے
فتح پاتے ہی انھوں نے اپنی آنکھیں پھیر لیں
راہ آزادی کے بدلے گولیاں ہم کو ملیں
خوب ہی جھگڑا ہوا ہم ہو گئے ان سے جدا
ہم نے بھی قائم کیا ان سے الگ اک مدرسہ
دیکھئے اس کی عمارت دیکھئے اس کے مکاں
بن رہا ہے آج اس بن میں یہ اک باغ جناں
آؤ اس کے حق میں مانگیں اپنے حق سے یہ دعا
یا خدا ملت کا یاور اس کا ہو چھوٹا بڑا

تحفۂ عید

از ایم ایم انصاری

ہو رہی ہے گلستاں میں گل فشانی عید کی
مسلموں کو ہو مبارک شادمانی عید کی
اس طرف دھانی گلابی نیلے پیلے اس طرف
رنگ کیا لائی جہاں میں شادمانی عید کی
جھومتی ہیں وجد میں آکر گلوں کی ڈالیاں
ہے نسیم سحر کرتی نغمہ خوانی عید کی
بن چلے ہیں غیر اپنے بچھڑے آپس میں ملے
دیکھئے کس شان کی ہے حکمرانی عید کی
کیف دائیں، کیف بائیں، کیف ہی ہے چار سو
غم کہاں آئیں گے جب ہو پاسبانی عید کی
بوئے گل تقسیم ہوتی ہے فضائے دہر میں
قہقہے برسا رہی ہے کامرانی عید کی
آسماں ہے آج کے دن مجھ پہ مائل بہ کرم
کس قدر ہوتی ہے دیکھو مہربانی عید کی



عجیب و غریب ہوائی جہاز

اے۔ جی۔ چودھری، دہلی یونیورسٹی

عام طور پر ہوائی جہاز یا تو ایک پر والے ہوتے ہیں یا دو پر والے۔ ہوائی جہاز کا پنکھا یا پراپلر (PROPELLER) عام طور پر ہوائی جہاز کے سامنے والے سرے پر لگا ہوتا ہے مگر بڑے ہوائی جہاز میں بڑے بڑے کئی پنکھے آگے کی طرف لگے ہوتے ہیں۔

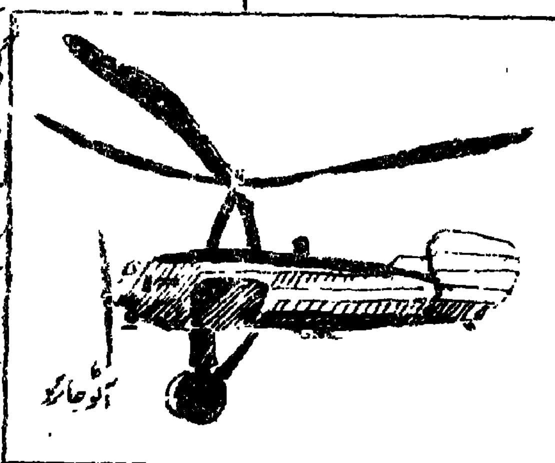
اب سنو چند قسم کے عجیب و غریب ہوائی جہازوں کا ذکر۔

آٹو جائرو (AUTOGYRO) یہ ہوائی جہاز سچ مچ بہت عجیب و غریب ہے اس کے آگے یا سامنے کی طرف 'پر' نہیں ہوتے۔ جہاز کے اوپر ایک بڑا سا پنکھا ہوتا ہے۔ اس پنکھے کے کئی پنکھ ہوتے ہیں۔ بالکل جیسے بجلی کے پنکھے کی پنکھڑیاں مگر آٹو جائرو کے یہ اوپر والے پنکھ (تین یا چار) لمبے لمبے ہوتے ہیں۔ ایک اور چھوٹا پنکھا (PROPELLER) ہوائی جہاز کے سامنے بھی ہوتا ہے۔ جب اوپر والا پنکھا گھومتا ہے تو آٹو جائرو زمین سے بالکل سیدھا اوپر کی طرف اُڑتا ہے جب ہوائی جہاز کافی اونچائی پر پہنچ جاتا ہے تو آگے والا پنکھا بھی چلنے لگتا ہے۔ اس کے چلنے سے ہوائی جہاز آگے کی طرف اُڑنا شروع کرتا ہے۔ تو آٹو جائرو کے پر نہیں ہوتے پروں کا کام ہوائی جہاز کو ہوا میں اونچا اُٹھانا ہے۔ آٹو جائرو میں یہ کام اوپر والے پنکھے سے لیا جاتا ہے۔ اس لئے اس کو پروں کی ضرورت بھی کیا۔ آٹو جائرو کا بڑا فائدہ یہ ہے کہ اس کے اُڑنے کے لئے یا نیچے اُترنے کے لئے کسی بڑے میدان کی ضرورت نہیں بہت سے آٹو جائرو ایک بڑے مکان کی چھت سے اُڑ سکتے ہیں اور اسی چھت پر اُتر بھی سکتے ہیں۔ ایک اور بڑا فائدہ یہ ہے کہ اُڑتے اُڑتے آٹو جائرو کے انجن میں کوئی خرابی ہو جائے اور انجن بند ہو جائے تو یہ

عام ہوائی جہازوں کی طرح لڑکھڑاتا ہوا زمین پر نہیں گرنے کا بلکہ اس کا اوپر والا پنکھا بغیر انجن کے گھومتا رہے گا۔ آٹوجائرو آہستہ آہستہ زمین پر پہنچ جائے گا اور اس کو کوئی نقصان نہ پہنچے گا۔ اوپر جاتے وقت بھی اس کا اوپر والا پنکھا شروع میں تو انجن کے ذریعے گھمایا جاتا ہے بعد میں یہ بغیر انجن کی طاقت کے خود بخود گھومتا رہتا ہے، مگر آٹوجائرو دوسرے ہوائی جہازوں جیتنا تیز نہیں دوڑ سکتا اس کی زیادہ سے زیادہ رفتار دو سو میل فی گھنٹہ ہو سکتی ہے، حالانکہ پر والے ہوائی جہازوں کی رفتار چھ سو بلکہ سات سو میل فی گھنٹہ تک پہنچ چکی ہے۔ اگر آٹوجائرو کو ڈاک لے جانے کے لئے استعمال کیا جائے تو اس کو زمین پر اترنے کی ضرورت نہیں۔ یہ ہوا میں ساکن اڑتا رہتا ہے، اور اس کے ذریعے ڈاک کا تھیلا نیچے لٹکا دیا جاتا ہے۔ بعض آٹوجائرو جہازوں میں ایک چھوٹا سا پر بھی ہوتا ہے۔ اس سے آٹوجائرو اپنا توازن ٹھیک رکھ سکتا ہے۔

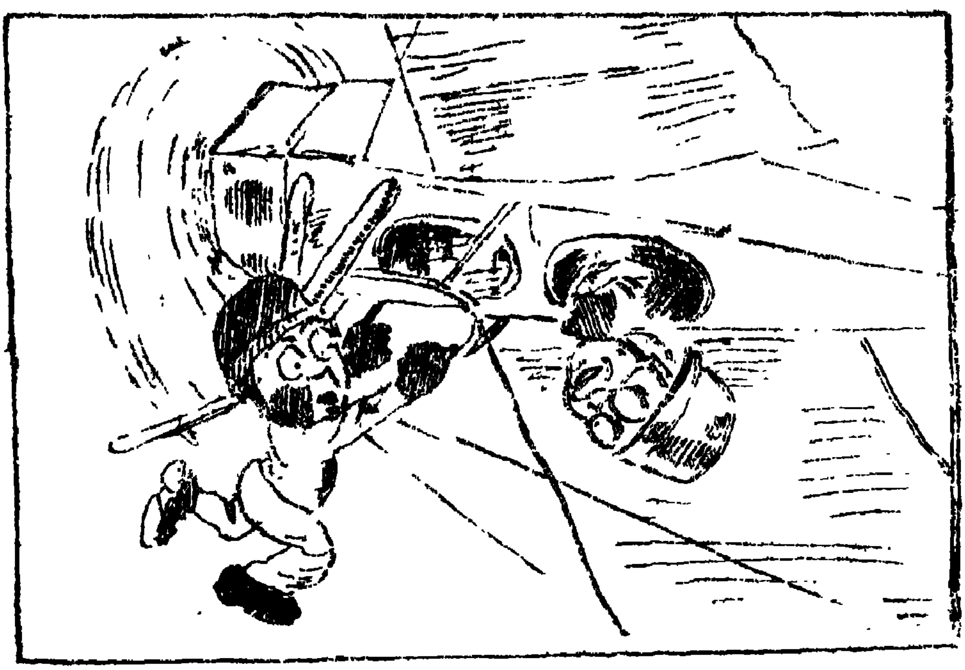
ہیلی کوپٹر HELICOPTER

آٹوجائرو کی طرح اس ہوائی جہاز میں بھی پر نہیں ہوتے۔ اس میں اور آٹوجائرو میں فرق بس اتنا ہی ہے کہ آٹوجائرو کا اوپر والا پنکھا خود بخود گھومتا ہے ہیلی کوپٹر کا اوپر والا پنکھا انجن کے زور سے گھومتا ہے۔ آٹوجائرو کی طرح اس کے بھی دو پنکھے ہوتے ہیں۔ ایک اوپر ایک آگے۔ اوپر والے پنکھے کے گھومنے سے ہیلی کوپٹر اونچا اڑتا ہے اگلے پنکھے کے گھومنے سے یہ آگے کی طرف بڑھتا ہے۔ شروع میں ہیلی کوپٹر کا انجن اتنا بھاری ہوتا تھا کہ ہیلی کوپٹر ہوا میں نہ اڑ سکتا تھا۔ مگر سنہ ۱۹۳۸ء میں ایک جرمن پروفیسر نے ایسا عمدہ ہیلی کوپٹر بنایا کہ ایک بڑے ہال کے اندر اڑتا پھرتا تھا آج کل سب ملکوں میں ہیلی کوپٹر کو بہتر بنانے کی طرف بہت دھیان دیا جا رہا ہے۔ ہر ملک کی یہ کوشش ہے کہ ہوا میں ایک آدمی کے اڑنے کے لئے ایک چھوٹا سا ہوائی جہاز



آٹوجائرو

بنایا جائے - پرانے ہوائی جہاز کا انجن خواہ کتنا ہی چھوٹا اور ہلکا بنایا جائے - اس کے پر کی لمبائی بہت بڑی ہوتی ہے - آج کل کوشش یہ ہے کہ ہوائی جہاز اتنا چھوٹا ہو کہ موٹر کے گیرج میں آجائے - ایسا ہوائی جہاز ہیلی کوپٹر ہی ہو سکتا ہے ؂



ارے ارے قلابازی کھانے
سے پہلے بتا تو دیا ہوتا

بچوں کی کوششیں

رنگ میں بھنگ

فاطمہ (عمر ۱۲ سال)

اللہ ہمارے گھر میں بہت سے بہن بھائی ہیں۔ سعیدہ اور صفیہ دو خالہ زاد بہنیں ہیں۔ سعیدہ بڑی ہے۔ یہ ہمارے ساتھ پڑھنے جاتی ہے۔ مدرسے سے لوٹ کھانا وانا کھا کر اور لوگ تو آرام کرتے ہیں ہم کھیل کود میں لگ جاتے ہیں۔ بس ایک بات ہمارے سارے کھیلوں کا مزا کرکرا کر دیتی ہے۔ ہمارے خالہ زاد بھائی محمد اسحاق بھی زبردستی ہمارے ساتھ ہو جاتے ہیں۔ یہ ہمارے کھیلوں کو بگاڑ دیتے ہیں۔ میں اور سعیدہ شور مچا کر انھیں بھگانا چاہتے ہیں مگر وہ جب تک مجھ میں اور سعیدہ میں پھوٹ نہ ڈلوا دیں وہاں سے ٹلنے کا نام نہیں لیتے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ہم اسحاق کی ایک نہیں سنتے، اور کبھی ڈاکٹری دوا خانہ کھولتے ہیں، کبھی درزی کی دکان لے بیٹھتے ہیں۔ اور خوب اپنی گڑیوں کے کپڑے سیتے ہیں۔ اور کبھی میاں اسحاق کی بدولت صرف لڑائی پر کھیل ختم ہو جاتا ہے۔

نئی صبح

(ہریش چندر مرزا پوری)

نئی صبح کا آغاز ہو رہا ہے۔ نئی نئی امیدیں تم میں پیدا ہو رہی ہیں۔ نئے نئے فرائض تمھیں بلا رہے ہیں۔ سونے والو بیدار رہو، بیدار ہونے والو کھڑے ہو جاؤ، کھڑے ہونے والو اپنے فرائض کو انجام دینے میں مصروف ہو جاؤ۔ تمھارا [illegible] ہے، تمھارا وطن تم میں سے ہر ایک فرزند سے قربانی چاہتی ہے۔

(ایک جاپانی محب وطن)

لطیفے

نوکر :- (مالک سے) کہئیے اس پرانے کوٹ کو پھینک دوں ؟

مالک :- نہیں اس کوٹ کو نہ پھینکنا ۔

نوکر :- کیوں ۔

مالک :- جب میں سال بھر کے بعد انکم ٹیکس کے افسر کے پاس جاتا ہوں تو یہی کوٹ پہن کر جاتا ہوں ۔

ایک جولاہا اور اس کا لڑکا باہر لکڑیاں کاٹنے گئے ۔ شام کو واپسی پر راستہ بھول گئے ، بہیترا تلاش کیا لیکن ناکام رہے آخر باپ غصے سے لڑکے کو مارنے لگا ، اور بولا ، ارے بے وقوف اگر میں راستہ بھول گیا ہوں تو تو گھر جا ۔

ہری کرشن ۔ قرول باغ

ایک شخص نے ایک کنواں کسی شخص کے ہاتھ فروخت کیا ۔ لیکن جب وہ اس میں سے پانی بھرنے لگا ، مزاحمت کی کہ میں نے کنواں بیچا ہے ۔ کچھ پانی نہیں بیچا ، وہ میرا ہے ۔ نوبت نالش تک پہنچی ۔ حاکم نے بیچنے والے سے کہا کہ بے شک تو نے کنواں بیچا ہے نہ پانی پس تو نے اپنا پانی اب تک اس کنوئیں میں کیوں رکھا ۔ آج ہی سب پانی نکال لے ورنہ جرمانہ کروں گا ۔ ناچار اس نے راضی نامہ داخل کیا ۔

مرزا جاوید بیگ

بادشاہ تیمور کے دربار میں ایک اچھا گویا پیش کیا گیا ۔ بادشاہ اس کے گانے سے بہت خوش ہوا ۔ اس نے پوچھا "تمہارا نام ؟" "حضور ! دولت" "دولت بھی کبھی اندھی ہوتی ہے ؟" غریب پرور دولت اندھی نہ ہوتی تو لنگڑے کے گھر کیسے آتی ؟ (تیمور لنگڑا تھا)

ایک دوست :- کیا دنیا میں بے وقوف کم ہیں ؟

دوسرا دوست :- کیوں ، کیا تم تنہا گھبراتے ہو ۔

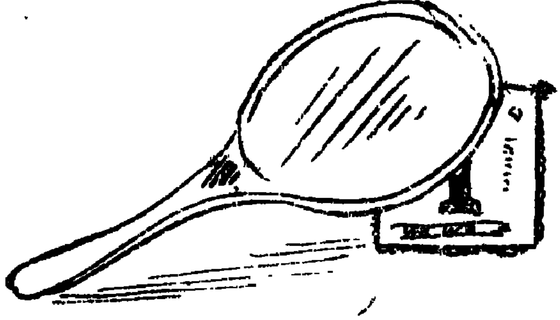
استاد :- اگر تم نے کسی کی ایک آنکھ پھوڑ دی تو اس کے ساتھ کیا سلوک کرو گے ؟

شاگرد :- اس کی دوسری آنکھ بھی پھوڑ دوں گا

استاد :- ہیں ۔ یہ کیوں ۔

شاگرد :- اس لئے کہ کانے کو لوگ ستاتے ہیں ، اور اندھے پر ترس کھاتے ہیں ۔

عبدالرحمٰن ہسپورہ



ڈاک کے ٹکٹ

مصباح الدین، محمد عبدالمغیث حیدرآباد دکن

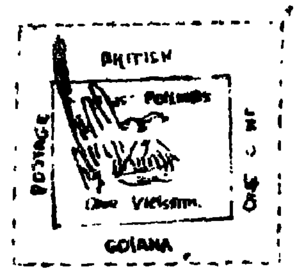
آج کل ڈاک کے ٹکٹ جمع کرنے کا شوق اتنا عام ہوگیا ہے، اتنا عام ہوگیا ہے کہ بوڑھے، جوان بچے، غریب، اور امیر سبھی اس میں مبتلا ہیں۔ امریکہ کے سابق صدر جمہوریہ آں جہانی روزویلٹ کو ڈاک کے ٹکٹ جمع کرنے کا بہت شوق تھا۔ اسی طرح انگلستان کے ایک پچھلے بادشاہ کو اس مشغلے سے بہت دلچسپی تھی۔ بڑے بڑے کروڑ پتی اپنا فرصت کا وقت اس مشغلے میں صرف کرتے ہیں۔

یورپ اور امریکہ کے بعض ملکوں میں تو ڈاک کے ٹکٹوں پر اخبارات بھی نکلتے ہیں ہم تمھیں ایک اخبار کا حال بتائیں۔ جس کا نام LINN'S WEEKLY STAMP NEWS ہے یہ ہفتہ وار ہے، اور ریاستہائے متحدہ امریکہ کے ایک بڑے شہر سڈنی سے نکلتا ہے۔ اس کی اشاعت بائیس ہزار سے بھی زیادہ ہے۔ اس میں ۲۰ پچیس صفحے ہوتے ہیں۔ اور ہر صفحہ فلسکپ سائز سے بھی بڑا اس کے باوجود اس کی قیمت سالانہ پچاس سینٹ ہے۔ سینٹ امریکہ کا ایک سکہ ہے، اور پچاس سینٹ کی قیمت تقریباً ڈیڑھ روپے کے برابر ہوتی ہے۔ تم کو اس کی قیمت سن کر حیرت ہوگی۔ مگر ہر اخبار اپنا خرچ اشتہاروں سے نکال لیتا ہے

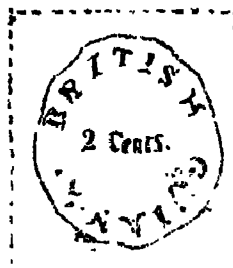
امریکہ میں ڈاک کے ٹکٹوں کی بڑی بڑی کمپنیاں ہیں جو ٹکٹ اور البم وغیرہ فروخت کرتی ہیں۔ امریکہ کے ایک شہر بوسٹن میں ڈاک کے ٹکٹوں کی کمپنی ہے، جس کا نام (H.E. HARRIS AND CO) ہے اس کمپنی میں تقریباً ۱۵۰ لوگ کام کرتے ہیں سردیوں میں تو ان کی تعداد ۲۰۰ اور ۲۵۰ تک ہو جاتی ہے۔ اس زمانے میں امریکہ میں سردیوں کی چھٹیاں ہوتی ہیں۔ لوگوں کو فرصت

ہوتی ہے۔ اور اُس مشغلے میں زیادہ وقت
صرف کرتے ہیں، اور زیادہ ٹکٹ خریدتے
ہیں۔ اس وجہ سے کمپنی میں کام بڑھ جاتا
ہے
یہ کمپنی ہر سال ٹکٹوں کی فہرست

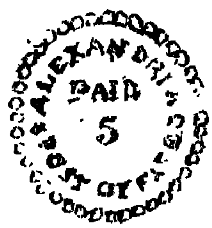
حصہ ان لوگوں کے پاس چلا جاتا ہے، جن کو
ٹکٹ جمع کرنے کا شوق نہیں ہوتا، اور وہ
انھیں ردی سمجھ کر پھینک دیتے ہیں۔ اس کے
بعد جو ٹکٹ بچتے ہیں، اُن کی تعداد کم اور
مانگ زیادہ رہتی ہے، اور اس طرح ان



برٹش گائنا
قیمتی ۵۰۰۰۰ ڈالر



برٹش گائنا
قیمتی ۱۷۰۰۰ پونڈ



اسکندریہ ڈی لے
قیمتی ۱۵۰۰۰ ڈالر

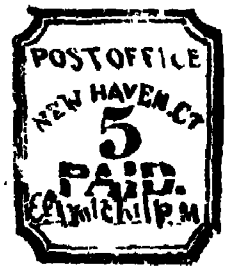
انگریزی، فرانسیسی، جرمن اور اسپینی زبان
میں چھاپتی ہے۔ یہ آرٹ پیپر پر چھاپی جاتی
ہے۔ اور اس میں تصویریں بھی ہوتی ہیں
یہ فہرست مفت دی جاتی ہے۔
ڈاک کے ٹکٹوں کی قیمتیں ہر سال بڑھتی
رہتی ہیں۔ بعض ملکوں کے ٹکٹ بہت تھوڑی
تعداد میں چھپتے ہیں۔ اُن کا نصف سے زیادہ

کی قیمتیں بڑھ جاتی ہیں۔ اب ہم تم کو چند
قیمتی ٹکٹوں کا حال بتائیں گے۔
۱۔ سب سے قیمتی ٹکٹ برٹش گیانا
کا ہے۔ اس کی قیمت ڈیڑھ لاکھ روپے
ہے۔ ۱۸۷۲ء میں برٹش گیانا کے ایک
لڑکے کو یہ ایک پرانی دستاویز میں ملا
اس نے تقریباً ساڑھے چار روپے میں

فروخت کردیا۔ یہ ایک سینٹ کا ٹکٹ ہے اور ۱۸۵۶ء میں جاری ہوا تھا۔ دنیا میں بس یہ ایک ہی ٹکٹ ہے۔

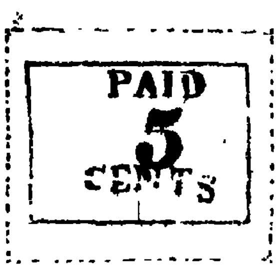
دوسرا ٹکٹ (MURITIUS) کا ہے یہ بحر ہند کا ایک جزیرہ ہے۔ یہ ٹکٹ ۱۸۴۷ء

گیا تھا۔ جب چند ٹکٹ فروخت ہوگئے تو ڈاک خانے کو اپنی غلطی کا احساس ہوا، اور اُن ٹکٹوں کو منسوخ کر کے نئے ٹکٹ جاری کئے گئے۔ اس کی قیمت ساٹھ ہزار ہے، اور ایسے ٹکٹ بس دنیا میں دو ہیں۔



نیوہیون کون

قیمتی ۱۰۰۰۰ ڈالر



بوسکوولین ان اچ

قیمتی ۶۰۰۰ ڈالر

میں جاری ہوا تھا، اس وقت یہاں ایک نیا انگریز گورنر آیا تھا، اس کی بیوی کو ایک ناچ گانے کی محفل میں دعوت دی گئی تھی۔ اس جشن کی تقریب میں یہ ٹکٹ جاری ہوا تھا، چونکہ یہ ٹکٹ جلد ہی تیار کیا گیا تھا، اس لئے ٹکٹ پر بجائے (POST PAID) لکھنے کے (POST OFFIC) لکھ دیا

۳۔ تیسرا اسپین کا ٹکٹ ہے۔ یہ ۱۸۵۱ء میں جاری ہوا۔ چند ٹکٹ بجائے لال رنگ میں شائع ہونے کے نیلے رنگ میں شائع ہوگئے یہ ٹکٹ بھی بس دو ہی ہیں۔ ان کی قیمت ۱۲۵۰ ڈالر ہے۔

یہاں پر یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اگر ٹکٹوں میں کوئی غلط لفظ لکھ دیا جائے

یا یہ غلط رنگ میں شائع ہو جائیں۔ تو ان کی قیمت بڑھ جاتی ہے۔ اگر تم کو کہیں پرانا لفافہ یا کوئی خط مل جائے تو ٹکٹ کو لفافہ یا خط سے علیحدہ مت کرو جب تک تمھیں اس کی ٹھیک قیمت نہ معلوم ہو جائے۔ ممکن ہے یہ کوئی قیمتی ٹکٹ ہو جس سے تمھیں لاکھوں روپے مل جائیں..! ۔ اگر یہ خط پر یا لفافے پر لگا رہے تو اس کی قیمت زیادہ ہو گی۔

اکثر ملکوں میں ٹکٹوں والے لفافے بھی جمع کرنے کا شوق عام ہو گیا ہے۔ ریاستہائے متحدہ امریکہ میں ہر سال بیسیوں نئے قسم کے ڈاک کے ٹکٹ نکلتے رہتے ہیں۔ جب کبھی نئے ٹکٹ نکلتے ہیں تو مختلف کمپنیاں لفافوں پر خاص خاص تصویریں چھاپتی ہیں۔ لوگ انھیں خریدتے ہیں۔ جس دن یہ نکلتے ہیں لوگ انھیں خریدتے ہیں اور اسی دن ان لفافوں پر نئے ٹکٹ لگا کر ایک دوسرے کو بھیجتے ہیں۔ پہلے دن ایسے لفافے جو ڈالے جاتے ہیں ان پر ایک مُہر لگائی جاتی ہے جس پر یہ لکھا ہوتا ہے (FIRST DAY OF ISSUE)

(۱) چند قیمتی ٹکٹ

(۲) FIRST DAY COVER جو روزولٹ کی یادگار میں HONDUROS کی حکومت کی طرف سے شائع ہوا۔

(۳) FIRST DAY COVER کی تصویر NEW MEXICO کی فتح کی یادگار میں شائع ہوا

جوبلی نمبر پیام تعلیم کا جوبلی نمبر ملا، مدت سے ضخیم پرچے کے لئے آنکھیں ترسی ہوئی تھیں۔ پیام تعلیم کا اتنا ضخیم پرچہ دیکھ کر وہ زمانہ یاد آگیا جب ہم اس کے سال گرہ نمبر کے لئے بیتاب رہتے تھے۔ اور پھر سال گرہ نمبر جب ہاتھ لگتا تو ایک ہی بیٹھک میں اُس کے تمام مضامین پڑھ لینے کی کوشش کرتے بالکل اسی طرح اس مرتبہ بھی غیر شعوری طور پر جوبلی نمبر کا استقبال کیا۔ تمام مضامین پڑھے، کہانیاں پڑھیں ان تمام چیزوں کو دیکھنے کے بعد ان تمام مصیبتوں اور تکالیف کا خاکہ ذہن میں کھنچ آیا جن کو برداشت کرکے آپ نے جوبلی نمبر شائع کیا ہے۔ پیام تعلیم سے اپنے قدیم خلوص کی بنا پر دلی مبارک باد پیش کرتا ہوں

محمد غوث انصاری

جوبلی نمبر کی بہت تھوڑی کاپیاں رہ گئی ہیں، جن پیامیوں کے پاس نہیں ہیں جلدی سے منگا لیں قیمت عام ۔ نئے خریداروں سے عہ۔



پُرانا ساتھی

غلام یزدانی بی اے

مجھے اس وقت وہ زمانہ یاد آرہا ہے جب میں چوتھی جماعت میں پڑھتا تھا۔ ایک دن میں نے اپنے ایک ہم جماعت کے پاس پیامِ تعلیم دیکھا اور مجھے اس قدر پسند آیا کہ دوسرے ہی دن میں نے کسی نہ کسی طرح امی کو راضی کرکے ڈھائی روپے وصول کرلئے، اور پیامِ تعلیم کا مستقل خریدار بن گیا۔ اس واقعے کو تقریباً دس گیارہ سال ہوگئے ہیں۔ اور وہ دن ہے اور آج کا دن پیام برابر ہمارے ہاں چلا آرہا ہے۔ آج اس دس گیارہ سال کے عرصے کی مختصر تاریخ میں آپ کو سناتا ہوں۔

میری کتابوں کی الماری میں ایک خاص حصّہ ہے جس میں میں نے بڑی احتیاط اور حفاظت سے وہ کتابیں جار رکھی ہیں جو مجھے پیامِ تعلیم کی طرف سے مختلف انعامی مقابلوں میں ملی ہیں۔ یہ تعداد میں تقریباً بیس، اکیس ہیں جن میں سے کچھ رنگ بھرنے کے انعامی مقابلوں میں ملیں، اور کچھ مضمون نگاری کے مقابلوں میں۔ یہ کتابیں مجھے بہت پیاری ہیں اور میں کبھی کسی کو پڑھنے کے لئے بھی یہ کتابیں نہیں دیتا۔ اس کی دو وجہیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ یہ مجھے انعام میں ملی ہیں اور ہر انعامی چیز عزیز ہوتی ہے اور دوسرے یہ کہ یہ اس زمانے کی یادگار ہیں جب مجھے پہلے پہل مضمون نگاری اور ڈرائنگ کا شوق پیدا ہوتا جب کبھی میں ان کتابوں کو دیکھتا ہوں تو مجھے اپنی وہ ابتدائی کوششیں یاد آجاتی ہیں۔ اور میرا دل پیامِ تعلیم کی محبت سے بھر جاتا ہے کیوں کہ یہ میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ فنونِ لطیفہ اور ادب سے میری دلچسپی حقیقت میں صرف پیام ہی کی پیدا کی ہوئی ہے۔ میں اس دن کو کبھی نہیں بھول سکتا، جب میرا سب سے پہلا مضمون "جغرافیہ" پیامِ تعلیم میں چھپا تھا۔

ان کتابوں کے علاوہ جو میرے لئے بہت قیمتی ہیں اسی الماری میں ایک طرف میرا ٹکٹوں کا البم رکھا رہتا ہے، اور یہ کہتے ہوئے مجھے اس وقت فخر محسوس ہوتا ہے کہ اس کی تاریخ

بھی پیام تعلیم کی تاریخ سے وابستہ ہے۔ پیام ہی نے سب سے پہلے مجھے ٹکٹ جمع کرنا سکھایا اسی کے ذریعے میں نے بیسیوں دور دراز کے رہنے والے قلمی دوستوں سے خط و کتابت کی۔ ان کے ملکوں کے حالات اور رسم و رواج معلوم کئے اور ٹکٹوں کا تبادلہ کیا۔ یہ سب آج پیام ہی کا طفیل ہے کہ اس وقت میرے پاس تقریباً تین ہزار ٹکٹوں کا عمدہ ذخیرہ موجود ہے کبھی کبھی فرصت کے اوقات میں جب یہ پرانے خط اور پیام برادری کی ان گذشتہ سرگرمیوں کے حالات پڑھتا ہوں تو اس پُرمسرت زمانے کا نقشہ آنکھوں میں پھر جاتا ہے اور مرحومہ آپا جان کی رنج دہ یاد تازہ ہو جاتی ہے۔

تقریباً چھ سال تک پیام میرے نام آتا رہا اس کے بعد میں نے اُسے چھوٹے بھائی جیلانی کے نام منتقل کرا دیا کیونکہ ان کا سخت اصرار ہوا کہ پرچہ اُن کے نام ہو جانا چاہیے چنانچہ اس وقت سے اب تک یہ اسی کے نام آ رہا ہے لیکن اب ہمارے گھر میں اس کا ایک تیسرا دعوے دار پیدا ہو گیا ہے، اور وہ ہے میری چھوٹی بہن تسنیم۔ جب سے اسے لکھنا پڑھنا آ گیا ہے۔ پیام بس اسی کا ہو گیا ہے۔ بڑی شدت سے وہ مجھ سے لڑ رہی ہے کہ یہ اس کے نام کیوں نہیں آتا۔ ادھر پیام آتا ہے، اور اُدھر وہ اور اس کی چھوٹی بہن تسنیم سب کھیل کود چھوڑ کر اسے لے بیٹھتی ہیں، اور اُٹھنے کا نام نہیں لیتیں۔ جوبلی نمبر کو دیکھ کر تو بس کچھ نہ پوچھئے کہ اُن کی خوشی کا کیا عالم ہے، سارا گھر سر پر اُٹھا رکھا ہے۔

آج میں پھر بڑی مسرت کے ساتھ آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ براہِ کرم آئندہ سے پیام تعلیم کو تسنیم پروین کے پتے پر روانہ فرمایا کریں۔

مجھے امید ہے کہ وہ دن بھی جلد آنے والا ہے جب اسی قسم کی درخواست مجھے پھر ایک مرتبہ آپ سے کرنی ہوگی۔ کیونکہ چند سال بعد پیام تعلیم پر تسنیم کا حق ہو جائے گا ✽





پیام برادری

اس مہینے سیال کوٹ اور ایبٹ آباد کے سوا کسی شاخ نے اپنے ہاں کی رپورٹ نہیں بھیجی۔ شاخوں کے ناظموں نے شاید اس طرف توجہ نہیں کی۔ سب شاخیں ہمیں مہینے کے مہینے اپنی رپورٹیں بھیجتی رہیں تو ہمیں بہت سہولت ہو۔ رپورٹیں زیادہ سے زیادہ پندرہ تاریخ تک ہمارے پاس پہنچ جانی چاہئیں۔ ورنہ دوسرے مہینے کے پرچے میں چھپ سکیں گی۔ ان شاخوں کو الگ الگ بھی خط لکھے گئے ہیں۔

کہیں سردی کی وجہ سے تم نے برادری کے مشغلوں کو ملتوی نہیں کر دیا۔ ہاں بھئی سردی تو اب کے بہت پڑی کشمیر میں تو ٹیلیگراف اور ٹیلیفون کے کھمبے ٹوٹ گئے۔ راستے تک بند ہو گئے۔ یورپ میں تو یوں سمجھو بارھوں مہینے ٹھنڈ رہتی ہے۔ مگر اب کے وہاں بھی بہت کڑاکے کا جاڑا پڑا۔ کئی ملکوں میں خصوصاً جرمنی میں پارہ صفر سے بھی کئی درجے نیچے آگیا۔ جرمنی تم جانو ہارا ہوا ملک ہے۔ بمباری کی وجہ سے جو گھر ٹوٹ پھوٹ گئے تھے وہ ابھی تک ٹھیک نہیں ہوئے ہیں۔ لوگ انھی ٹوٹے پھوٹے گھروں میں رہتے ہیں۔ پھر ایسی گلن کی سردی میں ایندھن کا کال، نتیجہ یہ کہ بے شمار لوگ یوں ہی ٹھٹھر کر رہ گئے۔

مگر ایک بات ہے سردی کے موسم میں کام خوب ہوتا ہے۔ تمھاری پڑھائی بھی اسی زمانے میں زیادہ ہوتی ہے کھیل کود کا زور بھی سردیوں ہی میں ہوتا ہے۔ آج کل جگہ جگہ کلکتہ، بمبئی، لکھنؤ، دلی، مدراس وغیرہ میں کرکٹ، فٹبال ہاکی، ٹینس وغیرہ کے خوب میچ ہو رہے ہیں۔ تم بھی اس زمانے میں اپنی برادری کا کچھ کام کر ڈالو۔ قرول باغ کی پیام برادری اور بچوں کا کلب تو ان دنوں بہت کام کر رہے ہیں۔ ان کے ہاں آج کل، ہاکی کیرم وغیرہ کے ٹورنامنٹ ہو رہے ہیں۔ انھوں نے سب سے پہلے ایک جلسہ کیا جس میں دہلی کے قریب تمام مدرسوں کے نمائندے شریک ہوئے سب نے مل کر ٹورنامنٹ کے قانون بنائے۔ قرول باغ پیام برادری کے صدر عزیزی عبدالحفیظ سلمہٗ نے ایک پیام بھی سنایا۔ اس پیام میں عزیزی حفیظ میاں نے یہ امید ظاہر کی ہے کہ پوری دہلی میں بچوں کے کلب کا جال پھیل جائے، اور پھر سارے ہندوستان میں ہماری اور ہمیں تو یقین ہے کہ تمھاری بھی دلی دعائیں ان کے ساتھ

ہیں۔ ٹورنامنٹ کا نتیجہ اگلے مہینے شائع ہوگا۔

پیام برادری سلہٹ (ایبٹ آباد) کی رپورٹ نیچے شائع کی جاتی ہے:۔

پیام برادری سلہٹ کا پانچواں جلسہ ٹھیک دس بجے عبدالکریم فاروقی کی صدارت میں شروع ہوا۔ کلام پاک کی تلاوت کے بعد ناظم نے اخلاق پر ایک تقریر کی یعنی ہر لڑکے کو اپنے اخلاق ٹھیک رکھنے چاہئیں۔ خصوصاً پیام برادری کے ممبروں پر بہت بڑی ذمے داری ہے۔ انھیں دوسروں کے سامنے اپنے کو نمونہ بن کر دکھانا ہے۔ اس لئے پیامیوں کے اخلاق بہت اونچے ہونے چاہئیں۔ اس کے بعد طے ہوا کہ سب ممبر کچھ نہ کچھ ضرور بولیں۔ محمد سرور نے ایک کہانی، مختار الٰہی نے چند لطیفے سنائے پھر صدر صاحب کی تقریر ہوئی۔ آپ نے فرمایا کہ ہم نے جو نظام قائم کیا ہے سختی سے اس کے پابند رہیں۔ اس تقریر کا جلسے پر بہت اچھا اثر ہوا۔

صدر صاحب کے بعد محمد سرور نے چند معلومات، فضل الرحمن نے انگریزی کہانی، مختار الٰہی، فضل نے انگریزی نظمیں، اور منظور نے نعت سنائی۔

نائب صدر اپنے کام میں غفلت برت رہے تھے اس لئے انھیں اس عہدے سے معزول اور برادری سے الگ کر دیا گیا۔ ان کی جگہ باتفاق آراء محمد اقبال قریشی کا نام منظور کیا گیا۔ ممبروں کو جلسے میں بلانے کی خدمت محمد سرور اور مختار الٰہی کے سپرد کی گئی۔ صدر صاحب دو جلسوں میں شریک نہ ہو سکے تھے، ان پر دوگنا جرمانہ (۴ر) کیا گیا۔

پھر پیام لائبریری کا مسئلہ پیش ہوا۔ ناظم نے اور صدر صاحب نے وعدہ کیا کہ وہ اپنی اپنی لائبریریاں پیام لائبریری کے ماتحت کر دیں گے۔ اسی سلسلے میں کچھ چندہ بھی ہوا۔ صدر اور ناظم نے چار چار روپے دئے۔ اقبال قریشی، مختار الٰہی، حفیظ، اصغر، عزیز محمد نے ایک ایک روپیہ۔ محمد سرور نے ۸ر۔ کل ۱۳ جمع ہوئے۔

جلسہ دو بجے جاگو اور جگاؤ کے پرجوش نعروں کے ساتھ برخاست ہوا۔ محمد رفیق الٰہی ناظم۔ صدر صاحب

صدر پیام برادری سیال کوٹ نے یہ خط بھیجا ہے۔

ممبری کے کچھ فارم روانہ کئے جاتے ہیں۔ میں نے یہ ممبر اس طرح بنائے ہیں کہ میں روزانہ ان میں یہ جذبہ پیدا کرتا رہا کہ بھائی جس طرح تعلیم یا والدین کی خدمت تم پر فرض ہے اسی طرح اور دوسری دلچسپیاں بھی کم اہم نہیں ہیں اب ان سماجی دلچسپیوں میں کیا کیا چیزیں آتی ہیں۔ مثلاً فرصت کے وقت کوئی دلچسپ مشغلہ لے بیٹھنا جیسے ٹکٹ پر دیا سلائیوں کے لیبل جمع کرنا، مضمون لکھنا، تحریر و تقریر کی عادت ڈالنا۔ دوسروں کے ساتھ مل کر کام کرنا، اور دوسروں کے ساتھ رواداری برتنے کا جذبہ پیدا کرنا۔ انھیں یہ بھی بتایا کہ اگر ہم پیام برادری کے ماتحت روزانہ اکٹھے ہوں گے تو کیا فائدہ ہوگا۔ آپ یہ سن کر خوش ہوں گے کہ جن ساتھیوں کے فارم میں آپ کو بھیج رہا ہوں وہ میری بات

کو اچھی طرح سمجھ گئے ہیں۔ اور ان میں اور دوسری باتوں کے علاوہ باہمی اتحاد و محبت کا جذبہ پیدا ہو گیا ہے۔ یہی تجربہ اب دوسرے لڑکوں کے ساتھ کیا جائے گا۔ اور جب وہ خوب پختہ ہو جائیں گے تو برادری کا ممبر بنایا جائے گا۔ اس طرح کام کچھ آہستہ ہوتا ہے مگر جو کچھ ہوتا ہے اس کی بنیادیں بہت مضبوط ہوتی ہیں۔

جب کافی ممبر بن جائیں گے تو سب سے پہلا کام یہ ہوگا کہ ان میں نظم اور ڈسپلن پیدا کیا جائے گا اور یہ کام جامعہ ہاکا ڈننگ کے ذریعے ہوگا۔ ہاں بچوں کا کلب بھی قائم کیا جائے گا۔ کریں گے یہ کہ بچوں کے کلب کے تحت کسی دن ہاکی کا پروگرام رکھ لیا کسی دن عام معلومات کا جس میں ان سے مثلاً پوچھا کہ پنجاب کا وزیر اعظم کون ہے یا پنجاب ..... میں کل کتنے ممبر ہیں یا اسی طرح دوسرے سوال۔ غرض کسی دن کھیلنے کا کسی دن باغ میں جانے کا کسی چھٹی کے دن دیہات میں جانے کا۔ کسی دن یہ کیا کہ کوئی مضمون دے کر فقرے بنوائے تاکہ انھیں لکھنے کی صلاحیت پیدا ہو۔ پیام لائبریری پہلے سے قائم ہے۔ اس میں سے لڑکوں کو کتابیں دی جائیں گی۔ ان پڑھ بالغوں کو پڑھانا، ساتھیوں سے بیماروں کی تیمارداری کرانا بھی ہمارے پروگرام میں شامل ہے۔

ظہور الٰہی فاروقی۔ صدر پیام برادری۔ سیال کوٹ۔

ظہور الٰہی صاحب کے یہ ارادے بہت اچھے ہیں۔ ان کے کام کا طریقہ بھی ہمیں پسند ہے۔ اس طرح جو پیامی بھی تیار کریں گے وہ اس اچھے کام میں ان کے بہت پرجوش اور مخلص مددگار ثابت ہوں گے۔ ظہور صاحب نے ان پیامیوں کے نام بھی بھر کر بھیجے ہیں:۔

نام	درجہ	عمر	شوق
۱۔ ویرندر کمار	جماعت نہم	۱۳ سال	.. ..
۲۔ اودے بان پوری	" "	۱۳ "	ہاکی
۳۔ سریندر سنگھ	" "	۱۵ "	کہانیاں پڑھنا
۴۔ ہربنس سنگھ	" "	۱۴ "	ہاکی و بیڈ منٹن
۵۔ نثار احمد	" "	۱۱½ "	ملک کی خدمت
۶۔ جے پال	" "	۱۲½ "	کھیلنا، پڑھنا
۷۔ اندھیر سنگھ ناگرہ ناز	" ہشتم	۱۳ "	کھیلنا، ورزش اور صحت
۸۔ جسونت راج	" نہم	۱۵ "	رسالے پڑھنا

نئی کتابیں

کرشن کنھیا مقبول احمد نظامی سیوہاروی نے بچّوں کے لئے سری کرشن جی پر بہت ہی دلچسپ انداز میں یہ کتاب لکھی ہے۔ مقبول صاحب کو بچّوں کی زبان لکھنے کا اچھا سلیقہ ہے۔ اس کتاب میں انھوں نے اس انداز کو خوب نبھایا ہے۔ کتاب کی لکھائی، چھپائی کاغذ سبھی چیزیں اچھی ہیں۔ ۵ر میں اسلامی کتاب گھر سیوہارا ضلع بجنور سے مل سکتی ہے۔

بولتی چیزیں یہ چند کہانیاں راج محل پبلشرز کے لئے کندن لال صاحب ایم۔اے نے مرتب کی ہیں۔ پہلی کہانی "بولتی چیزیں" ایڈیٹر پیام تعلیم کی ہے۔ ایک خود مرتب کی، ایک راجا مہدی علی خاں، ایک غوث انصاری، ایک لطیف فاروقی کی اور ایک ولاگو سوامی کی۔ کہانیاں سب دلچسپ ہیں۔ کندن لال صاحب کا دیباچہ بھی خوب "بولتا ہوا"۔ کتاب چھوٹے سائز پر چھپی ہے۔ کاغذ گھٹیا ہے۔ لیکن لکھائی چھپائی بہت اچھی ہے۔ ٹائٹل خوب صورت دو رنگا۔ ضخامت ۴۶ صفحے۔ ۷ر میں راج محل پبلشرز جموں کشمیر سے مل سکتی ہے۔

بچّوں کے افسر حضرت افسر میرٹھی ہندوستان کے مشہور شاعر ہیں۔ انھوں نے بچّوں کے لئے بھی بہت اچھی اچھی نظمیں لکھی ہیں۔ یہ نظمیں بچّوں میں اتنی مقبول ہیں اتنی مقبول ہیں کہ وہ انھیں بس اپنا شاعر سمجھتے ہیں۔ **مکتبہ جامعہ** نے ان کی ان مزیدار نظموں کا ایک مجموعہ شائع کیا ہے۔ بہت آب و تاب سے۔ بچّوں کی آسانی کے لئے اس کے دو حصّے کر دئے ہیں۔ ایک سات برس تک کے بچّوں کے لئے ایک ۷ سے ۱۴ برس تک کے بچّوں کے لئے۔ ان نظموں میں بچّوں کی زبان ہے، بچّوں کے جذبات ہیں۔ بچّوں کی خاطر افسر صاحب خود بچّہ بن گئے ہیں۔ ایسے کہ انھی میں سے ایک معلوم ہوتے ہیں۔ کتاب کی ضخامت ۸۰ صفحے لکھائی چھپائی اچھی خاصی، ٹائٹل دو رنگا۔ ۱۲ر میں مکتبہ جامعہ دہلی، قرول باغ سے مل سکتی ہے۔


خاکی
رنگ بھرو

بچوں کی کتابوں کے نئے ایڈیشن

مذہبی کتابیں

چالیس حدیثیں	۵ر	ہمارے رسول	۱۰ار	دس جنتی	۱۰ار
اچھی باتیں	۶ر	ہمارے نبی	۴ر	عقائد اسلام	۴ر
مسلمان بیبیاں	۶ر	نبیوں کے قصے	۱۰ار	ارکان اسلام	۴ر
چار یار	۴ر	خلفائے اربعہ	۴ر	محاسن اسلام	[illegible]

معلومات

دہلی	۸ر	سمندر کا عجائب خانہ	۸ر	سوم۔ دنیا کے بچے	۱۰ر
بچوں کا البم	۴ر	ہندوستانی کھیل	۸ر	چہارم۔ دنیا کے بسنے والے	۱۰ر
مزیدار پہیلیاں	۷ر	تاریخ ہند کی کہانیاں اول، دوم	[illegible]	اسلامی تاریخ کی سچی کہانیاں اول، دوم	[illegible]

ڈرامے

قوم پرست طالب علم	۶ر	کایا پلٹ	۴ر	دیانت	۵ر
بچوں کا انصاف	۵ر	چور لڑکا	۵ر	جھوٹے سچے دوست	۵ر
اسکول کی زندگی	۶ر	جھوٹا لڑکا	۳ر	پریم کی جیت	۴ر
		شریر لڑکا	[illegible]		

نظمیں

بچوں کے حالی	۴ر	نئی کہانیاں	۵ر
بچوں کے اسماعیل	۱۰ار	گھی شکر	۵ر
بچوں کی نظمیں	۸ر	بچوں کا کھلونا	۲ار
قومی نظمیں	۱۱ر		

یہ کیا چیل کوّے کی ٹانگ بنا کر دھر دی؟

ماسٹر صاحب اسی لیے تو روز خفا ہوتے ہیں کہ تمھارا خط خراب ہے۔ تمھیں اچھا لکھنا نہیں آتا۔ اگر ایسا ہے تو پریشانی ہونے کی کوئی بات نہیں۔ ان خوش خطی [illegible] منگالو۔ اس پر مشق کیا کرو جلد ہی حرف ٹھیک ہو جائیں گے

قیمت حصہ اول ۴ر، حصہ دوم ۴ر، حصہ سوم ۴ر، حصہ چہارم ۴ر

مکتبہ جامعہ
دہلی۔ لکھنؤ۔ بمبئی



قصے کہانیاں

پہلا درجہ

پھر چگوں کیا خاک	۸ر	بی مینڈکی اور کوا	۷ر	پکڑدم کٹے کو	۸ر
لومڑی کا گھر	۸ر	بندر اور نائی	۹ر	پان کھا کر طبلہ بجا کر	۸ر
جادو کا گھر	۸ر	ہیپو جیپو	۸ر	تاک دنا دن تا کے	۸ر
		تارا دھرمی تارا	۸ر		

دوسرا درجہ

ننھی مرغابی	۵ر	لومڑی اور خرگوش کی لڑائی	۵ر	ایک کچوری تیل میں	۷ر
بچوں کی کہانیاں	۵ر	جادو کا جہاز	۵ر	خرگوش کا ہونٹ	۵ر
پرندوں کا ایکا	۳ر	جو تیرا چلو بھر خون نہ پیا ہو	۷ر	خربوزہ شہزادے کا سر بن گیا	۵ر
ننھا ٹٹو	۵ر	جنگل کا راجا	۵ر	مزا چکھائیں گے	۵ر

تیسرا درجہ

لال مرغی	۶ر	پوری کڑھائی سے نکل بھاگی	۶ر	قرقر	۵ر
جگو کی بلی	۶ر	شہزادی گلفام	۵ر	چتو متو	۵ر
مرغی اجمیر چلی	۵ر	چھوٹا چمو	۵ر	چنبیلی	۵ر
تانبیل خاں	۵ر	شریر سوتی	۵ر	چھوٹی لالٹین	۵ر

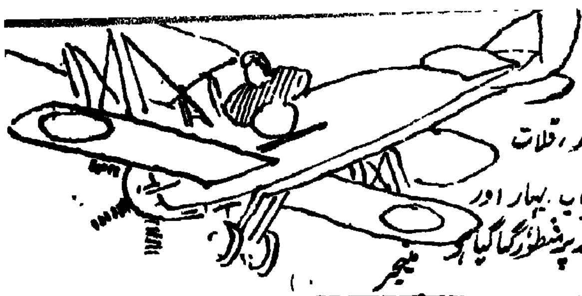
چوتھا درجہ

نیت کا پھل	۷ر	چھدو	۸ر	بے کاری	۸ر
شیدلا	۷ر	انعامی مقابلہ	۸ر	شہزادہ اور ٹھگ	۸ر

پانچواں درجہ

شہزادی گلنار	۷ر	ترکوں کی کہانیاں	۸ر	ہمت کے پھل	۲
عقاب	۸ر	دو بھائی	۸ر	چوہوں کی کانفرنس	۵

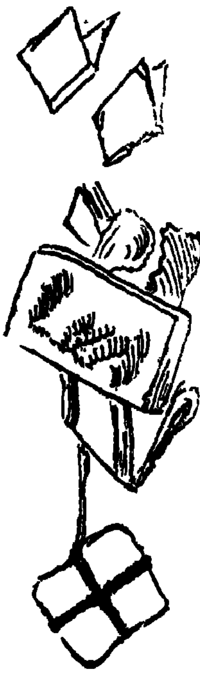
مکتبہ جامعہ : دہلی، لکھنؤ، بمبئی



پیام تعلیم

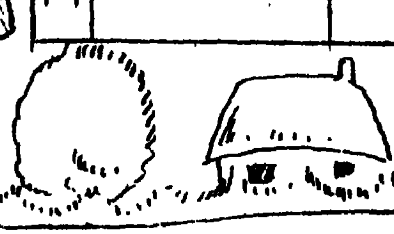
دہلی، یوپی، سی پی، برار، میسور، قلات
بنگال، رام پور، حیدرآباد، سندھ، کشمیر، پنجاب، بہار اور
سرحد کے محکمہائے تعلیم کی طرف سے سرکاری طور پر منظور کیا گیا ہے
منیجر

جلد ۲۸ | مارچ سنہ ۴۷ء | نمبر ۶



ایڈیٹر
محمد حسین حسان





قیمت سالانہ عہ فی پرچہ ۴ر
ہندوستان سے باہر للعہ

پرنٹر پبلشر ڈاکٹر سید عابد حسین ایم اے پی ایچ ڈی۔ دیال پریس دہلی

بچوں سے باتیں

جوبلی نمبر میں ایک مضمون چھپا تھا "ولیوں کی باتیں" یہ ایک مذاقیہ کہانی ہے۔ ایسے قصّے اور کہاوتیں ہر قوم کے بارے میں مشہور ہیں۔ جیسے سِکھوں کی شیخی پٹھانوں کی طرح، شیخ لائے ڈنڈا پٹھان گئے ڈر۔

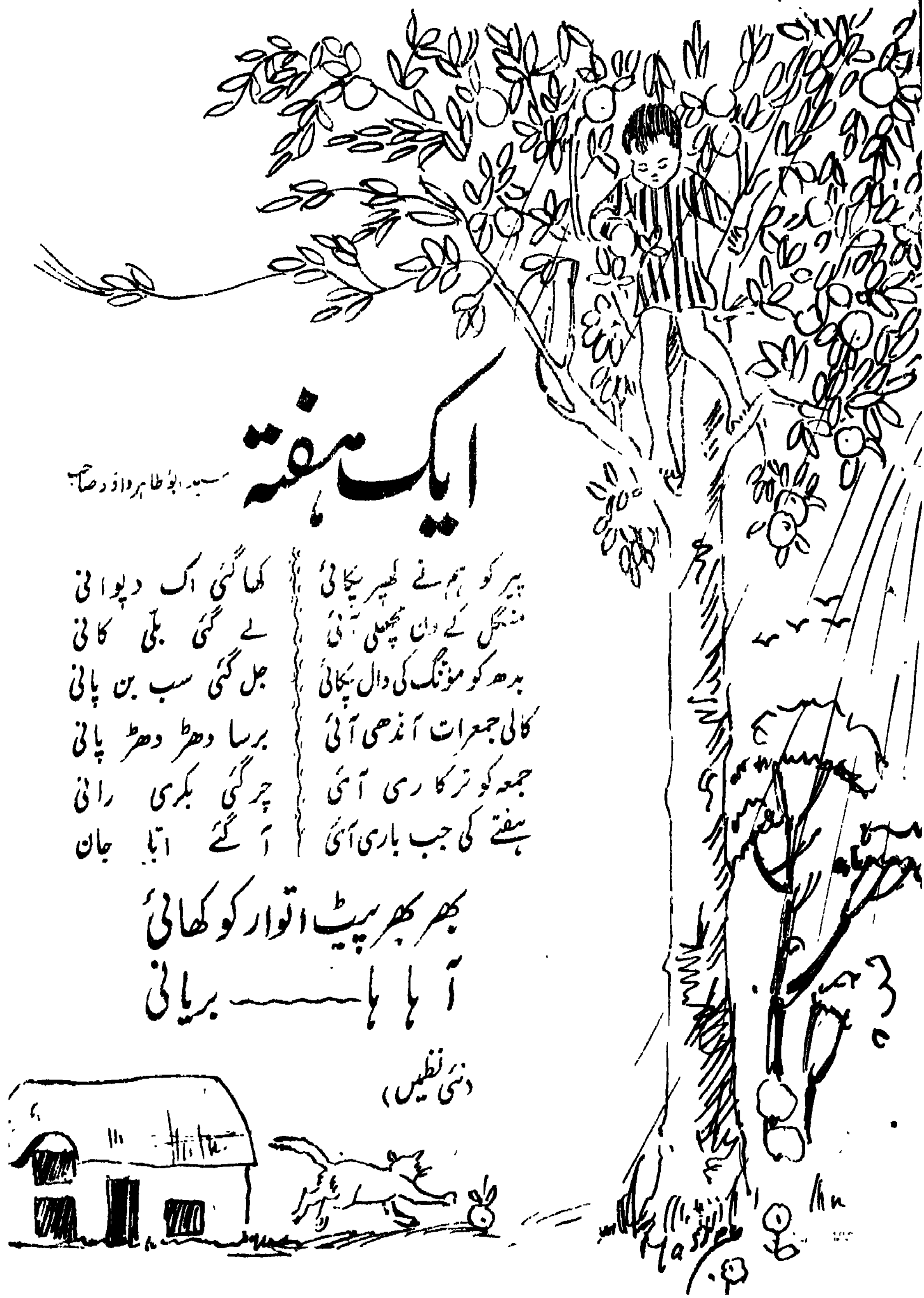
مگر یہ معلوم کر کے تعجب ہوا ہمارے بعض بھائیوں کو اس مضمون سے شکایت پیدا ہوئی جنہوں نے اپنے خطوں میں ہمیں شکایت لکھی ہے اور اب شکوہ اخبار میں بھی آگیا ہے۔

مضمون شائع کرتے وقت ایڈیٹر یا مضمون نگار کے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہ تھی۔ تاہم اپنے ان بھائیوں کی شکایت سر آنکھوں پر۔ آئندہ اس معاملے میں زیادہ احتیاط رکھی جائے گی اور انشاءاللہ انہیں شکایت کا موقع نہ ملے گا

پچھلی فروری میں ہمارا تعلیمی مرکز پورے مہینے بچوں کی دلچسپیوں کا مرکز بنا رہا۔ مدرسے کی انجمن کے انتخاب ہوئے۔ پھر مسند نشینی کا جلسہ ہوا بہت شاندار۔ بچوں کا کلب اور پیام برادری کی طرف سے کھیلوں اور تقریروں کے انعامی مقابلے اور تقسیم انعام کا شاندار جلسہ۔

اور ہاں بھئی یوم حالی کو تو ہم بھول ہی گئے تھے ابتدائی ششم (تعلیمی مرکز) کے بچوں نے جناب اکرم صاحب کی نگرانی میں مولانا حالی کا منصوبہ چلایا تھا۔ بچے رات دن اسی میں لگے رہے۔ کام پورا ہو گیا تو ۲۳ فروری کو ایک جلسے میں باقاعدہ اس کی نمائش کی گئی بچوں نے مولانا پر مضمون پڑھے اور نظمیں پڑھیں۔ جلسہ بہت کامیاب رہا۔ تفصیلی حالات اگلے پرچے میں۔

کئی اچھے اچھے مفید مضمون گنجائش کی کمی کے سبب اس پرچے میں نہ چھپ سکے اگلے پرچے میں چھپیں گے۔ ہمیں امید ہے کہ اس پرچے کے مضمون تمھیں بہت پسند آئیں گے ؎



ایک ہفتہ

سید ابو طاہر داؤد صاحب

پیر کو ہم نے کھیر پکائی
کھا گئی اک دیوانی
منگل کے دن مچھلی آئی
لے گئی بلی کانی
بدھ کو مونگ کی دال پکائی
جل گئی سب بن پانی
کالی جمعرات آندھی آئی
برسا دھڑ دھڑ پانی
جمعہ کو ترکاری آئی
چر گئی بکری رانی
ہفتے کی جب باری آئی
آ گئے ابا جان

بھر بھر پیٹ اتوار کو کھائی
آہا ہا ——— بریانی

(ننھی نظمیں)



انوکھا گاہک

"بل بل بل بل اجی جناب آداب عرض"
کچھ سمجھے یہ کون صاحب تھے! ارے بھئی وہی، جن کے بارے میں کہتے ہیں اونٹ رے اونٹ تیری کون سی کل سیدھی؟ گرمیوں کا موسم صبح کا وقت "مچر مچر مچر مچر" کہیں جا رہے تھے۔ راستے میں ایک دُکان پڑی۔ یہ اسی طرف کو مڑ گئے، اور دکان کے اندر مُنہ کر کے بڑے زوروں سے سلام کیا۔

دُکان دار نے دکان بھی ابھی کھولی تھی جھاڑن سے سامان صاف کر کے قرینے سے لگا رہا تھا۔ اس آواز سے چونک پڑا، پیچھے مڑ کر دیکھا تو اور بھی گھبرا گیا۔ چہرے کا رنگ فق ہو گیا گاہک بھی تو کیسا انوکھا تھا۔

مگر انوکھے گاہک صاحب کا لہجہ ذرا نرم تھا، انداز بھی کچھ دوستانہ سا، بس اسی سے دُکان دار کی جان میں جان آئی، اور ہمت کر کے بولا "آداب عرض آداب عرض، کہیئے جناب میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں۔"

"مجھے ایک برش چاہیئے بالوں والا برش۔"

"بالوں والا برش!!"

"جی!" انوکھے گاہک کا لہجہ ذرا ذرا تیز ہو گیا تھا "کیا میں نے کوئی انوکھی چیز مانگی ہے؟"

"جی نہیں، ہرگز نہیں۔" دکان دار کی آواز میں ذرا کپکپی پیدا ہو گئی تھی۔

"اب تک تو میرے پاس برش ورش کچھ تھا نہیں، مگر اب مجھے خیال آیا ہے کہ بدن کی صفائی کے لئے یہ چیز ضروری ہے۔"

"بالکل ٹھیک، بالکل ٹھیک۔"

اچھا تو وقت کم ہے۔ جلدی سے اپنے ہاں کا بڑے سے بڑا برش دکھاؤ۔

انوکھے گاہک نے اپنی گردن ذرا اور اندر کر لی۔

"م.....م..... مگر مجھے بہت ہی افسوس ہے۔ میری دُکان پر یہ چیزیں نہیں بکتیں۔ یہ تو بس رنگوں کی دُکان ہے یا مختلف قسم کے تیل بکتے ہیں۔

دُکان دار ذرا گھبرا گیا تھا، اور گھبراہٹ میں جھاڑن کو مروڑ رہا تھا۔

"اچھا"
انوکھے گاہک نے اپنے دانت باہر نکال لئے تھے۔ یہ خفگی کی علامت تھی۔ اونٹ جب خفا ہوتا ہے، تو دانت دکھا دیتا ہے، جیسے تم مُنہ چڑا دو۔"

دیکھ لو۔"
دکان دار کا دروازہ خوب کھلا کھلا تھا مگر انوکھے گاہک صاحب اس میں پھر بھی نہیں سما سکتے تھے۔ اُنھوں نے کیا کیا کہ اپنی لمبی گردن ذرا اور اندر لے گئے۔ دکان دار



کی قمیص کا گلا دانتوں سے دبایا، بے چارے کو گھسیٹتے ہوئے باہر لائے، اور سامان کی طرح سڑک کی پٹری پر رکھ دیا۔
"تمھارے دُکان کی کھڑکی پر یہ کیا لکھا ہوا ہے؟"

"ت ..... ت ..... تختی پر؟ کیا لکھا ہے تختی پر؟"
ہش! تمھیں اپنے تختے کی خود خبر نہیں؟ تم نے لکھا ہے اونٹوں کے بالوں کے برش"
"اچھا! تمھیں یقین نہیں آتا؟ تو آؤ تم خود پڑھ کر

تختی دیکھ کر دُکان دار کی بدحواسی ذرا کم ہوئی۔ وہ خود زور زور سے پڑھنے لگا:۔

اونٹ کے بالوں والے برش

آہا آپ ذرا غلط سمجھے۔ اس عبارت کا تو یہ مطلب ہے کہ یہ برش اونٹوں کے بالوں کے بنے ہوئے ہیں۔ آرٹسٹ یا مصوّر لوگ ان سے تصویریں بناتے ہیں۔"

"اوہ ہو یہ بات ہے!" انوکھے گاہک صاحب ذرا نرم پڑ گئے تھے"

"مجھے اپنے دوست مگرمچھ کے لئے دانتوں کے برش کی ضرورت ہے، وہ بھی شاید تمھارے ہاں نہ نکلے۔"

جی ہاں بہت افسوس ہے، اس وقت تو وہ بھی موجود نہیں۔ بڑے سے بڑا سائز کل ۴۰ر والا ہے۔

"اچھا تو آداب عرض"

"آداب عرض، افسوس ہے کہ میں آپ کی کوئی خدمت نہ کر سکا۔"

"نہیں، کوئی بات نہیں۔ مجھے آپ سے مل کر بڑی خوشی ہوئی، اچھا، آداب عرض۔"

انوکھے گاہک صاحب سڑک پر آ گئے

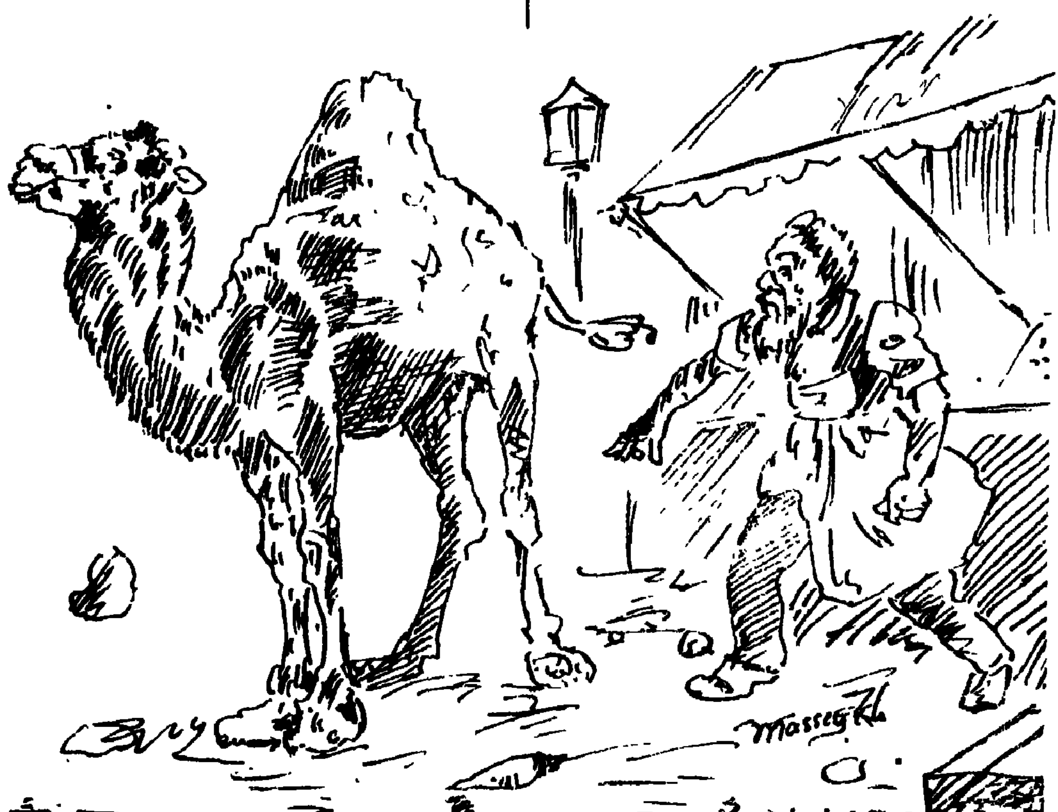
اچھا، اب میں کیا کروں، میں نے کانگروُ کی بیوی کے لئے کیا لے جانے کا وعدہ کیا تھا۔

اُف فوہ، کچھ یاد نہیں آتا۔"

چلتے چلتے ایک سبزی کی دوکان نظر آئی، طرح طرح کی سبزیاں سجی رکھی تھیں، خوب ہری ہری۔ اب تو کانگروُ والی بات آپ کے دل سے بالکل ہی نکل گئی۔ سیدھے دکان پر پہنچے مالک کا ساگ سامنے رکھا تھا اُسی میں منہ اڑا دیا۔ اور لگے مزے مزے میں چبانے۔ تم جانو یہ کوئی تمیز دار کھانے والوں میں تو ہیں نہیں۔ کھانے میں منہ سے آواز خوب نکل رہی تھی۔ سبزی والے نے یہ آواز سُنی تو چونکتا ہوا، پیٹھ پھیر کر دیکھا تو اور بھی چکرایا۔ یہ بن بلائے مہمان صاحب اس کا سارا پالک ہضم کئے جا رہے تھے۔

اُسے اور تو کچھ سوجھا نہیں، آلوؤں کی ٹوکری میں سے خوب بڑے بڑے موٹے موٹے آلو اُٹھا، ان پر برسانے لگا، سبزی والے کا یہ سلوک انھیں کچھ پسند نہیں آیا۔ آلو کوئی پھول تو تھے نہیں۔ اُن کے تھوڑی بہت چوٹ بھی لگی، انھوں نے کسی اور چیز پر منہ ڈالنا مناسب نہ سمجھا، بس پیچھے ہی کو مڑ گئے، مڑتے وقت کرم کلے کی ٹوکری میں ٹھوکر لگی، اور تمام کرم کلے اِدھر اُدھر بکھر گئے۔ اب تو سبزی والا سٹرک آ گیا، اور اپنا جھاڑن زور سے اُن کے منہ پر مارا ہش ہش بھی کرتا جاتا۔

جھاڑن ہری بانات کا تھا۔ اونٹ صاحب سمجھے یہ بھی کوئی ہریالی ہوگی، آپ نے اس پر بھی مُنہ مارا، ذرا سا ٹکڑا دانتوں سے نوچ بھی لیا، ارے یہ تو بہت ہی بدمزہ شے آخ تھو۔ بہت ہی ناراض ہوئے، اور خفگی



میں ایک طرف کو چل دیئے۔ سبزی والا اب تک اُن کے پیچھے ہش ہش کرتا جا رہا تھا۔

چلتے چلتے بازار کے دوسرے سرے تک پہنچ گئے، تو کانگرو والی بات یاد آئی۔ ارے۔ ارے اس نے مجھے کیا لانے کو کہا تھا،........! کیسی خراب یاد ہے۔ ذرا دھیان نہیں آتا۔ اچھا الف سے ے تک سارے حروف دہرا دیتا ہوں۔ شاید اُن کی مدد سے یاد آ جائے۔ ا۔ ب۔ ج...۔ ا۔ب۔ج....... ا۔ب۔ الف۔

الف....... اہا بھئی یاد آگیا یاد آگیا اُو ...... اُو....... اُون منگایا تھا۔ اُون کانگرو بھیا کی میم صاحبہ سوئیٹر بُنیں گی، اچھا تو اب وہ دُکان تلاش کی جائے، جہاں اُون بکتا ہو۔

اب یہ پھر لوٹے بازار کی طرف۔ تھوڑی دور آگے بڑھے تو پھر وہی سبزی کی دکان سبزی والا اپنے جھاڑن کا سوراخ دیکھ دیکھ کر دانت پیس رہا تھا، انھیں دیکھا تو بڑی زور سے چیخا۔

"جھاڑن کا ٹکڑا کہاں ہے کم بخت؟"

انھوں نے گردن موڑی اور دانت نکال کر اس کی طرف لپکے، جیسے اب کاٹا کر اب کاٹا۔ سبزی والے نے انھیں اس حال میں دیکھا تو نو دو گیارہ ہوا، بے چارے نے نہ جانے کہاں جاکر دم لیا۔

آگے بڑھے تو وہی رنگوں والی دکان نظر آئی۔ دکان دار نے کھڑکی والی تختی آنا رڈالی تھی کہ کہیں پھر اسی طرح کے انوکھے گاہک سے سابقہ نہ پڑے۔

انوکھے گاہک چلتے چلتے آخر ایک دکان پر پہنچے، جہاں اونی دھاگے اور اون سے بنی ہوئی دوسری چیزیں بک رہی تھیں۔

"یل یل یل یل مجھے اپنے ایک دوست کی بیوی کے لئے اون چاہیے"

"کس قسم کا اون"

انوکھے گاہک نے بائیں پیر کے کھر سے ناک کی نوک کھجائی اور بولے:۔

دیکھئے..... دیکھئے..... کچھ بھورا...... خاکی..... نمک..... مرچ کے رنگ گا۔

دکان دار نے ساری دکان دیکھ ڈالی بڑی مشکل سے بھورے، خاکی نمک مرچ کے رنگ کا اون ملا، بڑا سا اون کا گولا، بالکل گول حبیب میاں کی ربر والی گیند جیسا۔ انوکھے گاہک صاحب بہت خوش ہوئے کہ اب جاکے ایک چیز اپنی مرضی کی ملی۔ انھیں پورا یقین تھا کہ کانگرو کی بیوی نے یہی چیز منگوائی ہے۔ ذرا اور اطمینان کے لئے انھوں نے گون اپنے منہ میں لیا، اور زمین پر دے مارا۔

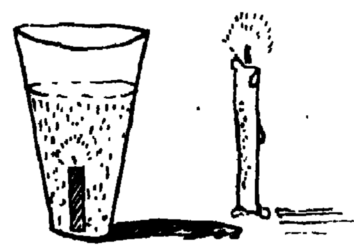
"ارے یہ تو ذرا بھی نہیں اچھلا"

اب تو انھوں نے بڑے زور سے سر ہلایا

"اوں ہونھ یہ تو اچھلتا تک نہیں۔ یہ چیز کانگرو میاں کے کام کی نہیں۔ بالکل نہیں"

اب یہاں سے وہ پھر پیچھے لوٹے، بہت اداس اداس کچھ نا امید سے، اپنے جی میں کہہ رہے تھے:۔ آج کا دن تو بس یوں ہی گذرا نہ جانے صبح ہی صبح کس کا منہ دیکھا تھا۔

راستے میں پھر وہی سبزی کی دکان پڑی سبزی والا اہش ہش کرنے لگا، مگر اب کے انھوں نے اس کی طرف گردن تک نہ موڑی۔ یہ اب کسی اور ہی خیال میں تھے ✦ (انگریزی سے اپنایا گیا)

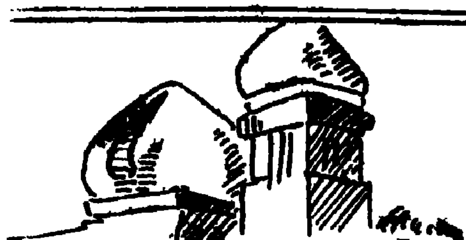


سائنس کے جادو

پانی میں آگ :- ایک چھوٹی موم بتی کو آدھا کر لو، اور نیچے کی طرف لوہے کی پتلی اور چھوٹی سی پن لگا کر اندر کی طرف دھکیل دو۔ موم بتی سیدھی کھڑی ہو جائے گی، اور پانی میں تیرے گی۔ اب اسے جلا دو، جب تک ختم نہ ہو جائے برابر جلتی رہے گی۔ گرمیوں میں اسے شیشے کے گلاس میں جلا کر پلنگ کے لیمپ کا کام لے سکتے ہو۔

آگ سے پانی :- موم بتی جلا کر ایک شیشے کا گلاس اس پر الٹا کر دو، گلاس میز یا فرش پر نہ رکھ دینا۔ ذرا اونچا رکھنا تاکہ موم بتی کو ہوا ملتی رہے۔ اب گلاس کے اندر کی سطح پر انگلی پھیر کر دیکھو، پانی کی نمی محسوس ہوگی۔ بجلی کی آگ کے سوا ہر ایک آگ سے پانی پیدا ہوتا ہے۔

الٹے گلاس میں پانی :- ایک شیشے کا گلاس پانی سے لبالب بھر دو۔ گلاس کے کنارے بالکل ناہموار ہونے چاہئیں۔ ایک گتے کا ٹکڑا کنارے پر لگا کر آہستہ آہستہ آگے بڑھاؤ یہاں تک کہ پورے منہ پر ڈھک جائے۔ اب گتے پر مضبوطی سے ہاتھ لگا کر گلاس الٹا کر دو اور پھر گتے والا ہاتھ ہٹا لو۔ کہیں گرا پانی! کیا بات ہے؟ بات یہ ہے کہ ہوا کا دباؤ گتے کو اوپر کی طرف اٹھائے رکھتا ہے۔



جامعہ کی سیر

از عبد الرحمٰن ناصر بی۔ اے۔ (جامعہ)

خلیل!

آج اوکھلے آتے ہوئے مجھے کئی دن ہوگئے شاید تمھیں خیال ہو کہ میں دیہات چھوڑ کر شہر میں آگیا ہوں؟ نہیں! میں اوکھلے میں رہتا ہوں، یہ ایک معمولی گاؤں ہے جو شہر کے قریب تر ہونے کے باوجود ابھی تک شہر کا جزو نہ بن سکا اپنی غربت کی وجہ سے۔ اسی گاؤں سے متصل میلوں لمبا چوڑا ایک میدان ہے جس میں ہمارا بڑا مدرسہ ہے، جس کو نئی زبان میں یونیورسٹی کہتے ہیں۔

اس بڑے میدان کے بیچ میں ہمارے مدرسے کی سرخ اور سفید عمارتیں کھڑی ہیں، اور ان کے کنارے کنارے سبزوں سے بھرے ہوئے کھیت لہلہا رہے ہیں۔ ان کھیتوں کی آبپاشی کنوؤں سے نہیں ہوتی۔ بلکہ چھوٹی چھوٹی نہریں انھیں سیراب کرتی رہتی ہیں۔

ان ہرے بھرے کھیتوں میں صبح سے لے کر شام تک دیہاتی لڑکیاں اِدھر اُدھر کام کرتی، چلتی پھرتی نظر آتی ہیں۔ سبزہ زاروں میں کہیں سرخی کہیں زردی اور کہیں سفیدی کا منظر بڑا فرحت بخش ہوتا ہے۔ بھولی بھالی لڑکیوں کی بات چیت بڑی من بھاتی ہوتی ہے۔ بس یہی جی چاہتا ہے کہ ہر وقت ان کی باتوں کا لطف اٹھایا کرے

اس میدان میں کہیں کہیں ننھی منھی پہاڑیاں بھی کھڑی ہیں، صبح و شام جن کا منظر بڑا نشاط آفریں ہوتا ہے۔ سورج جب ان پہاڑیوں کی اوٹ سے دنیا کی طرف جھانکتا ہے تو فضا میں ہر طرف ایک کیف سا چھا جاتا ہے۔

ہم اپنے مکانوں کو لالٹینوں سے روشن کرتے ہیں۔ بجلی کے قمقمے ابھی تک ہمارے مکانوں کی زینت نہ بن سکے۔ صرف دور سے اور تاریک راتوں میں بجلی کی روشنی ستاروں کی طرح چمکتی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔ جس پر ہم رشک کی نگاہ ڈال کر رہ جاتے ہیں اور بس!

ہمارے لئے پانی کا انتظام بھی سقہ کرتا ہے دیہات کے کہاروں کی طرح سقہ کنوئیں سے پانی بھر لاتا ہے اور گھر کے پانی کے برتنوں میں ڈال دیتا ہے۔ نل یعنی واٹر ورکس (WATER WORKS) کا قدم مبارک ابھی ہم تک نہیں پہنچے

البتہ صبح سویرے اخبار پڑھنے کو مل جاتا ہے بعض بعض مکانوں میں ریڈیو بھی لگے ہوئے ہیں جن کے ذریعے دنیا کی تازی تازی خبریں اور نئے نئے بدلتے ہوئے حالات ہر وقت معلوم ہوتے رہتے ہیں۔

ہاں شہر کی قربت، اس دیہات سے جس کو میں چھوڑ کر آیا ہوں، اس دیہات کو، اب جس میں میں رہتا ہوں، بہت کچھ ممتاز کرتی ہے۔

یہاں موٹریں بکثرت دکھائی دیتی ہیں۔ مگر وہاں جیسی موٹریں نہیں، جو ایک میل پہلے ہی سے اپنے آنے کی اطلاع دے دیتی ہیں اور جانے کے بعد گھنٹوں کے لئے اپنا اثر چھوڑ جاتی ہیں۔ وہاں کی سڑکیں بھی ماشاء اللہ ہیں۔ یہاں کی موٹریں جب پاس سے گزر جاتی ہیں تب کہیں جاکر اُن کے آنے کی اطلاع ملتی ہے، اور یہاں کی سڑکوں کا کیا کہنا؟

ہوائی جہاز بھی اکثر سروں پر منڈلاتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں، کبوتر کی طرح اُن کی قلابازیاں بڑا دلچسپ سماں پیش کرتی ہیں۔

یہ ہے یہاں کی ہماری متمدن دیہاتی زندگی کا مختصر خاکہ۔ موقع ملا تو پھر کبھی!

حاجی بابا اصفہانی

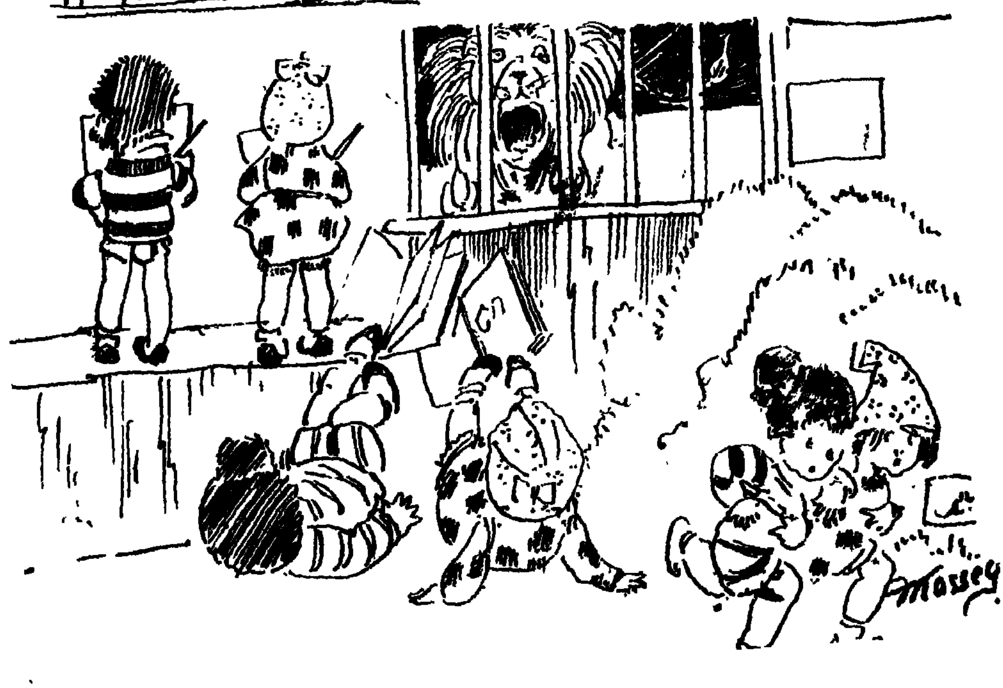


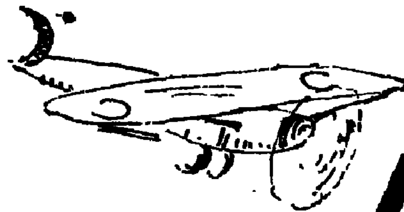
دو ننھے آرٹسٹ

یہ دونوں ننھے آرٹسٹ چڑیا گھر میں شیر کی تصویر بنا رہے تھے، شیر ایک طرف کو منہ کے زمین پر سو رہا تھا، اچانک اس کی آنکھ کھل گئی، اور اُن کی طرف دیکھنے لگا، بہت بھوکا تھا، سوچنے لگا، بھلا کیسا مزا ہوگا ان دونوں کا۔ بس تو اس نے ان کی طرف چھلانگ لگائی، اور بڑی زور سے دہاڑا، کٹہرے کی عمارت نیچے سے اوپر تک ہل گئی۔ یہ دونوں تو بالکل الٹ گئے۔ بڑی مشکل سے اُٹھ کر بھاگے، اور چڑیا گھر کے باہر جا کر دم لیا۔ پیٹ میں سانس نہیں سما رہا تھا، کہنے لگے

"اب جو شیر کی تصویر بنائیں گے تو سدھے ہوئے اور پالتو شیر کی ایسے جنگلی شیر کی نہیں ؎







عجیب و غریب ہوائی جہاز

اے جی، چودھری، دہلی یونیورسٹی

راکٹ ہوائی جہاز

یہ راکٹ ہوائی جہاز سائنس دانوں کی کوششوں کا حیرت انگیز نمونہ ہیں۔ رفتار کی دنیا میں انھوں نے بڑا انقلاب پیدا کر دیا ہے۔ بتا سکتے ہو ان کی زیادہ سے زیادہ رفتار کیا ہے؟ جناب گیارہ ہزار میل فی گھنٹہ۔ جی ہاں، گیارہ ہزار میل فی گھنٹہ۔ اچھا تمھاری بندوق کی گولی ایک گھنٹے میں کتنی دور جاتی ہے؟ نہیں معلوم؟ اپنے ابا جان یا ماسٹر صاحب سے پوچھ لیا ہوتا، چلو خیر ہم ہی بتا دیں کل دو ہزار میل! تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ راکٹ جہاز بندوق کی گولی سے بھی چھ گنا تیز ہے۔ ہے نا حیرت میں ڈالنے والی بات۔

یہ بھی سن لو کہ پٹرول سے چلنے والے عام ہوائی جہاز اس دوڑ میں ابھی بہت پیچھے ہیں۔ بڑی کوششوں سے ان کی زیادہ سے زیادہ رفتار اب تک سات سو میل فی گھنٹہ ہو پائی ہے۔ راکٹ یا جیٹ ہوائی جہاز کی کم سے کم رفتار سو میل، زیادہ یعنی آٹھ سو میل اپنے کوئی مقابلہ!

تو کیا یہ آندھی دھاندھی چلنے والے راکٹ یا جیٹ جہاز پٹرول سے نہیں چلتے! — جی نہیں، ان میں عام طور پر مائع آکسیجن (LIQUID OXYGEN) بھرا جاتا ہے۔ جیٹ ہوائی جہاز اس لیے نام پڑا کہ اس کے پیچھے کی طرف جیٹ یا ٹونٹی ہوتی ہے، گیس وغیرہ اس میں سے بہت تیزی سے نکلتی ہیں۔ تمھاری آتش بازی بھی تو اسی اصول پر دوڑتی ہے۔ آسمان کی طرف اڑنے والی ہوائی ایک چھوٹا سا راکٹ ہی تو ہے۔

راکٹ ہوائی جہاز میں عام طور پر کوئی ہوا باز نہیں بیٹھتا، ارے! پھر انھیں چلاتا کون ہے؟ وائرلیس! وائرلیس ہی اسے چلاتا ہے۔ اسے آگے پیچھے دائیں بائیں بھی یہی موڑتا ہے۔

پچھلی بڑی لڑائی کے آخر میں تم نے وی۔ ون اور وی ٹو کے نام تو ضرور سنے ہوں گے ۔ یہ بھی بمبار تھے ۔ راکٹ سے چلتے تھے ، وائرلیس کے ذریعے ان پر کنٹرول ہوتا تھا۔ ان کی لمبائی لگ بھگ پچاس فٹ ہوتی تھی۔ ان راکٹوں سے ایسی تباہی پھیلتی تھی کہ سن کر کلیجہ کانپ اٹھتا ہے ۔ ان کی مار (RANGE) دو سو میل تھی۔ اور اتنا فاصلہ یہ کل پانچ منٹ میں طے کر لیتے تھے ۔

جرمنوں نے ایک اور راکٹ جہاز تیار کیا تھا۔ یہ جرمنی سے اڑ کر امریکہ بس ایک گھنٹے میں پہنچ جاتا ، اور وہاں خوب تباہی پھیلاتا۔ اس کے اندر الکوہل ، مائع ہوا ، اور ہائیڈروجن پر اکسائڈ کے ٹینک تھے۔ ایک ہزار میل تو یہ خود اڑتا اس کے بعد اس کا ہوا باز اسے سنبھال لیتا، اور باقی دو ہزار میل کا فاصلہ طے کر لیتا۔ یہ راکٹ گرتا تو آٹھ ہزار میل فی گھنٹہ کی رفتار سے نیچے آتا۔ مگر اس کے استعمال کی نوبت آنے سے پہلے خود جرمنی مار کھا گیا۔

جاپان کے خودکشی والے بمبار کا نام بھی تم نے سنا ہو گا۔ جاپان نے برطانیہ کا ایک بہت ہی بڑا سمندری جہاز اسی سے تباہ کیا تھا۔ یہ بھی راکٹ ہوائی جہاز تھا۔ اس میں بھی ایک ہوا باز بیٹھتا تھا۔ یہ ایک معمولی جہاز کے نیچے لٹکا رہتا تھا۔ کوئی سمندری جہاز نظر آتا تو اسے چھوڑ دیا جاتا۔ ہوا باز اسے صحیح سمت چلاتا رہتا۔ اس وقت اس کی رفتار چار ہزار میل فی گھنٹہ ہوتی۔ اسی لئے جب یہ جہاز کے کسی نازک حصے مثلاً انجن روم وغیرہ سے ٹکراتا تو اسے پاش پاش کر دیتا۔ بے چارا ہوا باز بھی ساتھ ہی ساتھ ختم ہو جاتا۔ آج کل چاند تک پہنچنے کی بہت تیاریاں ہو رہی ہیں۔ چاند کے سفر کے لئے بھی یہ راکٹ جہاز ہی استعمال کیا جائے گا۔



قومی تعلیم

جبریل

قومی تعلیم کے ہیں کیا معنی — اور ہمیں اس کی کیوں ضرورت ہے
قومی تعلیم میں ہے کیا خوبی — اور ہمیں اس سے کیا سہولت ہے

قومی تعلیم کے ہیں یہ معنی — ایک کو ایک جانے پہچانے
قومی تعلیم میں ہے یہ خوبی — راز معلوم ہوں زمانے کے

بزرگوں کے واقعات پڑھیں
اُن کی باتوں کو خوب یاد رکھیں
اُن کے ہر حکم کو بجا لائیں
ان کا پھر ہر اچھا کام کریں

قومی تعلیم کا یہ ہے مفہوم — فرض اپنا ہمیں بھی ہو معلوم
قومی تعلیم سب سے اچھی ہے — بس یہی آدمی بناتی ہے

آج ہندوستان کو جبریل
قومی تعلیم کی ضرورت ہے

انسان کے جانور دوست

برکت علی فراق - بی اے (جامعہ)

(۲)

اگرچہ یقین کے ساتھ یہ نہیں بتایا جا سکتا کہ انسان نے کس ترتیب سے جانوروں کو پالا، لیکن کُتے اور بلی کی مثال سے اندازہ ہوتا ہے کہ جیسے جیسے اس کی ضرورتیں بڑھتی گئیں، ویسے ویسے وہ جانوروں کو اپنا مددگار بناتا رہا، چنانچہ خیال ہے کہ کُتے اور بلی کے بعد اس نے گائے اور بیل کو اپنا دوست بنایا، شکار کرنا تو وہ چھوڑ ہی چکا تھا، اب کھیتی باڑی پر اس کا گذر تھا۔ فصل پیدا کرنے کے لئے اُسے کھیتوں کو کھودنے کی ضرورت ہوئی مگر چھوٹے چھوٹے کھیت ہوں تو کوئی کھود بھی لے۔ بڑے بڑے کھیتوں کو کھود کر کھیتی کے قابل بنانا بہت مشکل ہے۔ پلے ہوئے جانوروں کی قدر جانتا ہی تھا۔ پہلے اس نے اتفاقاً ان کو پالا تھا۔ اب ضرورتاً خود تلاش میں نکلا کہ کوئی مضبوط جانور ملے تو اس سے کھیت کو کھودنے میں مدد لی جائے۔ چنانچہ اس کی اس ضرورت کو جنگل کے سانڈ نے پورا کیا، اسی طرح گائے اور بیل انسان کے دوست بنے، دوست بھی ایسے کہ آگے چل کر اُن کی پوجا تک ہونے لگی۔

اب انسان زیادہ ترقی کر چکا ہے۔ اس کے خاندان کے لوگ مختلف مقامات پر جا کر بس گئے ہیں۔ اُسے ضرورت ہے کہ ایک جگہ سے دوسری جگہ جلدی سے پہنچ جائے، اور سامان اور غلّہ بھی زیادہ مقدار میں آنے جانے لگے اس کی اس ضرورت کو گھوڑے نے پورا کیا۔ وہ جنگلوں میں گھوڑوں کو ہوا سے باتیں کرتے دیکھتا ہوگا تو اس کی بھی خواہش ہوتی ہوگی کہ کاش ہم بھی اسی طرح اُن کی اُن میں ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچ جاتے۔ خواہش سچی ہو تو انسان سب کچھ کر سکتا ہے۔ انسان نے بھی یہی کیا۔ وہ تاک میں تھا کہ کسی طرح گھوڑے کو پکڑ پائے۔ ایک دن وہ وقت آ ہی گیا حضرت

چوکڑیاں بھرتے چلے آرہے تھے۔ اس نے جھپٹ کر ان کے گردن کے بال پکڑ لئے اور کود کر پیٹھ پر جا بیٹھا۔ گھوڑے صاحب نے ہزار کوشش کی کہ اس بلا سے نجات مل جائے

کہ یہ بھی اپنی جنگل کی زندگی بھول گئے اور آرام سے انسانوں کے ساتھ رہنے سہنے لگے۔

گھوڑے سے آدمی نے کیا کیا کام لئے ہیں کا اندازہ تم خود بھی کر سکتے ہو۔ سواری کے



مگر اس نے نہیں چھوڑا، اور گھر پر لا کر باندھ دیا۔ پہلے خوب سیریں کیں، اور آہستہ آہستہ جب وہ اس سے ہل گئے تو اس نے اُن سے دوسرے کام بھی لینے شروع کئے۔ ان کی بڑی عزت کرتا، چمکارتا، چارہ دیتا، نتیجہ یہ ہوا

لئے تو موٹروں، ریلوں وغیرہ سے پہلے گھوڑے سے بڑھ کر اور کوئی ذریعہ تھا ہی نہیں بلکہ ہاتھ سے چلنے والی مشینیں بھی اس کے ذریعے چلائی جاتی تھیں۔ اس کے علاوہ لڑائی میں گھوڑا گویا انسان کا ہاتھ پاؤں ہوتا تھا۔

جب تک لڑائی مشینوں کے ذریعے نہیں ہوتی تھی۔ اس وقت تک جس بادشاہ کا رسالہ (سوار فوج) مضبوط ہوتا تھا، میدان اسی کے ہاتھ رہتا تھا۔

گھوڑے کے بھائی بندوں میں سے ایک جانور گدھا ہے۔ یہ بھی انسانی تاریخ میں بہت پہلے آدمی کا مددگار بنا تھا۔ بعض ملکوں میں یہ گھوڑے سے بھی زیادہ مفید ثابت ہوا۔ اس لئے کہ یہ بچارا گھاس پھوس کھا کر بھی زندہ رہتا ہے، اور لطف یہ کہ گھوڑے سے زیادہ مضبوط اور محنتی ہوتا ہے۔ بحیرۂ روم کے آس پاس کے ملکوں میں جہاں گھاس بہت کم مقدار میں ہوتی ہے، اور زمین پہاڑی ہے، گدھا بہت مفید جانور سمجھا جاتا ہے۔

انسان کے مددگاروں میں اونٹ کی بھی بڑی اہمیت ہے۔ اونٹ زیادہ تر ریگستانی ملکوں میں پایا جاتا ہے، اور شاید وہیں کے انسانوں نے سب سے پہلے اسے پالنا شروع کیا۔ یہ انسان سے اتنی دوستی نہیں رکھتا جتنی دوسرے جانور۔ اونٹ رے اونٹ تیری کون سی کل سیدھی والی مثل یوں ہی نہیں بنی ہے۔ لیکن ہے بڑے کام کا جانور سب سے بڑی خوبی اس میں یہ ہے کہ اس کے کھانے پینے کے معاملے میں انسان کو زیادہ زحمت نہیں اٹھانی پڑتی۔ اس کی بناوٹ میں قدرت نے کچھ ایسا انتظام کیا ہے کہ یہ اپنے اندر ہفتوں کے لئے کھانا اور پانی جمع کر لیتا ہے۔ اور کتنی ہی گرمی کیوں نہ ہو، یہ مزے سے چلتا رہتا ہے۔ پھر اس کے پنجے گدی دار ہوتے ہیں جو ریتیلے میدان میں دھنستے نہیں غرض کچھ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے اسے ریگستانوں میں رہنے والے انسانوں کے لئے خاص طور سے پیدا کیا تھا۔

اونٹ ہی کی ذات کا ایک جانور لاما ہوتا ہے۔ لاما سے انسان نے شاید سب سے پہلے جنوبی امریکہ میں کام لیا، اور یہی وجہ ہے کہ گوروں کے پہنچنے سے پہلے جنوبی امریکہ شمالی امریکہ سے زیادہ گنجان آباد تھا، شمالی امریکہ زمین کے اعتبار سے اگرچہ بہتر ہے مگر چونکہ وہاں کوئی لدو جانور استعمال میں نہیں تھا۔ اس لئے وہاں لوگ زیادہ نہ پھیل سکے۔

بھیڑ بھی قریب قریب اسی زمانے میں پالی گئی۔ جب پرانی کسان عورت نے بلی پالی تھی اس کے پالنے کی وجہ شاید اس کا اون تھا بلکہ بہت ممکن ہے کھیتی باڑی شروع کرنے سے پہلے ہی انسان نے بھیڑ کو پالا ہو۔ یہ

خیال اس بات سے پیدا ہوتا ہے کہ انسان نے روئی سے پہلے اون کا تنا اور بننا سیکھا تھا قدیم انسان کی عورتوں نے بھیڑ کو پکڑا ہوگا، اور اس کی اون انھیں گرم گرم لگی ہوگی۔ انھوں نے اس کا اون کاٹ کر پہلے اس کا دگلا بنا یا ہوگا، اور سردی کے زمانے میں اس سے کمبل کا لطف اٹھایا ہوگا۔ پھر تو ایک کی جگہ سیکڑوں بھیڑیں پل گئی ہوں گی، انسان ان کے اون سے کپڑے بناتا ہوگا۔ ان کا دودھ پیتا ہوگا، اور گوشت کھاتا ہوگا۔

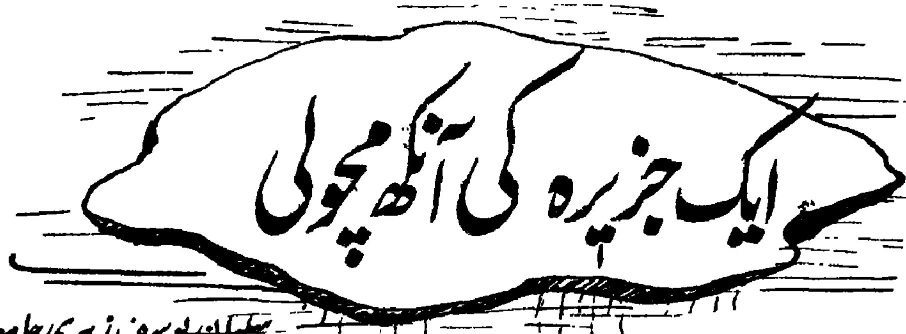
انسان جب تک محض شکار سے اپنا پیٹ پالتا تھا، اس کی روزی یقینی نہیں تھی اس لئے کہ شکار ملا ملا نہ ملا نہ ملا قسمت کا کھیل تھا۔ قسمت نے یاوری کی تو اسے غذا مل گئی ورنہ فاقہ، لیکن جب سے اس نے جانور پالنے شروع کئے۔ اسے اس طرف سے اطمینان ہوگیا کسی دن شکار نہ ملا تو بھیڑ ذبح کر لی، دودھ پی لیا، مگر فاقہ نہیں کرنا پڑا۔

غرض جیسا کہ ہم نے پہلے کہا، جانور پالنے اور ان سے کام لینے کی ایجاد وہ چیز تھی جس کی بدولت انسان ترقی کر کے اس درجے پر پہنچا۔ اسے آج جانوروں کی اتنی ضرورت نہیں جتنی اب سے ہزاروں سال پہلے تھی ....

اور یہ تو شہروں کی بات ہے۔ دیہاتوں میں ابھی بھی بغیر جانوروں کے کام نہیں چلتا۔ ....

مگر واقعہ یہ ہے کہ اگر انسانوں کے ساتھی بیل گھوڑے، گدھے، بھیڑیں کتے وغیرہ نہ ہوتے تو شاید اب بھی وہ وہی زندگی گذارتا ہوتا جو اس کے باپ دادا اب سے ہزاروں سال پہلے گذارتے تھے۔

دراصل انسان نے انھی جانوروں کو دیکھ دیکھ کر مشینیں بھی بنانی سیکھیں، گھوڑے کی تیزی اور برتن گھڑنے کے چاک کو دیکھ کر اس نے پہیہ اور گاڑی بنانی سیکھی، بطخ کو پانی پر تیرتے دیکھ کر کشتی ایجاد کی۔ چڑیوں کو ہوا میں اڑتے دیکھ کر اڑنے کا شوق پیدا ہوا تو پہلے غبارہ اور پھر ہوائی جہاز بنانا سیکھا۔ بات وہی ایک ہے .... سچی طلب اور اسے پورا کرنے کے لئے دل سے کوشش۔



سلیمان یوسف زبیری جامعہ نگر

آنکھ مچولی کا کھیل تو ہر بچہ جانتا ہے، مگر تم نے یہ کبھی نہ سنا ہوگا کہ کوئی جزیرہ بھی آنکھ مچولی کھیل سکتا ہے۔ لیکن میں ایک جزیرہ کا حال بتاتا ہوں، یہ ۱۸۸۵ء سے اب تک یہ کھیل برابر کھیلتا رہا ہے۔

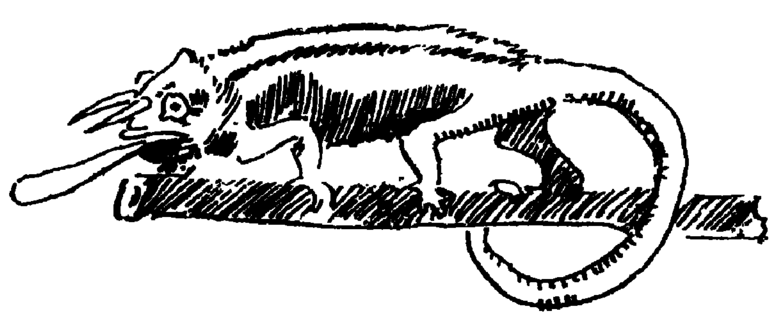
اس کا نام "فالکن" جزیرہ ہے، اور جنوبی امریکہ کے قریب واقع ہے۔ پہلے تو یہ سمندر سے ڈیڑھ سو فٹ اوپر تھا، مگر رفتہ رفتہ نیچے ہوتا گیا اور دو مہینے کے بعد ایک دن صبح کو جب لوگ دیکھنے گئے کہ اب کیا حال ہے؟ تو دیکھا کہ جزیرہ غائب ہے۔ اور اس کی جگہ سمندر لہریں مار رہا ہے۔ تیرہ برس تک فالکن سمندر میں چھپا رہا، اور کوئی بھی اسے تلاش نہ کر سکا، لیکن آخر ۱۸۹۸ء کی ایک رات کو نہ معلوم اس کے دل میں کیا خیال آیا کہ وہ اس طرح نکل آیا کہ اس کی ایک چٹان سے دھوئیں کے بادل اڑ رہے تھے اور گرج سے کان پڑی آواز نہ سنائی دیتی تھی۔ سب لوگ اس بات کو دیکھ رہے تھے۔ اور خیال تھا کہ اب یہ جزیرہ اسی طرح قائم رہے گا، لیکن بیس ہی دن کے بعد اس نے پھر غوطہ لگایا، اور سمندر میں منہ چھپا لیا۔

۱۹۰۰ء میں اس نے پھر سمندر سے نکلنا شروع کیا اور چھ فٹ بلند ہو گیا، مگر پانچ مہینے ہوا کھا کر پھر چھپ گیا، اس وقت لوگوں کو خیال ہوا کہ اسے ڈھونڈیں اور پانی میں چلنے والی کشتیوں نے اسے تلاش کرنا شروع کیا، مگر بے کار۔ جزیرہ ایسی جگہ چھپا تھا کہ کوئی بھی اسے نہ ڈھونڈ سکا۔

لوگ اس بات کو بالکل بھول گئے تھے ۱۹۲۳ء میں گرج کی ایک آواز کے ساتھ "فالکن" نے پھر سمندر سے سر نکالا اور پانی سے چار فٹ بلند ہو کر پاؤں جما دئے۔ اس وقت سے اب تک دس برس ہو چکے ہیں، مگر جزیرہ اپنی جگہ قائم ہے۔ (اب بتاؤ کہ (۱) جزیرے کو نقشے میں رکھنا چاہئے یا نہیں۔

کیا تم جانتے ہو؟

گرگٹ رنگ کیوں بدلتا ہے



ارے بھئی، یہ چھپکلی جیسی کیا چیز ہے؟ واہ صاحب اسے نہیں جانتے۔ ارے میاں گرگٹ ہے گرگٹ۔ چھپکلی کی دُم بھلا اتنی لمبی ہوتی ہے؟ اس کی پیٹھ پر دندانے دندانے سے بھی نہیں ہوتے۔ یہ گز بھر کی زبان ہوتی ہے۔ بڑے بھیا تو اس کے دشمن تھے، جہاں دیکھ پاتے بس ختم ہی کر کے چھوڑتے۔ کہتے تھے اس کے مارنے سے چوہے بھر خون بڑھتا ہے، حالانکہ چھپکلی کی طرح یہ بھی سیدھا سادھا بے ضرر جانور ہے۔

اچھا بھئی اس کی چند باتیں بہت دلچسپ ہیں۔ ایک تو آپ سر خوب ہلاتے ہیں جیسے کسی کا منہ چڑاتے ہوں۔ دوسرے آپ طرح طرح کے رنگ بھی بدلتے رہتے ہیں۔ ہماری زبان میں تو گرگٹ کے سے رنگ بدلنا گویا محاورہ ہو گیا ہے۔ مگر یہ رنگ کیونکر بدلتا ہے۔

کہتے ہیں اس کے جسم کی بناوٹ ہی کچھ اس طرح کی ہے۔ اس کا اصلی رنگ تو کچھ مٹیالا مٹیالا سا ہے، لیکن زیادہ حصہ روشنی اور گرمی میں سُرخ ہوتا ہے۔ اور ہاں رنگ بدلنے میں آپ کے مزاج کو بھی بہت دخل ہے اگر آپ خوش ہیں تو گہرے رنگ میں مست ہیں غصہ آگیا تو لال انگارا بن گئے۔

گرگٹ کی زبان چھ سات انچ لمبی ہوتی ہے، اور اسپرنگ کی طرح ہلتی رہتی ہے، اس سے وہ کیڑے مکوڑوں کا خوب شکار کرتا ہے، آنکھیں گول گول۔ یہ گول گول دیدے چاروں طرف آسانی سے گھوم سکتے ہیں +

دیس کی لاج

عبدالقوی بریلوی

ایک ہندوستانی اسکاٹ لینڈ کے ایک گاؤں میں کچھ دنوں کے لئے جاکر رہا۔ جب واپس ہونے لگا تو اپنا رُوپیوں کا تھیلا اسی گاؤں میں بھول گیا۔ اس تھیلے میں بہت سے رُوپے تھے، کچھ ضروری کاغذات بھی تھے راستے میں بھی اُسے تھیلے کا کچھ خیال نہ آیا جب لندن پہنچا تو اُسے معلوم ہوا کہ تھیلا کھو گیا ہے۔ بے چارے نے سر پیٹ لیا۔ کیونکہ اس میں کاغذات اتنے ضروری تھے کہ اس کی زندگی تک خطرے میں پڑ سکتی تھی، وہ بے چارا صبر کر کے خاموش ہو گیا۔ تھوڑے دنوں بعد اس کے پاس ایک شخص آیا، اسی گاؤں کا تھا جہاں ہندوستانی ٹھہرا تھا اس نے ہندوستانی کو اس کا تھیلا دیا، ہندوستانی نے دیکھا کہ اس میں سے ایک پیسہ بھی کم نہ تھا، اور کاغذات بھی پورے تھے، ہندوستانی بہت خوش ہوا اور اس سے پوچھا: "یہ تھیں کہاں سے ملا؟"

اس نے جواب دیا "یاد کیجئے، ایک مرتبہ آپ نے مجھ سے پانی مانگا تھا، اور تھیلا وہیں چھوڑ گئے تھے۔"

ہندوستانی نے کہا: "یہ تو بتاؤ تم اس تھیلے کو واپس کرنے کے لئے اس قدر دور کیوں آئے، اگر یہ تھیلا رکھ لیتے تو تمھارا بہت فائدہ ہوتا۔"

اس شخص نے غصے سے سرخ ہو کر جواب دیا جناب کیا آپ ہمیں ایسا کمینہ سمجھتے ہیں کہ ہم اپنے ملک کا نام بدنام کریں۔ اگر یہ تھیلا آپ کو واپس نہ ملتا تو ضرور آپ اپنے دوستوں میں کہتے۔ کہ اسکاٹ لینڈ کے باشندے چور ہوتے ہیں، اس طرح ہمارا ملک بدنام ہو جاتا جو ہمیں کسی قیمت پر بھی گوارا نہیں۔

ہندوستانی یہ سُن کر بہت خوش ہوا، اس نے کچھ رُوپے اُسے دینا چاہے، لیکن وہ گھوڑے پر سوار ہو کر ہوا ہو گیا۔

پیام برادری

پچھلے پرچے میں ہم نے پیام برادری اور "بچوں کا کلب" تعلیمی مرکز کی سرگرمیوں کا ذکر کیا تھا۔ ہمارے یہ دونوں ننھے ادارے بہت ہمت و کوشش سے کام کر رہے ہیں ــــ اپنی بساط سے زیادہ ــــ ہاکی، کیرم ڈرافٹ، تعلیمی تاش، تقریر کے جو انعامی مقابلے انھوں نے رکھے تھے وہ بڑی کامیابی سے ختم ہوئے۔

تقریر کا جلسہ پیام برادری کے ماتحت ہوا، برادری کا یہ جلسہ جوبلی کی مصروفیتوں کی وجہ سے کافی مدت کے بعد ہوا، یوں کہئے کہ نئے انتخاب کے بعد یہ پہلا عام جلسہ تھا۔ اس کا مقصد ایک تو اس کے نئے ناظم غلام حیدر احسن کی بیماری سے اچھا ہونے پر مبارک باد دینا تھا، دوسرا انعامی مباحثہ تھا۔ کلام پاک کی تلاوت اور غلام حیدر احسن ناظم برادری کی حمد سے جلسہ شروع ہوا۔ چند تقریروں اور نظموں کے بعد مباحثہ شروع ہوا۔ عنوان تھا بچوں کا کلب ہمارے لئے مضر ہے یا مفید۔ فیض محمد نائب صدر، عبدالحفیظ صدر پیام برادری، غلام حیدر احسن ناظم برادری رضا احمد مشتاق نائب ناظم بچوں کا کلب اور دوسرے ہندو مسلمان بچوں نے مباحثے میں حصہ لیا۔ جناب حسین احمد صاحب قیصر نے مباحثے کی کامیابی پر روشنی ڈالی۔ فیض محمد (ابتدائی چہارم) اس مقابلے میں اول اور مسلم حسن (ابتدائی دوم) دوم آئے۔ مباحثے کے بعد چائے پی گئی۔ تعلیمی مرکز کے چند استاد لڑکوں کے سرپرست اور دوسرے حضرات بھی شریک تھے۔

ہاکی کیرم تعلیمی تاش کے نتیجے نیچے لکھے جاتے ہیں:۔

پانچویں تک

تعلیمی تاش	امان اللہ شاہ	اول
"	اقبال رضا	دوم

دسویں تک

تعلیمی تاش	ریاض الدین۔ پنجابی اسکول دہلی	اول
"	تعمیر	دوم

دسویں قلٹ			پانچویں قلٹ		
کیرم	حفیظ الدین	اول	کیرم	فیض محمد	اوّل
	منیب الرحمٰن	دوم		محمد اسحاق	دوم
ڈرافٹ	حفیظ الدین	اول	ڈرافٹ	فیض محمد	اوّل
	نقی حسین ۔ پنجابی اسکول، دہلی	دوم		اقبال رضا	دوم

ہاکی کا فائنل بچوں کا کلب چتر گپتا روڈ نئی دہلی، اور انڈی پنڈنٹ کلب دریا گنج دہلی کے درمیان ہوا انڈی پنڈنٹ کلب نے کامیابی حاصل کی۔ ۱۶ر فروری کو تقسیم انعامات کا جلسہ حفیظ الدین کی صدارت میں ہوا۔ تقریب قریب تمام مدرسوں کے استاد اور بچے اور شہر کے معزز حضرات شریک تھے لگ بھگ پانسو کا مجمع ہوگا۔ جیتنے والی ٹیم کو ایک شان دار شیلڈ دی گئی، ہارنے والوں کو ایک بڑا سا کپ دیا گیا۔ اس کے علاوہ تیرہ ٹیموں کے ایک ایک اچھے کھلاڑی کو ایک ایک کپ دیا گیا۔ دوسرے کھیلوں اور مباحثہ کے انعام بھی اسی موقع پر تقسیم کئے گئے۔ یہ انعام جناب مولانا شفیق الرحمن صاحب قدوائی نگران تعلیمی مرکز کے ہاتھ سے تقسیم کرائے گئے۔ انعامات وغیرہ کے سلسلے میں لگ بھگ پانسو روپیہ خرچ ہوا۔ یہ سب روپیہ جناب حسین احمد صاحب قیصر اور برادری کے ممبروں کی کوشش و محنت سے جمع ہوا۔ ہم اس کامیابی پر برادری اور کلب کے ممبروں کو دلی مبارک باد دیتے ہیں۔

صدر دفتر جامعہ اسکاؤٹ سے یہ معلوم کرکے خوشی ہوئی کہ یہ کام دہلی سے باہر بھی کامیابی سے پھیل رہا ہے کارکنوں کی کوشش ہے کہ اس تحریک کو تمام ہندوستان میں عام کردیں۔ پچھلے دنوں جناب اخلاص احمد صاحب صدیقی منتظم جامعہ اسکاؤٹ نے ان ضلعوں اور شہروں کا دورہ کیا تھا جہاں پہلے سے شاخیں قائم نہیں ہیں دورے میں بلند شہر کی شاخ کا کام انھیں سب سے زیادہ پسند آیا۔ یہ شاخ بہت باقاعدگی، ہمدردی اور خلوص سے کام کررہی ہے اور چاہتی ہے کہ یہ مفید تحریک پورے شہر بلکہ ضلع بھر میں پھیل جائے۔

۱۰ر مارچ کو یہاں اسکاؤٹ ریلی بھی ہے اس شاخ نے بہار اور گڑھ مکتسر کے مظلوموں کے لئے تین ہزار روپئے چندہ جمع کیا۔ اس سلسلے میں جناب حبیب احمد صاحب اور ان کے ہیڈ ماسٹر صاحب کی کوششیں خاص طور سے قابلِ قدر ہیں۔ امید ہے کہ یہ شاخ دوسری شاخوں کے لئے نمونے کا کام دے گی۔

آئیڈیل اسکول کشمیری گیٹ دہلی سے، پچھلے ستمبر کی سعدا و ابھو یہ ہے دیہ روداد مفید اور دلچسپ ہے۔ اس لئے شائع کی جاتی ہے۔

ہماری جامع برادری کا ایک جلسہ یکم ستمبر ۱۹۵۰ء کو آئیڈیل اسکول میں ہوا جس میں جامعہ اسکاؤٹ لیگ قائم کی گئی جس کی کابینہ کے ممبران مندرجہ ذیل منتخب ہوئے:-

صدر - صلاح الدین غازی سکریٹری - عبدالخالق تنویر

نائب صدر - خورشید احمد خاور جوائنٹ سکریٹری - محمد احمد ثاقب

خزانچی - محمد صادق پرویز

جامعہ اسکاؤٹ لیگ میں تین دستے بنائے گئے۔ بپڑل دستہ جس میں ۴ سال سے ۶ سال تک کے ۳۶ بچے ہیں۔ پروین دستہ جس میں ۱۲ لڑکیاں ہیں۔ شاہین دستہ جس میں ۴۲ نونہال یعنی ۱۱ سال تک کے بچے ہیں۔ شاہین دستہ میں دو ٹولیاں بنائی گئی ہیں۔ جناح ٹولی اور اقبال ٹولی۔

ہماری جامعہ اسکاؤٹ لیگ نے ایک قلمی اخبار جاری کیا۔ اس اخبار نے ہماری جامعہ اسکاؤٹ لیگ میں ایک زندگی پیدا کی۔ یہ اخبار صلاح الدین غازی اور عبدالخالق تنویر کی ادارت میں شائع ہوتا ہے۔

جناب یاسر حسین صاحب اور جناب حیدری صاحب نے ہمیں سکاؤٹ ٹریننگ دی، کچھ روز ایوب صاحب اور مہدی شاہ نے ہماری امداد فرمائی اور نئے نئے قسم کے گجٹس بنانے سکھلائے۔

یکم نومبر سے ہم نے جامعہ کے جشن سیمیں کے سلسلے میں نہایت تیزی سے اسکاؤٹنگ کے مقابلے کی تیاری شروع کر دی۔ اللہ اللہ کر کے ۱۴ نومبر کا دن آیا، اور ہم جامعہ نگر کو روانہ ہوئے مگر کس طرح - شہر کی فضا سے خائف ۸۴ ساتھیوں میں سے صرف ۱۳ ساتھی ہم سفر، نامکمل سامان۔ بپڑل دستہ اور پروین دستہ کو حالات نے ساتھ سے جانے کی اجازت نہ دی۔ قریباً ایک بجے ہم جامعہ نگر پہنچے جہاں خیموں کی ایک دنیا آباد تھی، ہمارے اسکاؤٹ ماسٹر جناب عفران احمد صاحب نصرت قریشی نے ہمیں خیموں کو ٹھیک کر کے سامان کو سلیقے سے رکھنے کا حکم دیا حکم ملنا تھا کہ پھاوڑوں اور کھرپوں سے خیموں کی زمین کی تواضع ہونے لگی اور دیکھتے ہی دیکھتے خیموں کی زمین ہموار ہو کر فرش بچھنے لگے۔ ایک خیمے میں جناب رفیق احمد صاحب ناظم مطبخ نے اپنا مطبخ کا سامان سلیقے سے ترتیب دیا۔ اور خیمے سے باہر ہمارے باورچی نے چولہے کی بنیاد رکھی۔ اور اس خوشی میں ہمیں نہایت لذیذ کھانا مگر پھیکی چائے پلائی اور ہاں کچھ پھل بھی عنایت فرمائے۔ دوسرے خیمے میں ہمارے سیکنڈ ماسٹر مقصود حسین صاحب نے ہمارے استعمال کا سامان

ترتیب دیا۔ تیسرے خیمے کو ہم نے اسکاؤٹ کلب یونیفارم کی شکل دی، بقایا تین خیموں میں سے ایک میں جناح ٹولی نے اور دوسرے میں اقبال ٹولی نے اپنے بستر بچھا دئے۔ تیسرے خیمے پر ہماری پیام برادری کے ممبروں نے قبضہ کرلیا۔ پیام برادری کے ممبروں میں پیام برادری کے صدر جناب محمد الیاس صاحب شبنم۔ سکریٹری جمیل الرحمٰن صاحب اختر۔ حمید اللہ خان صاحب سرور اور راشد علی صاحب تصویری تھے۔ جناب احمد حسن صاحب منظر ہمارے مربی کی حیثیت سے تھے۔

ان چھ خیموں کے علاوہ ہمیں ایک بڑا مگر خوش نما خیمہ اور ملا تھا۔ اس میں ہمارے اسکاؤٹ کمشنر جناب غفران احمد صاحب نے ناظم نمائش کی حیثیت سے سکاؤٹ نمائش کو ترتیب دیا۔ یاسر حسین صاحب نے کوارٹر ماسٹر کی حیثیت سے نمائش کے لئے دریاں، میزیں اور کرسیاں عنایت فرمائیں۔ بچوں کے گھر کے کانچ گراں جناب اشرف صاحب نے کمال مہربانی سے ۱۸ میز پوش عطا کئے۔ اس کے علاوہ مختلف اسکولوں نے نمائش کا سامان پیش کیا۔

اگلے روز ہم نے اپنے خیموں کو خوب آراستہ کیا۔ بیچ میں آئیڈیل اسکول کا جھنڈا لہرا رہا تھا۔ ٹولیوں کے خیموں پر اقبال اور جناح ٹولی کے پرچم تھے۔ ان پرچموں کے بیچ میں شاہین دستے کا پرچم نصب تھا۔ اس پر شاہین اپنی چونچ میں جامعہ سکاؤٹنگ کے نشان کو لے کر پوری تیزی سے اڑ رہا تھا، اور جھنڈے کے نیچے شاہین دستہ آئیڈیل اسکول دہلی نہایت پاکیزہ خط میں لکھا ہوا تھا۔ صاف ستھرے خیمے۔ سلیقے سے لگے ہوئے بستر، خوش نما مگر سادہ دروازے خیموں تک پہنچنے کے لئے۔ بجری کی سرخ سڑکیں، خیموں کے صحن میں بیل بوٹوں کے حاشیے عجب منظر پیش کر رہے تھے۔ ہمارے فوٹوگرافر جناب مضطر نے قریباً ۵۴ فوٹو لئے۔ مثلاً تیراکی کا میلا، سکاؤٹ نمائش، جوبلی کا جلسہ خاص، جناح اور جواہر کی آمد۔ سکاؤٹ ریلی، خیموں کے نظارے، جنگل میں سکاؤٹوں کا ناشتہ، کیمپ فائر۔ ہم نے کیمپ فائر کے سلسلے میں بھوتوں کے جلسے کے عنوان سے ایک چھوٹا سا ڈراما کھیلا تھا۔ یہ ڈراما بہت پسند کیا گیا۔ جامعہ سکاؤٹ ایسوسی ایشن کی طرف سے ہمیں ایک نقرئی اور بے حد خوش نما شیلڈ دی گئی۔

جوبلی کے سلسلے میں ہماری سب سے بڑھ کر امداد جناب محمد عارف صاحب اور جناب عبدالغفور صاحب نے کی۔ عارف صاحب نے وردیاں سلوانے میں مدد دی اور آئیڈیل اسکول کے لئے کر ہے نشان عنایت فرمائے۔ جو ہمارے اسکاؤٹ لیڈروں اور افسروں کو دئے گئے۔ عبدالغفور صاحب نے پانچ دن کے لئے

اپنی کار عنایت کی۔ اسکاؤٹ کی خوش نما ٹوپی تیار کروائی۔ ڈرامہ کے لئے فینسی ڈریس دیئے اور طرح طرح سے امداد فرمائی۔ نائی ایک چھوٹا سا ریڈیو دیا جو بلا بجلی اور بلا اپریل کے بولتا تھا۔

یہ چار پانچ مگر دلچسپ دن دیکھتے ہی دیکھتے ختم ہو گئے۔ جامعہ کی جوبلی مدتوں یاد رہے گی۔ جوبلی کی کامیابی کا سہرا شیخ الجامعہ ڈاکٹر ذاکر حسین صاحب قبلہ اور ان کے ساتھیوں کے سر ہے۔ اور اسکاؤٹنگ کا سہرا معتمد خاص جناب محمد اخلاص صاحب صدیقی اور ان کے ساتھیوں کے سر ہے۔ والسلام

ایک پیامی: عبدالخالق متوجہ

سکریٹری جامعہ اسکاؤٹ لیگ، ائیڈیل اسکول ہملٹن روڈ، دہلی

جامعہ نگر کی برادری بھی کچھ نہ کچھ کام کر رہی ہے عزیزی آصف انور کی ایک اطلاع سے معلوم ہوا ہے۔ اب تک اس کے تین جلسے ہو چکے ہیں۔ برادری اپنا ایک کتب خانہ قائم کرنا چاہتی ہے، ایک کلب روم بنانا چاہتی ہے، ان دونوں کے لئے ضرورت ہے ایک کمرے کی، اور جامعہ نگر کی عمارتوں میں گنجائش کی پہلے ہی سے کمی ہے۔ پھر بھی ہمیں امید ہے کہ خصوصاً مدرسہ ثانوی کے منتظمین اس معاملے میں بچوں کی مدد کریں گے۔

پیام برادری سلہٹ برابر اپنے جلسے کر رہی ہے اس نے اپنے بائیسویں جلسے کی رپورٹ بھیجی ہے عبدالکریم صاحب فاروقی صدر پیام برادری کی صدارت میں ہوا۔ عبدالکریم، محمد جبار، مختار قریشی، سلیم اختر فاروقی، رفیق الٰہی (ناظم برادری)، منظور الٰہی، موہن لال نے تقریریں کیں، نظمیں، کہانیاں، اور لطیفے سنائے۔ جلسے میں عبدالمنان صاحب بھی موجود تھے۔ انھوں نے پیامیوں سے برادری کے کاموں میں مدد دینے کا وعدہ کیا۔ وہاں کی مسجد کے امام صاحب پیامیوں کے بہت ہمدرد ہیں۔ صدر صاحب کے ایک خط سے معلوم ہوا کہ مئی میں وہ ایک شاندار جلسہ کرنا چاہتے ہیں۔ خدا انھیں اس اچھے ارادے میں کامیاب کرے۔

رامپور سے ایک بہت اچھا مذہبی رسالہ الحسنات نکلنا شروع ہوا ہے۔ اس کے ایڈیٹر صاحب ازراہ نوازش برادری کی تمام شاخوں کو یہ رسالہ مفت بھیجنا چاہتے ہیں۔ ہم انھیں ان شاخوں کو روانہ کریں اور وہ بھی ایڈیٹر صاحب کو شکریے کا خط لکھ دیں۔ پتہ دفتر الحسنات، رام پور



اِدھر اُدھر سے

پھپھوندی کے بارے میں سائنس والوں کا خیال ہے کہ یہ ایک پودا ہے۔ اس کے ننھے ننھے بیج ہر وقت ہوا میں اُڑتے رہتے ہیں اور جہاں موقع پاتے ہیں جگہ بنا لیتے اور اُگنے بڑھنے لگتے ہیں۔ اگر کوئی چیز اس طرح بند کی جائے کہ ہوا بالکل اندر نہ پہنچ سکے تو پھپھوندی نہیں لگے گی

ایک آلہ ایسا ایجاد ہوا ہے جو انسان کے پپوٹوں پر لگا دیا جاتا ہے۔ پپوٹے نیند سے بھاری ہو کر بند ہونے لگتے ہیں تو ایک گھنٹی بجنے لگتی ہے یا بجلی کا جھٹکا سا محسوس ہوتا ہے اور آدمی ہوشیار ہو جاتا ہے۔ محنتی طالب علموں اور رات میں کام کرنے والوں کے لئے یہ آلہ ایک نعمت ہے۔

سوئزرلینڈ کا مشہور سائنس داں پروفیسر پکارڈ ۴۰۰ پونڈ وزنی غبارے کے ذریعے ۱۹ میل کی اونچائی تک اُڑنے کی تیاری کر رہے ہیں۔ پروفیسر پکارڈ امریکہ کے بحری محکمے میں ملازم ہیں۔ ۱۹۳۵ء میں یہ گیارہ میل بلندی تک اُڑ چکے ہیں۔

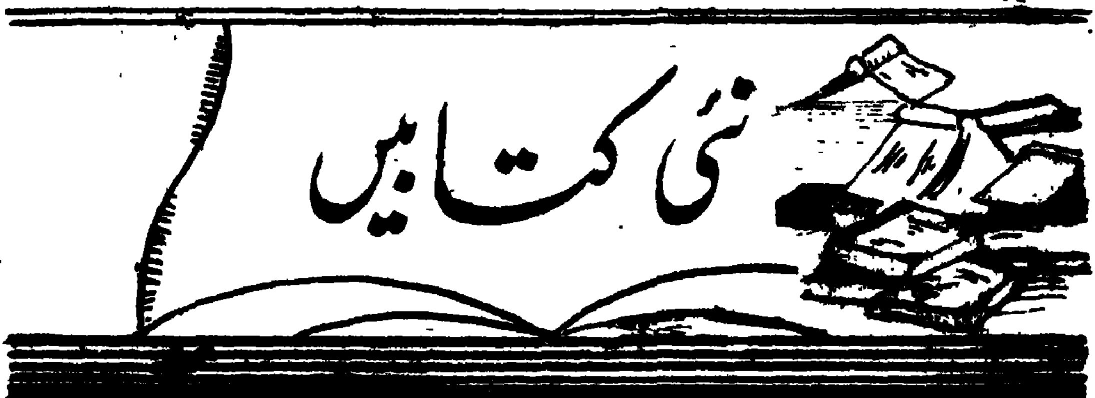
——— (رسالہ سائنس)

اکاڈ نامی مچھلی ایک جھول میں ۵۴ کروڑ انڈے دیتی ہے۔

پروفیسر آرنسٹ جانے کا بیان ہے کہ دنیا سکڑ رہی ہے، ہر ہزار سال کے بعد اس کا قطر ۵ انچ کم ہو جاتا ہے۔

دنیا کا سب سے بڑا چھاپہ خانہ آکسفورڈ یونیورسٹی کا ہے۔ اس میں ۲۵۶ زبانوں میں کتابیں چھپ سکتی ہیں۔

——— سید محمد حسنین۔ دہلی



نئی کتابیں

کلیاں جنوری کے پرچے میں آخری صفحے پر اس کا اعلان چھپ چکا ہے۔ پیام تعلیم میں ایک عرصے سے بچوں کی نظمیں چھپ رہی ہیں، مکتبہ جامعہ نے انھی میں سے چند اچھی اچھی مزیدار نظمیں انتخاب کرکے بہت سلیقے اور نفاست سے شائع کی ہیں، نظموں کو مختلف عنوانوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے، مثلاً کھیل کھلونے پرندے، منظر کشی، موسم وغیرہ، کتاب بڑے سائز پر چھپی ہے، قلم موٹا، لکھائی چھپائی کاغذ سب چیزیں اچھی۔ ۴۸ صفحے۔ ۱۲؍ میں مکتبہ جامعہ، دہلی قرول باغ سے ملے گی۔

نئی نظمیں اس کتاب میں بچوں کے تین شاعروں کی نظمیں جمع کر دی گئی ہیں، سید ابو طاہر صاحب کی کئی اچھی اچھی نظمیں پیام تعلیم میں چھپ چکی ہیں۔ ابھی تک لوگ آپ کو بچوں کا بہت بڑا ادیب ہی سمجھتے تھے بڑی خوشی کی بات ہے کہ بچوں کی شاعری میں بھی آپ نے ماشاءاللہ خوب کمال حاصل کیا ہے۔ ان نظموں میں ایک خاص زندگی، مٹھاس اور بھولا پن ہے۔ برکت علی صاحب فراق کو پیام تعلیم ہی نے بچوں کی نظمیں لکھنے پر آمادہ کیا۔ برکت صاحب چھوٹے بچوں کے لئے خصوصاً بہت اچھی نظمیں لکھتے ہیں۔ آسان زبان لکھنے اور سادہ الفاظ کے انتخاب کا آپ کو بہت اچھا سلیقہ ہے۔ احسن عثمانی صاحب کو بھی بچوں کی نظمیں لکھنے کا بہت اچھا سلیقہ ہے ان کی تین چار نظمیں، آندھی، ہوائی جہاز، چندا ماموں وغیرہ بچوں میں بہت مقبول ہیں۔ ان اچھی اچھی نظموں کو ایک جگہ جمع کرکے مکتبہ جامعہ نے بہت مفید کام کیا ہے۔ بچوں کے لئے اس سال کا یہ بہت اچھا تحفہ ہے۔ بڑا سائز، موٹی لکھائی، چکنا کاغذ، دو رنگا ٹائٹل ۶۴ صفحے۔ اور قیمت کل ۱۲؍ مکتبہ جامعہ - دہلی قرول باغ سے ملے گی۔

بی آپا کی کہانیاں عبدالقدیر صاحب جبلپوری کی نظمیں اکثر پیام تعلیم میں چھپتی رہتی ہیں، یہ اُن کی کہانیوں کا مجموعہ ہے۔ کہانیاں سبھی دلچسپ اور مزےدار ہیں۔ ان سے کوئی

نہ کوئی مفید نتیجہ یا نصیحت بھی ضرور حاصل ہوتی ہے۔ کتاب کی لکھائی چھپائی کاغذ سب چیزیں اچھی ہیں ٹائٹل بھی رنگین ہوتا تو کتاب اور زیادہ جچتی۔ ۸ر میں محمد نعیم خاں بک سیلر، رشید گنج جبل پور سے ملے گی۔

رسالوں کی دنیا

نئے رسالے

دوست بچوں کے ادیب مولوی الیاس احمد صاحب مجیبی سے تم اچھی طرح واقف ہو۔ ہمارے پیام تعلیم کے بہت پرانے مضمون نگار ہیں۔ انھوں نے اپنی زندگی بچوں کے لئے وقف کردی ہے۔ کئی سال سے بچوں کا بک ڈپو چلا رہے ہیں اور اب دوست کے نام سے بچوں کا ایک رسالہ نکالا ہے۔ یہ رسالہ بھی مجیبی صاحب کی خوش ذوقی اور سلیقے کا بہت اچھا نمونہ ہے۔ اچھے اچھے مفید مضمون، اچھی اچھی تصویریں کئی رنگ کا خوبصورت ٹائٹل۔ لکھنے والوں میں آغا محمد اشرف ایم اے۔ پروفیسر محمد عبدالغفور ڈاکٹر مسعود حسین مولانا شفیع الدین نیر، یوسف بخاری اور پھر خود مجیبی صاحب جیسے لوگ۔ ہمیں امید ہے کہ یہ پرچہ آئندہ اور ترقی کرے گا۔ قیمت سالانہ ؏ ر بچوں کا بک ڈپو احمد منزل کلاں محل دہلی سے ملے گا۔

الحسنات اس رسالے کا مقصد، عورتوں، لڑکوں اور لڑکیوں کی ذہنی اصلاح ہے۔ مذہبی نقطۂ نظر سے۔ شروع میں کلام پاک کی تفسیر ہے۔ پھر آں حضرت کی سیرت پر ایک آسان مضمون ہے۔ اللہ میاں پر ایک دلچسپ مکالمہ ہے۔ باقی مضمون بھی اسی رنگ میں۔ ان تمام مضامین کی زبان آسان اور دلچسپ رکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس مذہبی لاپروائی کے زمانے میں ابوسلیم محمد عبدالحی صاحب کا یہ کام مبارک باد کے قابل ہے۔ چند مضامین ذرا اور آسان زبان میں لکھے جائیں تو شاید نسبتاً کم عمر بچے بھی اس سے فائدہ اٹھا سکیں، بڑا سائز لکھائی بہترین چھپائی اور کاغذ اچھا۔ قیمت سالانہ عہ فی پرچہ ۵ر ریاست رام پور۔

کلیاں یہ بچوں کا ہفتہ وار پرچہ ہے۔ پیام تعلیم کا سائز۔ ۲۴ صفحے۔ ایڈیٹر نصیر افسر صاحب۔ اس میں بچوں کی دلچسپی کی سبھی چیزیں ہوتی ہیں، قصے کہانیاں، نظمیں، لطیفے، معمے، معلوماتی مضمون

وغیرہ ایڈیٹر صاحب اسے مفید اور دلچسپ بنانے کی پوری کوشش کرتے ہیں، البتہ زبان کہیں کہیں کھٹکتی ہے۔ زیادہ تر غلطیاں کتابت کی معلوم ہوتی ہیں قیمت سالانہ للعہ ر فی پرچہ ۳ ر
دفتر کلیاں، پونم چند بلڈنگ، گلزار حوض، حیدرآباد دکن۔

رسالوں کے خاص نمبر

رتن کندن لال صاحب ام اے نے پچھلے سال کی طرح اب کے بھی سالنامہ بہت اہتمام سے نکالا ہے۔ ٹائٹل دو رنگا، بہت خوش نما۔ اندر لیتھو کی بہت سی رنگین تصویریں۔ مضمون بھی بہت اچھے اچھے، کہانیاں، ڈرامے نظمیں، لطیفے، معمے، معلوماتی چیزیں۔ لکھنے والوں میں مولانا عبدالمجید سالک، راجا مہدی علی خاں، ہری چند اختر، محمد عمر نورالٰہی، حامد اللہ افسر، مولانا شفیع الدین نیر خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ قیمت سالانہ ے ر سالنامہ ۸ ر، دفتر رتن دربار گڑھ روڈ
دفتر رتن دربار گڑھ روڈ جموں (کشمیر)

گلدستہ نوروز نمبر بچوں کے اس ہفتہ وار رسالے نے بہت شاندار نوروز نمبر نکالا ہے۔ چاند شرما صاحب ام اے نے بچوں کی دلچسپی کی سبھی چیزیں بڑے سلیقے سے جمع کر دی ہیں۔ شروع میں اپنے مضمون نگاروں کی تصویریں بھی دی ہیں۔ ان کے علاوہ لیتھو کی تصویریں بھی بہت سی ہیں۔ ہم شرما صاحب کو ان کی اس کامیابی پر مبارک باد دیتے ہیں۔ قیمت سالانہ صہ ر نوروز نمبر ۸ ر دفتر گلدستہ میکلو روڈ، لاہور۔

رہنمائے تعلیم یہ تعلیمی پرچہ ہے، استادوں اور تعلیم کے فن سے دلچسپی رکھنے والوں کے لئے ماسٹر جگت سنگھ صاحب نے اس کا سالنامہ بہت اہتمام سے نکلوایا ہے۔ مضامین علمی، ادبی، تعلیمی سب طرح کے ہیں۔ مولانا اسمٰعیل پانی پتی اور حضرت جوش ملیانی نے اسے دلچسپ اور مفید بنانے کی کامیاب کوشش کی ہے۔ پیام تعلیم کا سائز۔ ضخامت ۔ ۶۲ صفحے۔ قیمت سالانہ صہ ر سالنامہ عہ ر ملنے کا پتہ :- دفتر رہنمائے تعلیم، لاہور۔

رنگ بھرو

رام چڑیا



رجسٹرڈ نمبر ایل ۱۹۶۱

مذہبی کتابیں

قرآن پاک	۱۴ر	مسلمان بیبیاں	۱۲ر
عقائد اسلام	۴ر	ہمارے نبیؐ	۶ر
ارکان اسلام	۶ر	ہمارے رسول	۱۲ر
محاسن اسلام	عہ	رسول پاک	عہ
نبیوں کے قصے	۱۲ر	سرکار دو عالم	عہ

معلومات

بجلی کی کہانی	۶ر	کائنات	۱۰ر
مقناطیس کی کہانی	۶ر	دنیا کے بسنے والے	۱۰ر
بجلی اور مقناطیس کے کھیل	۸ر	دنیا کے بچے	۱۰ر
سمندر کا عجائب خانہ	عہ	ہندوستانی کھیل	۱۲
دھوئیں کی پھانسی	عہ	قدرت کے کرشمے	۱۰ر

ڈرامے

دیانت	۵ر
شریر لڑکا	۶ر
قوم پرست طالب علم	۶ر
بچوں کا انصاف	۵ر
چور لڑکا	۵ر
محنت	۷ر
اسکول کی زندگی	۶ر
کایا پلٹ	۴ر
چھوٹے اور سچے دوست	۵ر
پریم کی جیت	۳ر
چھوٹا لڑکا	۴ر
شمو کی عید	۸ر

نظمیں

بڑی عمر کے بچوں کے لیے

بچوں کے اسماعیل	مرتبہ سعید انصاری	۱۰ر
بچوں کے حالی	" " "	عہ
بچوں کی نظمیں	" " "	۸ر
قومی نظمیں	محمود علی خاں جامعی	۸ر
بچوں کے افسر		۱۲ر

چھوٹی عمر کے بچوں کے لیے

گھی شکر	شفیع الدین نیر	۹ر
بچوں کا کھلونا	" " "	۱۲ر
نئی کہانیاں	" " "	۹ر
کلیاں	احسن عثمانی	عہ
نئی نظمیں		۱۲ر

اپریل



قصّے کہانیاں

پہلا درجہ

پھر چگوں کیا خاک	۸ر	بی مینڈکی اور کوا	۷ر	پکڑ دم کٹے کو	۸ر
لومڑی کا گھر	۸ر	بندر اور نائی	۹ر	پان کھا کر طبلہ بجا کر	۸ر
جادو کا گھر	۸ر	ہتپو چتپو	۸ر	تاک دنا دن تلکے	۸ر
		تارا دھرمی تارا	۸ر		

دوسرا درجہ

ننھی مرغابی	۵ر	لومڑی اور خرگوش کی لڑائی	۵ر	ایک کچوری تیل میں	۷ر
بچوں کی کہانیاں	۵ر	جادو کا جہاز	۵ر	خرگوش کا ہونٹ	۵ر
پرندوں کا ایکا	۳ر	جو تر اچلو بھر خون نہ پیا ہو	۷ر	خربوزہ شہزادہ کا سر بن گیا	۵ر
ننھا ٹٹو	۵ر	جنگل کا راجا	۵ر	مزا چکھائیں گے	۵ر

تیسرا درجہ

لال مرغی	۶ر	پوری کڑھائی سے نکل بھاگی	۶ر	قرقر	۵ر
جنگو کی بلی	۶ر	شہزادی گلفام	۵ر	چتو متو	۵ر
مرغی اجمیر چلی	۵ر	چھوٹا چمو	۵ر	چنبیلی	۵ر
تانبیل خاں	۵ر	شر پر موتی	۵ر	چھوٹی لالٹین	۵ر

چوتھا درجہ

نیت کا پھل	۷ر	چھدو	۸ر	بے کاری	۸ر
شیدلا	۷ر	انعامی مقابلہ	۷ر	شہزادی اور ٹھگ	۸ر

پانچواں درجہ

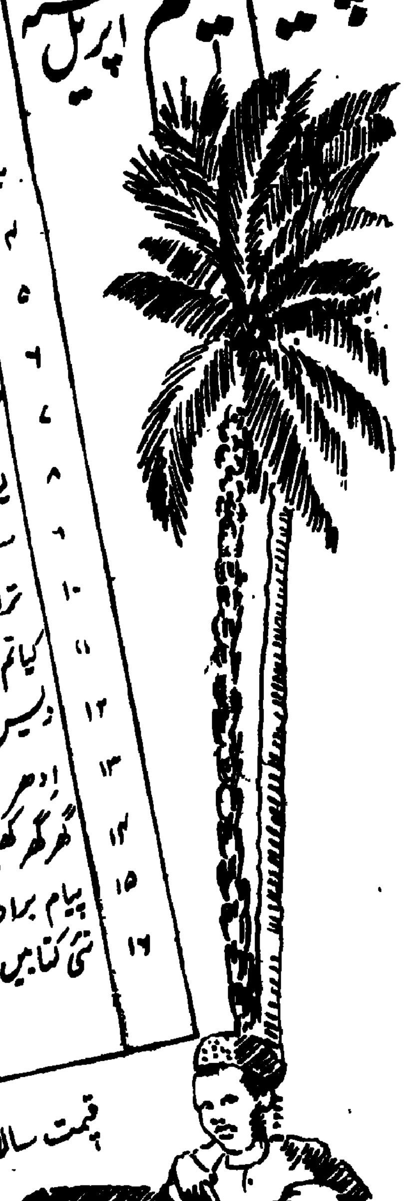
شہزادی گلنار		ترکوں کی کہانیاں	۷ر	ہمت کے پھل	۶ر
عقاب		دو بھائی	۸ر	چوہوں کی کانفرنس	۶ر

مکتبہ جامعہ، دہلی، لکھنؤ، بمبئی

پیام تعلیم

اپریل ۴۷ء

دہلی، یوپی، سی پی، برار، میسور، قلات، بنگال، رام پور، حیدرآباد، سندھ، کشمیر، پنجاب، بہار اور سرحد کے محکمہائے تعلیم کی طرف سے سرکاری طور پر منظور کیا گیا نمبر ۴



قیمت سالانہ ۳ — فی پرچہ ۳ر

ہندوستان سے باہر (للعہ ر)

ایڈیٹر
محمد حسین حسان



پرنٹر پبلشر ڈاکٹر سید عابد حسین ایم اے پی ایچ ڈی - [illegible] پریس، دہلی

بچوں سے باتیں

پچھلا پرچہ پیامیوں کو بہت پسند آیا۔ ہمارے پاس بہت سے خط آئے ہیں۔ ایک ننھے پیامی نے ہمیں لکھا ہے۔ آہا بھئی یہ پرچہ تو بہت دلچسپ تھا، پڑھ کر مزا آگیا۔

ہم پیام تعلیم کو زیادہ سے زیادہ مفید اور دلچسپ بنانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ پیامیوں کو اب اور بھی مزا آیا کرے گا۔

اس پرچے سے ہم چند مضمونوں کا سلسلہ شروع کر رہے ہیں۔ وسط ایشیا کے بچوں کے حالات اور "دیس کی باتیں" ہمیں امید ہے کہ پیامی ان دونوں مضمونوں کے بارے میں اپنی رائے ہمیں بتائیں گے۔

دیس بدیس کی خبریں پہلے پیام تعلیم میں شائع ہوتی تھیں۔ گنجائش کی کمی کی وجہ سے اس سلسلے کو روک دیا گیا تھا۔ بہت سے پیامیوں کو شکایت تھی، اب یہ شکایت دور ہو جائے گی ہمارے پرانے مضمون نگار لطیف اعظمی صاحب نے یہ کام مستقل طور پر اپنے ذمے لے لیا ہے۔

آج کل دلی میں ایشیائک کانفرنس ہو رہی ہے۔ ایشیا کے قریب قریب سبھی ملکوں کے لوگ اس میں حصہ لے رہے ہیں۔ ہندوستان بلکہ ایشیا کے لئے بالکل نئی چیز ہے۔ لطیف صاحب نے وعدہ کیا ہے کہ اگلے پرچے کے لئے اس کانفرنس پر ایک دلچسپ مضمون لکھیں گے۔

اس پرچے میں ایک بہت ہی دلچسپ باتصویر کہانی چھپنے کو تھی مگر آرٹسٹ صاحب وقت پر تصویریں تیار نہ کر سکے۔ پیامی اب اس کے لئے اگلے پرچے کا انتظار کریں۔

میری شاعر بننے کی تمنا

احتشام علی درجہ ششم، تعلیمی مرکز جامعہ، قرول باغ

الٰہی مجھے نیک شاعر بنا دے
مجھے شعر کہنے میں ماہر بنا دے

مرا نام اقبال کی طرح چمکے
اور حالی کی مانند دنیا میں دمکے

مجھے شعر کہنے کا آئے سلیقہ
مجھے نثر لکھنے کا آئے طریقہ

غزل ہو، قصیدہ ہو یا مثنوی ہو
غرض میری جو چیز بھی ہو نئی ہو

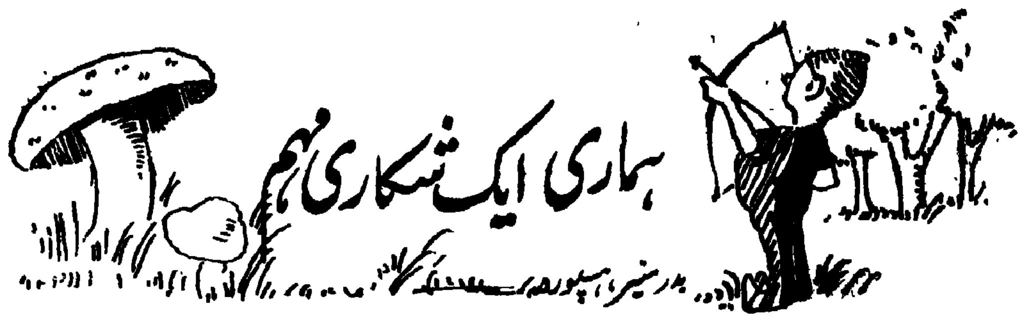
میں اقبال کی طرح نظمیں لکھوں گا
مسدس میں حالی کا ہمسر بنوں گا

غلامی نے ہندوستان کو ہے گھیرا
غلامی کا چھایا ہوا ہے اندھیرا

خدایا مرے شعر میں وہ اثر دے
دلوں کو جوش شجاعت سے بھر دے

یہی ایک جوہر کی تجھ سے دعا ہے
یہی آرزو ہے، یہی مدعا ہے

۵ یہ نظم یوم حالی کے مشاعرے (تعلیمی مرکز جامعہ) میں پڑھی گئی۔



ہماری ایک شکاری مہم

بدر منیر، سہسپور

ہوں تو میں ایک طالب علم لیکن مجھے تعلیم کے ساتھ ساتھ شکار کا بھی شوق ہے میں چھٹی کے دنوں برابر شکار کو جاتا ہوں، اور آج تک خدا کے فضل سے محروم نہیں پھرا ہوں اسی لئے لوگ مجھے شکاری کہا کرتے ہیں۔

آیئے اپنے شکار کی دو چار دلچسپ باتیں آپ کو بھی سُنا دوں گرمی کے دن تھے لو چل رہی تھی، انسان، حیوان سبھی پیاس سے بے کل تھے، سورج کی روشنی اتنی تیز تھی کہ معلوم ہوتا تھا کہ آگ برس رہی ہے ایسے میں میرے گاؤں کے سمیع بابو اور نہال بابو میرے پاس آئے۔ سمیع بابو نے کہا کہ گاؤں سے دکھن کو جو تالاب ہے وہ سوکھ گیا ہے صرف بیچ میں تھوڑا سا پانی رہ گیا ہے، جس میں گاؤں کے بچے نہاتے دھوتے ہیں، لیکن بھئی کئی دن سے رات کے وقت ایک بڑا جنگلی سور وہاں آجاتا ہے وہ اس تالاب سے اپنی پیاس بھی بجھاتا ہے اور اس میں نہا دھو کر تالاب کا پانی خراب کر دیتا ہے۔ ہم لوگوں یا بچوں کے نہانے کے قابل نہیں رہتا اس لئے آپ کچھ تدبیر کیجئے۔

میں نے اُن لوگوں سے کہا آج چاندنی رات ہے اس لئے میں آج ہی اس سور کا شکار

کرنا چاہتا ہوں ، آپ لوگ جاکر تالاب کے پاس ایک مچان بنوائیے ۔

وہ تو میرا مزاج جانتے ہی تھے انھوں نے فوراً ایک مچان میرے لئے تیار کرایا ۔ رات کو آٹھ بج گئے ، میں نے کھانا کھاکر اپنے شکاری کپڑے پہن لئے ۔ بندوق ہاتھ میں اُٹھالی ایک تھیلا بھی لے لیا ۔ تالاب کے کنارے پہنچا اور مچان پر چڑھ گیا ۔

وہاں میں بالکل اکیلا تھا ۔ مگر مجھے ذرا بھی ڈر نہ لگا اتنے میں مجھے کچھ دور ایک آواز معلوم ہوئی میں سمجھ گیا کہ سور آگیا ۔ تالاب کے پاس ایک غار تھا وہیں وہ زمین کھود کر کچھ کھانے لگا ۔ میں نے اپنی بندوق سنبھالی ۔ میں اس تاک میں تھا کہ وہ سور وہاں سے ذرا اور آگے بڑھے تو میں اُسے اپنی گولی کا نشانہ بناؤں اتنے میں ایک مصیبت نازل ہوئی ۔

جس پیڑ کے نزدیک میرا مچان تھا اُس پر ایک بڑا بھیانک سانپ پھن پھیلائے چڑھتا دکھائی دیا ۔ سانپ پر نظر پڑتے ہی میں کانپ گیا ۔ موت سامنے نظر آنے لگی ۔ مگر میں ہلا نہیں سانپ میرے بدن پر چڑھ گیا لیکن میں نے اس کو اپنے بدن سے پھینکنے کی کوشش نہیں کی میں نے سوچا اگر میں چلاؤں گا یا سانپ کو پکڑ کر زمین پر پھینکوں گا تو آواز سُن کر سور بھاگ جائے گا ۔ میں نے ایک دم اپنی سانس روک لی اور آنکھیں بند کر لیں ۔ وہ سانپ پیٹھ سے میرے کندھے پر آیا ۔ کندھے سے پیٹ کی طرف نیچے اُترا ۔ پھر اُس نے اپنا پھن میرے پیر کے انگوٹھے اور اُنگلیوں کے بیچ میں ڈالا ۔ میرے ہوش اُڑ گئے ۔ پوری طرح سے یقین ہوگیا کہ موت نزدیک ہے ۔ لیکن پھر سوچا کہ مرنا ہے

تو بزدلی سے کیوں مروں، دل کڑا کرکے اس کی گردن ایک ہاتھ سے اس زور سے دبائی کہ اس نے منہ پھاڑ دیا دوسرے ہاتھ سے اس کی دُم پکڑ کر دو تین جھٹکے ایسے دیے کہ اس کے سارے کس بل جاتے رہے۔ جب وہ سست پڑ گیا تو اس کو گھما کر زور سے دور پھینک دیا۔ سور اس غار کے پاس مٹی کھودنے میں لگا تھا اتنے میں تالاب کے پاس ایک بڑا سا بھالو بھی آ پہنچا، اگر میں چاہتا تو اُسے وہیں مار گراتا مگر سور کے بھاگ جانے کا ڈر تھا۔

بھالو پانی پی کر تالاب کے پاس کھڑا ہو گیا۔ اتنے میں ایک بہت بڑا شیر گرجتا ہوا دکھائی دیا۔ شیر بہت پیاسا تھا، وہ جلد جلد قدم بڑھاتا آ رہا تھا۔ بھالو کی نظر جوں ہی شیر پر پڑی بھاگتا ہوا آیا، اور پیڑ پر چڑھ گیا، جس پیڑ کے نیچے میرا مچان تھا۔ اس پیڑ کی ایک بڑی سی شاخ میرے مچان کے نیچے تھی۔ وہ اسی پر آ دبکا۔ اور ایک دوسری ڈالی کو اپنے اگلے پیروں سے خوب کس کر پکڑ لیا

ایک مصیبت سے تو ابھی نجات ملی تھی، اب کیا کروں اگر چلاتا ہوں تو بھالو مجھ پر فوراً حملہ کر دے گا ادھر سور بھی بھاگ نکلے گا، یہی سب باتیں سوچ رہا تھا کہ دل مضبوط کر کے بیٹھ گیا۔

شیر نے تالاب کے پاس پہنچ کر اچھی طرح پانی پیا، پھر کنارے پر بیٹھ کر لگا دھاڑنے۔ میرے رہے سہے ہوش حواس بھی جاتے رہے اور میں سوچنے لگا کہ یہاں سے کسی طرح بھاگ نکلوں۔ لیکن اس کی کوئی صورت نہ تھی۔ ناچار میں نے اپنے دل کو

مضبوط کر کے آپ بندوق سنبھالی اور بغیر نشانہ لئے گھوڑا دبا دیا۔ اتفاق سے گولی سور کے لگی، مگر اس نے سمجھا کہ سامنے بیٹھے ہوئے شیر نے مجھ پر چوٹ کی ہے۔ اس لئے شیر پر ٹوٹ پڑا۔ دونوں کافی دیر تک لڑتے رہے۔ آخر سور نے اپنے دانتوں سے شیر کا خاتمہ کر دیا، اور گولی کی چوٹ سے کچھ دیر بعد خود بھی تڑپ تڑپ کر مر گیا۔

جیسے ہی میری بندوق سے گولی چھوٹی کہ بھال نے سمجھا کہ اسی پر گولی چھوڑی گئی ہے۔ بندوق کی بھیانک آواز سے اُس کے ہاتھ سے ڈالی چھوٹ گئی، اور نیچے گرا۔ میں نے جلدی سے اُس کے سینے میں بھالا پیوست کر دیا۔ وہ وہیں ڈھیر ہو گیا۔ اب میری جان میں جان آئی اور مچان سے اُتر کر خیر سے بدھو گھر کو آئے۔

خط کتابت

ٹکٹوں کا تبادلہ

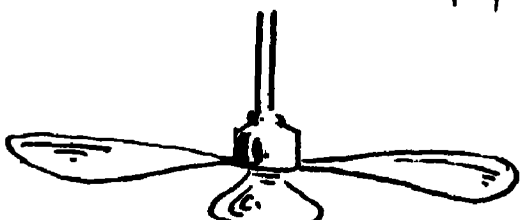
میرے پاس حیدرآباد دکن اور جے پور کے ٹکٹ کثیر تعداد میں ہیں۔ میں ٹکٹ جمع کرنے والے بھائیوں سے ان کا مبادلہ کروں گا،

میرا پتہ حسب ذیل ہے:-
احسان احمد - حیدری گشتی کتب خانہ
معظم جاہی مارکیٹ (حیدرآباد دکن)

میرے پاس لبنان، بلجیم اور حجاز (عرب) کے مختلف ٹکٹ ہیں۔ جن کے بدلے میں روس، سوئٹزرلینڈ اسپین پرتگال، فلسطین، افغانستان وغیرہ کے ٹکٹ لینا پسند کروں گا۔

پتہ:- محمد احمد معرفت محمد اسمٰعیل مسلم
۸۷ کیننگ اسٹریٹ، کلکتہ

گرمی



اقبال احمد بنارسی

پھر آ پہنچا ہے گرمی کا مہینہ
بدن پر ہے پسینہ ہی پسینہ

نہانے کی تمنا ہر گھڑی ہے
مگر پانی میں بھی گرمی بھری ہے

غریبوں کے لئے لیکن کہاں خس
نہیں بجلی کے پنکھے پر کوئی بس

کوئی رکھشا چلاتا دھوپ میں ہے
کہ جیسے جانور بھروپ میں ہے

کوئی کھیتوں میں پانی دے رہا ہے
جہاں کو زندگانی دے رہا ہے

مگر پھوٹی ہوئی قسمت ازل سے
ہمیشہ کے لئے اس کو ملی ہے

خدا یہ امتحاں کیوں لے رہا ہے
غریبوں کو مصیبت دے رہا ہے

یہ دورِ امتحاں کب ختم ہوگا
یہ دردِ جاوداں کب ختم ہوگا

عجیب وغریب ہوائی جہاز



روبٹ جہاز

اس جہاز کی ظاہری شکل تو معمولی ہوائی جہازوں جیسی ہوتی ہے مگر اُسے اُڑتا دیکھ کر سچ مچ جادو کا گمان ہوتا ہے۔ اس میں کوئی آدمی یا ہوا باز نہیں ہوتا خود بخود اُڑتا رہتا ہے۔ ہر طرف مُڑ سکتا ہے، نیچے آ سکتا ہے، اوپر جا سکتا ہے، ہے نا جادو! مگر نئے زمانے کا جادو ہے۔ آج کل تو یہ ہر ترقی یافتہ ملک میں اُڑتا نظر آتا ہے۔

اصل میں یہ وائرلیس کا کرشمہ ہے، جہاز سے کئی میل دور ایک آدمی زمین پر کھڑا ہوتا ہے، بس یہی اُسے چلاتا ہے۔ اُس کے سامنے وائرلیس کا ایک آلہ ہوتا ہے، ایک اونچے سے بکس کی شکل کا۔ اس آلے پر مختلف ڈائل لگے ہیں، کسی پر "نیچے آؤ"، کسی پر "اوپر جاؤ"، کسی پر "دائیں مُڑو"، کسی پر "بائیں مُڑو" لکھا ہوتا ہے۔ ان ڈائلوں پر سوئچ یا بٹن لگے ہوتے ہیں بس جس ڈائل کا سوئچ یا بٹن دبا دیا جائے گا اسی کے مطابق جہاز کام کرے گا۔ مثلاً نیچے آؤ ڈائل کا بٹن دبا دیا گیا تو جہاز نیچے اُترنے لگے گا۔ اب شاید تم اپنے دل میں یہ سوچو کہ آخر یہ کس اصول پر بنایا جاتا ہے تو بھی یہ بات ابھی تمھاری سمجھ میں نہیں آئے گی ◆



فلسطین کا عبد اللہ

اہا ذرا ۔ ان میاں عبداللہ کو دیکھنا کیسا سرپٹ گھوڑا اُڑائے چلے جا رہے ہیں ۔ بھئی واہ گھوڑے کی پیٹھ پر نہ کاٹھی نہ چارجاما نہ زین ۔ ہاں صاحب ایک بدوی لڑکے کی شان بھی یہی ہے ۔ اور پھر یہ صاحب زادے اس وقت لگ کیسے اچھے رہے ہیں بھیڑ کی کھال کا ڈھیلا ڈھالا کرتا ۔ سر پر ریشمی رومال ، رومال پر عقال ، بھیڑ کے بالوں کی رسی سی بٹ لیتے ہیں اسی کو عقال کہتے ہیں ، فل بوٹ بھی بھیڑ کے چمڑے کے سرخ سرخ رنگا ہوا ، اوپر کی طرف نیلی ریشمی جھالر سی ، نیچے لوہے کی مہمیز گھوڑے کو ایڑ لگانے کے لئے اور ذرا بال تو دیکھو ، صبح کی ہوا میں دونوں لٹیں کیسی لہرا رہی ہیں ۔

میاں عبداللہ اس وقت اپنے

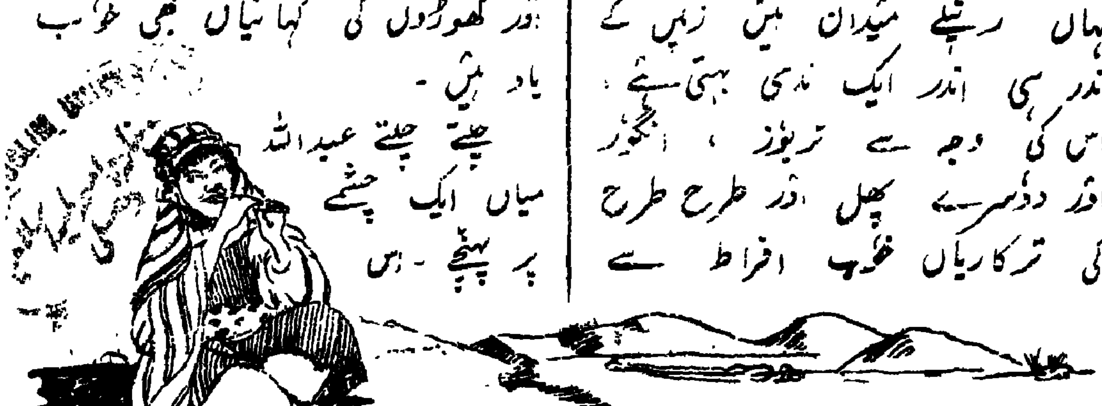


ابا اور چچی کے ساتھ ہیں ۔ گھوڑوں اور اونٹوں کے لئے گھاس کی تلاش میں جا رہے ہیں ۔ ماں نے کچھ کھانا بھی ساتھ کر دیا ہے ۔ کھانا کیا ہے بس چند روٹیاں ہیں ایک روٹی

کی تہہ میں زیتون کے پھل رکھ دیے ہیں۔ دوسری میں پنیر بھیڑ کے دودھ کا۔



میاں عبداللہ چھوٹی چھوٹی پہاڑیوں یا ریت کے ٹیلوں پر گھوڑا اُڑائے چلے جا رہے ہیں، راستے میں جگہ جگہ کھجوروں کے درخت، سنتروں کے پیڑ، قسم قسم کے جنگلی پھول کہیں کہیں گاؤں والے کے سرسبز باغ۔ ہاں ایک بات اور سنو یہاں رتیلے میدان ہیں زمین کے اندر ہی اندر ایک ندی بہتی ہے۔ اس کی وجہ سے تربوز، انگور اور دوسرے پھل اور طرح طرح کی ترکاریاں خوب افراط سے

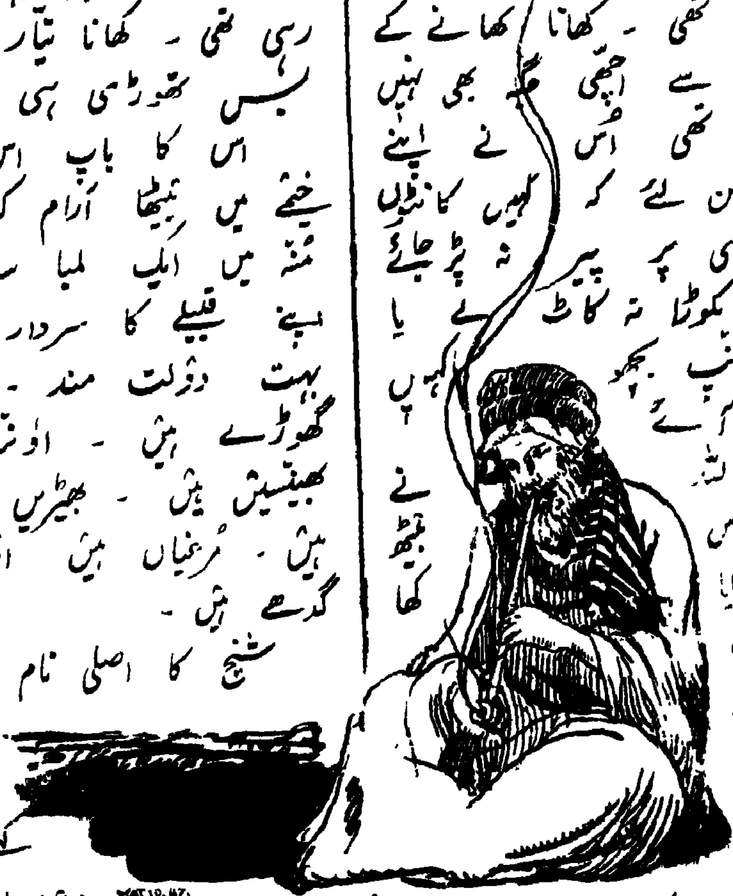


پیدا ہوتی ہیں۔

میاں عبداللہ روز ٹہلنے جاتے ہیں، کئی آدمیوں کے ساتھ یہ آدمی یوں سمجھو کہ اُن کے استاد ہیں۔ یہ اُسے نئی نئی باتیں بتاتے رہتے ہیں۔ پانی کے لئے ریت میں کیسے کھودنا چاہیئے۔ چرخ یا لکڑ بھگڑ کو پھانسنے کی کیا ترکیب ہے۔ گوپھن میں پتھر رکھ کر کیسے پھینکا جائے کہ ٹھیک نشانہ پر لگے اور ہاں جنگلی سور کو بندوق سے کیسے مارا جائے۔ کیونکہ جنگلی سور تو اس کی بھیڑوں کا دشمن ہے۔ عبداللہ کا مدرسہ بس اسی کو سمجھ لو ویسے گھر پر اسے قرآن شریف پڑھایا گیا ہے۔ موقع موقع سے روزے نماز کے مسئلے بھی سمجھائے جاتے ہیں۔ اُسے عرب کے بہادروں، اونٹوں اور گھوڑوں کی کہانیاں بھی خوب یاد ہیں۔

چلتے چلتے عبداللہ میاں ایک چشمے پر پہنچے۔ اس چشمے کو دیکھتے ہی وہ گھوڑے پر سے کود پڑا۔ اس کا اور اس کے گھوڑے کا اس وقت مارے پیاس

کے بُرا حال تھا۔ اس نے جوتے نکال ایک طرف پھینکے، ننگے پیر چشمے میں گھس گیا۔ اس سے پیروں کو بہت ٹھنڈک پہنچی۔ اب دوپہر ہوگئی تھی۔ عبداللہ کو بھوک لگ آئی تھی۔ کھانا کھانے کے لئے اس سے اچھی جگہ بھی نہیں مل سکتی تھی۔ اس نے اپنے جوتے پہن لئے کہ کہیں کانٹوں والی جھاڑی پر پیر نہ پڑ جائے کوئی کیڑا مکوڑا نہ کاٹ لے یا کوئی سانپ بچھو کہیں سے نکل آئے۔ عبداللہ نے چشمے کے پاس بیٹھ کر کھانا کھایا پی کر نچنت ہو گیا تو ایک طرف بیٹھ کر بانسری بجانے لگا۔ گھوڑے اور اونٹ ایک طرف گھاس چرنے کے لئے چھوڑ دئے۔



میاں عبداللہ کہیں شام کو گھر لوٹے۔ سب سے پہلے انھوں نے اپنے گھوڑے کو اونٹ کا دودھ پلایا۔ خیمے میں کھانا پک رہا تھا بھوک کی وجہ سے عبداللہ کو اس کی خوشبو بہت اچھی لگ رہی تھی۔ کھانا تیار ہونے میں بس تھوڑی ہی دیر تھی۔

اس کا باپ اس وقت خیمے میں بیٹھا آرام کر رہا تھا، منہ میں ایک لمبا سا پائپ۔ وہ اپنے قبیلے کا سردار یا شیخ ہے بہت دولت مند۔ بہت سے گھوڑے ہیں۔ اونٹ ہیں بھینسیں ہیں۔ بھیڑیں ہیں۔ بکریاں ہیں۔ مرغیاں ہیں اور ہاں گدھے ہیں۔

شیخ کا اصلی نام ابوحش ہے مگر لوگ ابو عبداللہ کہتے ہیں،

(عبداللہ کا باپ)

اس وقت یہ چالیس خیموں کی آبادی ہے۔ شیخ کا خیمہ ان سب خیموں کے بیچوں بیچ ہے۔ اور ان سب سے ذرا نکلتا ہوا۔ پہچان کے لئے یا لوں

کہیے کہ امتیاز کے لئے شیخ کے خیمے کے سامنے ایک لمبی لکڑی گڑی ہے اس پر نیزے کا پھل لگا ہے یہ گویا شیخ کا جھنڈا ہے۔



خیمہ گھرے سیاہ کپڑے کا بیچ میں پردہ لٹکا ہوا۔ ایک طرف مردوں کے لئے عبداللہ سمیت۔ دوسرے حصے میں عبداللہ کی دادی، امی چچی دو بہنیں علیا اور عائشہ ایک ننھا منا بھائی رمضان رمضان میاں پنگھوڑے میں لیٹے ہیں دادی اماں پنگھوڑا ہلا کر انھیں سلانے کی کوشش کر رہی ہیں پنگھوڑا خیمے کے ایک تھم میں بندھا ہے۔ پنگھوڑے کی رسی کا ایک سرا دادی نے پیر کے انگوٹھے میں باندھ لیا ہے۔ اب وہ دونوں ہاتھوں سے اونٹ کا اون بھی کات رہی ہیں۔ انگوٹھے سے پنگھورا بھی ہل رہا ہے۔ تاگا خوب موٹا دادی اماں اسے ایک گولے پر لپیٹتی جاتی ہیں ہوتے ہوتے یہ گولا اچھی خاصی فٹ بال بن جائے گا۔ اس تاگے سے کپڑا تیار ہوگا، نئے خیمے کے لئے۔

گھر کی اور عورتیں بھی ہر وقت کسی نہ کسی کام میں لگی رہتی ہیں۔ دا تو اس وقت آٹا پیس رہی ہیں ایک ہاتھ سے چکی میں اناج ڈالتی جاتی ہیں دوسرے سے اوپر کا پاٹ گھماتی جاتی ہیں۔ چکی کچھ کچھ ہماری گھریلو چکیوں جیسی چکی کی گھر گھر خوب زوروں سے ہو رہی ہے۔ بچے خوب شور و غل مچا رہے ہیں مگر رمضان میاں کی نیند میں ذرا خلل نہیں پڑتا، بے خبر سو رہی ہیں۔ یہ اس وقت سرخ اور نیلے کپڑے کا ننھا سا ٹوپا اوڑھے بہت اچھے لگ رہے ہیں ٹوپی میں جھالر کی جگہ روپہلے سکے لگے ہیں ٹوپے کی گوٹ میں کہیں ذرا سی پھٹکری اور تسبیح کے نیلے دانے چھپے ہیں یہ اس خیال سے کہ ننھے میاں ہر طرح کی بلاؤں سے محفوظ رہیں۔

گڑیا کا سہرا[۵]

جناب مسعودہ خاتون صاحبہ حیاؔ۔ صدر پیام برادری بنات امروہہ

بیری کے پھولوں کا گڑیا کا جو آیا سہرا — کٹ گلہری نے بڑے جوش میں گایا سہرا
جوڑا ہریالی کا سب طوطوں نے لا کر رکھا — ساری چڑیوں نے اچھل کود کے گایا سہرا
کٹو جان آئی ہیں کس شان سے مجرے کے لئے — بھن بھنا کر وہیں بھڑوں نے سنایا سہرا
چیونٹے آنے لگے سن کے ترے سہرے کو — کالی بدّی نے تھرک کر جو سنایا سہرا
اپنٹوں کے گودوں کی بوچھار ہوئی وقت برات — بیروں کے ہاروں کا بچّوں نے بنایا سہرا
پھولوں کا سہرا بنا بیروں کے موتی لٹکے — آخرش بچّوں نے کس شوق سے کھایا سہرا
نہ تو رضواں کو، نہ حوروں کو، نہ مالن کو دخل — خود ہی اللہ کی قدرت نے بنایا سہرا

دیکھو کھٹ مٹھا حیاؔ نے لکھا سہرا کیا خوب
سب ہنسی بازو لئے ہر دل کو یہ بھایا سہرا

۵ یہ نظم لڑکیوں کی برادری (امروہہ) کے جلسے میں پڑھی گئی۔

ہم نے یوم حالی کیسے منایا

انیس الرحمٰن ابتدائی ششم
(تعلیمی مرکز)

ہمارے مدرسے میں عرصے سے منصوبی طریقۂ تعلیم جاری ہے ۔ ہماری جماعت نے بھی حالی کے نام سے ایک منصوبہ تین مہینے تک چلایا تھا ۔ اس سلسلے میں ہم نے حالی کے متعلق مختلف مضمون لکھے ۔ اُن کی زندگی کے حالات پڑھے اور حالی کی مختلف کتابیں پڑھیں، اور صاحب حالی کے وطن یعنی پانی پت کا سفر بھی کیا ۔

ہم چاہتے تھے کہ اپنا یہ چھوٹا سا کام لوگوں کو دکھائیں ۔ یہ قرار پایا کہ ۳ فروری ۱۹۷۲ء کو ایک جلسہ کریں ۔ جلسے کا نام یوم حالی رکھا گیا ۔ چنانچہ ہم بڑے زور سے اس کی تیاریاں کرنے لگے ۔

ہم سب لڑکوں نے مل کر ایک کمیٹی بنائی ، اور سارا کام اُس کے سپرد کیا ۔ اس کمیٹی کو چار قسم کے انتظامات سونپے گئے :۔

(۱) مہمان داری (۲) نشست (۳) پروگرام اور (۴) چندہ فراہم کرنا

اس کمیٹی کے صدر جناب محمد عاشقین صاحب تھے ۔ مہمان داری جناب ممتاز صدیق صاحب کے سپرد کی گئی ۔ اور انھیں ریاض الدین صاحب اور منیب الرحمٰن صاحب دو مددگار اور دے گئے ۔ نشست کا ذمہ جناب عبدالغنی صاحب نے لے لیا ۔

خاکسار ، ابوالاکرام اور سلام احمد صاحب نے مل کر پروگرام کو سنبھالا ۔ چندے کا ذمہ جناب عبدالمالک صاحب نے لے لیا ۔ اب یہ کمیٹی اپنا کام کرنے لگی ۔

ہم نے اسی سلسلے میں اپنی تمام سردیوں کی چھٹیاں قربان کیں ۔ صبح ۷ بجے گھر سے نکلے نکلے شام کو ۸ بجے گھر گئے ۔ ہمارے خالدین کہتے

کہ یہ کیسا اسکول ہے ۔ بچّے کو کبھی چُھٹی ہی نہیں لینے دیتے ۔ مگر ان سب کے کہنے کو ہم نے برداشت کیا اور اپنے کام میں لگے رہے
یومِ حالی سے کچھ دن پہلے ہم نے ایک بڑے سے تختے پر باہر لگوانے کے لئے یومِ حالی لکھوایا
جلسے کے دن جب ہم اسکول میں آئے تو ۲۴ر تاریخ تھی ۔ اسکول میں ہر طرف چہل پہل نظر آ رہی تھی ۔ ہماری خوشی کی تو کچھ انتہا نہ تھی ۔ اسکول میں آتے ہی دیکھا کہ ہال سجا ہوا ہے ۔
اسٹیج کی دیواروں پر بہت خوب صورت رباعیاں لگ رہی ہیں ان رباعیوں میں سے یہ رباعیاں مجھے بہت پسند آئیں :

دو چار ہیں ، اگر کام کرنے والے
ہیں ان کو ہزار نام دھرنے والے
تب قوم کی شاید کہ کھلیں گی آنکھیں
مرجائیں گے جب قوم پہ مرنے والے

کہہ دو جنھیں اصلاح کا ہے قوم کی چاؤ
طعنے جھیلو بُرا سنو گالیاں کھاؤ
یہ قوم کی خدمت کا صلہ ہے سرِدست
گر اس پہ قناعت کا ارادہ ہے تو آؤ

اس کے اوپر کے حصّے میں مولانا حالی ، ڈاکٹر اقبال ، مرزا غالب ، سرسیّد ، شیفتہ ، مرزا انیس مرزا دبیر ، مولانا آزاد ، پریم چند اور دوسرے بڑے بڑے لوگوں کی تصویریں لگ رہی ہیں ۔ ان تصویروں کے دوسرے حصّے میں نیچے کی طرف ہمارے بنائے ہوئے چارٹ لگ رہے تھے چھوٹے دروازے کے اوپر گھڑی لگ رہی تھی ۔ گھڑی کے دائیں بائیں ایک شعر کا ایک ایک مصرعہ لگ رہا تھا ۔ غرض ہال دلہن کی طرح سجا ہوا تھا ۔
جب ہمارے اسکول کی حاضری ہوچکی تو سب لڑکے جماعتوں میں گئے ۔ تھوڑی دیر کے بعد اکرم صاحب نے مجھ سے اور اکرام صاحب سے کہا کہ تم باہر کھڑے ہو جاؤ اور جو بھی آئے اُسے اندر پہنچاتے رہو ۔ تھوڑی دیر کے بعد پیر عبدالرشید

صاحب اور اکرام صاحب کے استاد جناب عبدالرؤف صاحب آئے اس کے بعد بقاء اللہ صاحب آئے ۔ غرض اسی طرح لوگ آتے رہے ۔ تھوڑی دیر کے بعد اکرم صاحب نے ہم کو اندر بُلا لیا ۔ ٹھیک ۱۱ بجے جلسہ نظم خوانی جناب منیب الرحمٰن صاحب کی صدارت میں شروع ہوا ۔ اس جلسے میں ہماری جماعت کے لڑکوں نے مولانا حالی کی نظمیں پڑھی تھیں ۔ مقابلہ ختم ہوگیا تو صدر صاحب نے نتیجہ سُنایا جو حسب ذیل ہے

اوّل ۔ جناب غُلام حیدر صاحب

دوم ۔ خاکسار اور

سیّد احتشام علی صاحب

سوم ۔ جناب ابوالاکرام صاحب

اس کے بعد جلسہ برخاست ہوگیا ، اور سب لوگ اپنے اپنے گھر کھانا کھانے چلے گئے ۔

دو بجے پھر جلسہ تھا مگر میں پہلے ہی چلا آیا یہاں آکر میں نے اپنے مضمون کی تیاری کی جو مجھے جلسہ مضامین میں پڑھنا تھا میں نے اس کی خوب تیاری کرلی ۔ تھوڑی دیر کے بعد جلسہ شروع ہوا ۔ اس جلسے کے صدر جناب محمد عاشقین صاحب تھے ، اس جلسے میں ہماری جماعت کے لڑکوں کو مضامین وغیرہ پڑھنے تھے ۔ لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ مضامین بہت اچھے تھے ۔ احتشام علی صاحب اور عزت اللہ صاحب نے دو نظمیں بھی سُنائیں ۔ جب ہم لوگ اپنے اپنے مضامین سُنا چکے تو صدر صاحب کی درخواست پر جناب قاری محی الدین صاحب نے ایک تقریر کی لوگوں کے کہنے پر آپ نے قرآن پاک کا ایک رکوع بھی سُنایا ، اس کے بعد آپ نے مولانا حالی کے اخلاق کے متعلق چند واقعے بھی سُنائے ۔ آپ کے الفاظ بہت شیریں تھے ۔ لوگوں کو آپ کی تقریر بہت پسند آئی اس کے بعد جلسہ برخاست ہوگیا جلسے کے بعد خاص خاص حضرات عصرانے میں گئے ۔ انھوں نے چائے وغیرہ لی ۔

رات کو ساڑھے آٹھ بجے بیت بازی کا جلسہ اور مشاعرہ

تھا۔ ہم لوگ پہلے ہی ہال میں آگئے اور بیت بازی اور مشاعرے کی تیاری کرنے لگے۔

اس کے بعد مشاعرہ شروع ہوا۔ پہلے چھوٹے اور پھر بڑے شاعروں نے اپنا اپنا کلام سنایا قیصر زیدی صاحب کا کلام بہت پسند کیا گیا۔ یوم حالی کا یہ تیسرا جلسہ ٹھیک ساڑھے گیارہ بجے ختم ہوگیا،

سچ تو یہ ہے کہ سردیوں کی چھٹیوں سے پہلے مجھے حالی پروجکٹ سے بالکل لگاؤ نہ تھا۔ مگر جب سے اکرم صاحب نے ہمیں اس کے متعلق سمجھایا تو مجھے اس سے خوب لگاؤ ہوگیا۔

ہر لڑکا قیصر صاحب کے والد سے اصلاح لے رہا تھا۔ اور پھر اُسے صاف صاف دوسرے کاغذ پر لکھ رہا تھا۔ بعض نظموں کی اصلاح برکت علی صاحب فراق نے بھی کی۔

۸½ بجے جلسہ بیت بازی جناب غلام حیدر صاحب کی صدارت میں شروع ہوا۔

دونوں ٹولیاں آمنے سامنے بیٹھ گئیں اور شعر دینے لگیں۔ پروگرام کُل آدھے گھنٹے کا تھا۔ لیکن لوگوں کو بیت بازی بہت پسند آئی اور [illegible] وقت اور بڑھا دیا گیا۔ جب بیت بازی ختم ہوئی تو صدر صاحب نے نتیجہ سنایا، جو مندرجہ ذیل ہے:-

اوّل۔ جناب عزت اللہ صاحب
دوم۔ خاکسار اور
سوم۔ جناب احتشام علی صاحب



سائنس کے جادو

پروفیسر اے جی چودھری لکچرر دہلی یونیورسٹی

فرماں بردار غوطے خور

ایک چوڑے مُنہ کی بوتل لے
آؤ۔ مُنہ بس دو یا ڈھائی انچ چوڑا
ہو۔ ہاں بوتل کی لمبائی ۷ یا ۸
انچ، اس بوتل میں پانی بھر دو
مُنہ کے قریب تھوڑا سا حصہ
کوئی ایک انچ کے قریب خالی رکھو
اب دو ماشے کی ایک چھوٹی سی
شیشی لو۔ اس میں بھی بس اتنا پانی
بھرو کہ مُنہ کا تھوڑا سا حصہ خالی رہے
چھوٹی شیشی کو اُنگلی سے بند کرکے
بڑی شیشی میں الٹا تیراؤ، یعنی چھوٹی
مُنہ نیچے کرکے تیرتی رہے۔

بڑی شیشی کے مُنہ پر سائکل
کے ٹیوب کا ٹکڑا کاٹ کر تاگے
سے باندھ دو، خوب کس کر
ربڑ کو دبانے سے شیشی کی ہوا
بالکل باہر نہ نکل سکے۔

اب ربڑ کو انگلیوں سے
دباؤ چھوٹی شیشی فوراً نیچے،
پانی میں سیدھی غوطہ لگائے گی
ربڑ پر سے انگلیوں کا دباؤ کم
ہو جائے گا تو شیشی فوراً اوپر
آجائے گی۔

یہ کارٹیشن ڈائور
(CARTESIAN DIVER)
کے تجربے کو آسان شکل میں پیش
کیا گیا ہے۔

ریاضی کا معمّا

ایک نہر میں چھ کشتیاں
ہیں۔ تین ایک طرف۔ تین
دوسری طرف۔ نہر کی چوڑائی
کم ہے آمنے سامنے آتی ہوئی

دو کشتیاں نہر میں سے نہیں گذر سکتیں، نہر کے ایک کنارے میں ایک کٹاؤ ہے۔ یہاں ایک کشتی کھڑی ہوسکتی ہے۔ بتاؤ ایک طرف کی کشتیاں دوسری طرف کیسے جاسکتی ہیں۔

اس کا حل اگلے پرچے میں
جو پیامی پندرہ تاریخ تک اس کا صحیح حل بھیج دیں گے، اُنھیں ایک چھوٹی سی کتاب انعام میں دی جائے گی ۔

ترانہ

محمد حسن صفدر ایم اے۔ بی، ٹی

اے پیارو اُٹھو اب جاگو تم
چھوڑو بھی یہ سستی کیا معنی
پھر دیکھو چمکتا ہے پرچم
پھر علم کا دریا بہہ نکلے
بے معنی ہیں جھگڑے آپس کے
پھر علم کی شمعیں روشن ہوں
ظلمت کا نشاں جب مٹ جائے

سوئے ہو بہت تم سوئے ہو
قسمت کو ہمیشہ روئے ہو
اب آؤ بھی جلدی آ جاؤ
شاداب یہ وادی کر ڈالو
ان مردوں کو آؤ دفنا دو
دنیا میں اُجالا پھر کردو
تم عرش پہ جاکر چھا جاؤ

اس خوابِ جہالت سے چونکو
اُٹھو لو مُنہ کو دھو ڈالو



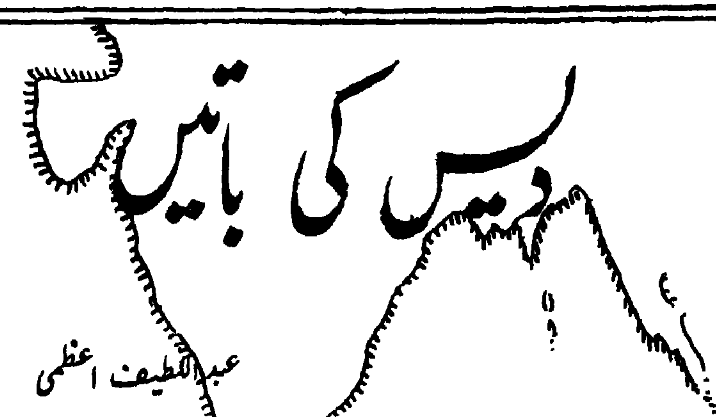
کیا تم جانتے ہو

درخت میں پت جھڑ کیوں ہوتا ہے ؟

بھائی جان یہ تبلائیے کہ گرمیوں میں پت جھڑ کیوں ہوتا ہے جس درخت کو دیکھئے ٹنگ دھڑنگ، شیطان کی طرح پنجے پھیلائے کھڑا ہے۔

بھئی تم نے بڑی اچھی بات پوچھی ہے۔ یہ لو اس شاخ سے ایک پتی توڑ لو۔ دیکھو جہاں سے تم نے یہ پتی توڑی ہے وہاں پر کچھ گہرائی سی ہے۔ یہ گہرائی پتوں کے لئے تھالی کا کام دیتی ہے۔ درخت سے ایک لعاب دار سی چیز نکل نکل کر اس تھالی میں جمع ہو جاتی ہے۔ یہ چیز پتوں کو بہت پسند ہے۔ وہ اسے کھا کر ہرے بھرے رہتے ہیں۔ لیکن گرمیوں میں پتوں کی جڑوں میں ایک بہت باریک جھلی سی تن جاتی ہے۔ اگر تمہارے منہ پر کپڑا باندھ دیا جائے تو تم کھا پی سکوگے ؟ بس بے چارے پتے کھانے پینے سے محروم ہو جاتے ہیں۔ کھائے بغیر بھلا کوئی زندہ رہ سکتا ہے ؟ سارے پتے زرد پڑ جاتے ہیں اور سوکھتے جاتے ہیں، سوکھتے جاتے ہیں سوکھتے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ غریب تڑپ تڑپ کے بے حال ہو جاتے ہیں۔

تم جانتے ہو ان دنوں گرمی کی وجہ سے ہی ہوا کا مزاج بہت برہم ہوتا ہے، لال پیلی، آگ بگولا، ہو کر ادھر سے اُدھر ماری ماری پھرتی ہیں۔ وہ دیکھو سنسناتی ہوئی چلی آ رہی ہیں۔ جلدی بھاگو۔ اللہ ہوں کس قدر گرد ہے توبہ، توبہ۔ زن زن، زن زن، وہ دیکھیے بے چارے ہزاروں پتے زمین پر ڈھیر ہو گئے، اور میاں درخت ہیں کہ ننگے ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ اب تھوڑے دنوں میں یہ نیا چولا بدلیں گے، ان کی شاخوں میں کونپلیں پھوٹیں گی یہی کونپلیں بڑھتے بڑھتے پتیاں بن جائیں گی اور درخت صاحب پھر ہرے بھرے ہو جائیں گے۔



دیس کی باتیں

عبداللطیف اعظمی

بہت سے پیامیوں کو شکایت تھی کہ پیام تعلیم میں ہمارے دیس کی باتیں نہیں چھپتیں۔ پہلے یہ مہینے کے مہینے شائع ہوتی تھیں۔ مجھے خوشی ہے کہ تمھیں اپنے ملک کے حالات سے اتنی دلچسپی ہے تم جب بڑے ہوگے اور پڑھ لکھ چکوگے تو تم پر بہت سی ذمے داریاں ہوں گی، اگر تم ابھی سے اپنے وطن کی باتیں جانتے اور سمجھنے کی کوشش کرتے رہوگے تو اپنے ملک کی زیادہ اچھی خدمت کر سکوگے۔ اچھا! تو اب لو اس مہینے کی خاص بات سنو۔

تمھیں رات ریڈیو سے معلوم ہوا ہوگا کہ آج (۲۲ مارچ) ہمارے ہندوستان کے نئے وائسرائے دلی آگئے ہیں۔ ان کا نام لارڈ ماؤنٹ بیٹن ہے، اور پچھلے وائسرائے لارڈ وے ول کل ہندوستان سے چلے جائیں گے۔ یہ تو تم جانتے ہی ہو کہ وائسرائے لندن سے مقرر کیا جاتا ہے۔ وائسرائے انگلستان کے بادشاہ کی طرف سے ہندوستان کی حکومت کا کام دیکھتا ہے۔ یہ پانچ سال کے لئے بھیجا جاتا ہے۔ لارڈ وے ول سے پہلے وائسرائے لارڈ لین لتھ گو پچھلی بڑی لڑائی کی وجہ سے یہاں پانچ سال کی جگہ سات سال رہے اور موجودہ وائسرائے تقریباً ساڑھے تین ہی سال میں بدل دئے گئے۔ آخر کیوں؟ پھر نئے وائسرائے کے آنے سے ہندوستان میں کیا ادل بدل ہوگی؟ ان سب باتوں کو سمجھنے کے لئے ہمیں آج سے چار پانچ سال پیچھے جانا ہوگا۔

تمھیں یاد ہے پچھلی دوسری بڑی لڑائی کب شروع ہوئی تھی؟ ہٹلر نے یکم ستمبر ۳۹ء کو حملہ کیا تھا، اور انگریزوں نے ۳ ستمبر کو لڑائی کا اعلان کیا تھا۔ اس کے بعد ہی انگریزوں نے ہندوستان کی طرف سے بھی لڑائی کا اعلان کردیا۔ یہ بات ہندوستانیوں کو ناگوار گزری اُنھوں نے دنیا کے سامنے اعلان کیا کہ ہم سے پوچھے بغیر اعلان کردیا گیا۔ اُنھوں نے کہا کہ ہم ہٹلر اور اُن کے ساتھیوں کو ٹھیک نہیں سمجھتے، مگر اس لڑائی میں اُسی وقت شریک ہوسکتے ہیں جب ہمیں آزاد کردیا جائے اس پر مارچ ۴۲ء میں انگریزوں نے ہندوستانی لیڈروں سے باتیں کرنے کے لئے اپنے ایک آدمی سر اسٹیفرڈ کرپس کو بھیجا۔ اُس وقت انگلستان کے بڑے وزیر مسٹر چرچل تھے۔ مسٹر چرچل ہندوستان کے بڑے مخالف ہیں، وہ نہیں چاہتے کہ ہندوستان آزاد ہو اس لئے کوئی سمجھوتہ نہ ہو سکا۔ اور بات ختم ہوگئی ہو۔ اس کے بعد اگست میں بمبئی میں کانگریس نے اپنا جلسہ کیا۔ بہت سوچ بچار کے بعد ۸ر اگست کو انھوں نے انگریزوں سے کہا کہ "تم ہندوستان کی حکومت ہندوستانیوں کے ہاتھ میں دے کر چلے جاؤ۔ انگریز اس پر بہت خفا ہوئے اور تمام ہندوستانی لیڈروں کو جیلوں میں بند کردیا گیا۔ ۴۵ء میں ہٹلر ہار گیا اور یورپ کی لڑائی ختم ہوگئی تو ۱۴ر جون کو وائسرائے لارڈ ویول نے ریڈیو پر ایک تقریر کی۔ جس میں تمام لیڈروں کے چھوڑنے کا اعلان کیا اور ۲۵ر جون کو شملے میں ایک کانفرنس بلائی۔ اس کانفرنس میں کانگریس، لیگ اور ہندوستان کی دوسری تمام پارٹیاں شریک ہوئیں۔ یہ کانفرنس بھی کامیاب نہیں ہوسکی اس کے بعد ۴۶ء میں انگریزوں نے پھر اپنے یہاں سے دس آدمی

بھیجے، اُسے وزارتی مشن کہتے ہیں یہ مشن ۲۴ مارچ کو دہلی پہنچا۔ اس نے تمام لیڈروں سے بات چیت کی اور پورے ملک کا دورہ کیا۔ واپس جاکر اُس نے تمام حالات سے انگریزوں کو آگاہ کیا۔ انگریزوں نے اب کی تین آدمیوں کو ہندوستانی لیڈروں سے بات کرنے کے لئے بھیجا۔ ان تینوں کے نام یہ ہیں:۔ ہندوستان کے وزیر لارڈ پیتھک لارنس، سر اسٹفرڈ کرپس (وہی جو ۱۹۴۲ء میں آچکے تھے) اور تیسرے الکزنڈر اِسمتھ انھوں نے ہندوستان کے تمام لیڈروں اور پارٹیوں سے گفتگو کرنے کے بعد ۱۶ مئی کو ایک اعلان کیا جس میں انھوں نے کہا کہ ہم جلد سے جلد ہندوستانیوں کو آزاد کرنا چاہتے ہیں۔ مگر آزادی سے پہلے آزاد ہندوستان کی حکومت کا قانون بنایا جائے گا، جسے خود ہندوستانی بنائیں گے اور جب تک ہندوستان آزاد نہیں ہوجاتا، اس وقت تک وائسرائے کے ماتحت ایک کابینہ ہوگی جس میں صرف ہندوستانی ہوں گے۔ وہ ہندوستان پر حکومت کرے گی اور اس کے کاموں میں وائسرائے کوئی دخل نہیں دے گا۔ اس اعلان کے بعد ایک عارضی حکومت قائم ہوگئی اور وہی آج کل ہندوستان پر حکومت کرتی ہے۔ آزاد ہندوستان کے لئے قانون بنانے کا کام بھی ہو رہا ہے۔

۱۶ مئی کے بیان کو ہندوستانی لیڈروں نے مان تو لیا۔ مگر انھیں یہ کچھ بہت زیادہ پسند نہیں۔ ان کا کہنا تھا کہ یا تو انگریز ابھی ہندوستان کی حکومت ہندوستانیوں دے دیں یا پھر کوئی قریب کی تاریخ مقرر کردیں۔ انگریزوں نے اب ہندوستان کا یہ مطالبہ بھی مان لیا ہے، اور اعلان کیا ہے کہ جون ۱۹۴۸ء تک وہ ہندوستان خالی کردیں گے۔ موجودہ وائسرائے لارڈ ویول صرف لڑائی کے زمانے کے لئے وائسرائے بناکر بھیجے گئے

تھے ۔ اب لڑائی کو ختم ہوئے ایک سال سے بھی زیادہ ہوگیا ۔ اس لئے ان کو واپس بلایا گیا ہے اور لارڈ ماونٹ بے ٹن کو وائسرائے بناکر بھیجا گیا ہے اور ان سے کہا گیا ہے کہ جون ۱۹۴۸ء تک بہت خوبی کے ساتھ ہندوستان کی حکومت خود ہندوستانیوں کو سپرد کردیں لارڈ ماؤنٹ بے ٹن شاہی خاندان سے ہیں ۔ اُن کی عمر کچھ بہت زیادہ نہیں ہے ۔ سُنا ہے کہ وہ بہت محنتی اور اچھے آدمی ہیں اور جس کام میں ہاتھ ڈالتے ہیں اسے پورا کرکے چھوڑتے ہیں آؤ ہم سب مل کر دُعا کریں کہ اب ہمارا ملک ہمیشہ ہمیشہ کے لئے آزاد ہوجائے اور دوسرے ملکوں کی طرح خوب ترقی کرے ۔

جوبلی نمبر کے بارے میں رہنمائے تعلیم کی رائے

پیام تعلیم دہلی کا باتصویر جوبلی نمبر

صفحات ۲۰۰ ۔ قیمت عمر ۔ نئے خریداروں سے ۱۲ر

پیام تعلیم بچّوں کا ایک تفریحی رسالہ ہے جو ۲۱ سال سے مکتبہ جامعہ دہلی سے جاری ہے ، یہ جوبلی نمبر جامعہ کے جشن سیمیں کے موقع پر نکالا گیا ہے ۔ اس خاص نمبر میں بچّوں کی تفریح ، دلچسپی اور وسیع معلومات کے بہت سے اچھے اچھے مضامین نظمیں اور کارٹون دیئے گئے ہیں ، لکھنے والوں میں سے ڈاکٹر سید عابد حسین ، پروفیسر محمد مجیب ، سید ابو طاہر ، پروفیسر عبدالغفور ، الیاس مجیبی صاحب اور شفیع الدین صاحب نیر کے نام قابلِ ذکر ہیں ۔ مضامین اور نظمیں معلوماتی ہونے کے علاوہ سبق آموز بھی ہیں ۔

یہ خاص نمبر نہایت دلچسپ معلومات کا خزینہ اور پڑھنے کے لائق چیز ہے ، سرورق اور تصاویر آرٹ پیپر پر خوب زیب دے رہی ہیں ، ہم دعاگو ہیں کہ پیام تعلیم حسب سابق روز افزوں ترقی کرے ، اور اپنے پڑھنے والوں کے موجب دلچسپی بنا رہے ۔

تھوڑی سی جلدیں باقی رہ گئی ہیں

مکتبہ جامعہ دہلی قرول باغ

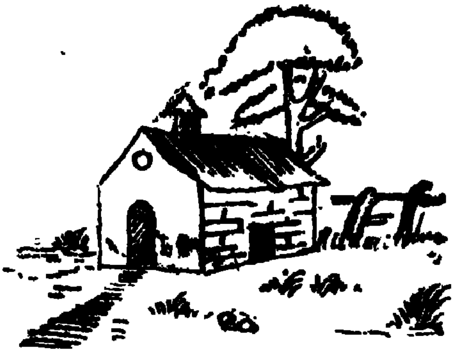
اِدھر اُدھر سے

سویڈن میں ایک شخص تہذیب و تمدن سے دور جنگلوں میں رہتا ہے۔ جنگلی پھل کھاتا ہے، اور اپنے ہاتھ سے بنائے ہوئے ہتھیاروں سے جنگلی جانوروں کا شکار کرتا ہے۔ اس کو سمجھا بجھا کر اٹھارہ سال بعد شہر میں لے آئے ہیں۔ اس کا دماغ بالکل ٹھیک ہے۔ تندرستی بھی اچھی ہے۔

تارکول کو لوگ عموماً بے کار اور بدبودار چیز سمجھتے تھے۔ لیکن یہ بہت ہی قیمتی خزانہ ثابت ہوا ہے۔ اس خزانے کی دریافت کا سہرا سائنس کے سر ہے۔ جو جو چیزیں اس بظاہر بے حیثیت چیز سے تیار ہوتی ہیں ان سب کے نام لکھے جائیں، تو پیامِ تعلیم کے جانے کتنے صفحے بھر جائیں۔ اس سے ہزاروں تو دوائیاں بنتی ہیں، سیکڑوں رنگ بے شمار عطر اور ہزاروں قسم کی اور دوسری چیزیں۔

یہ بھی معلوم ہے کہ یہ حضرت خود کہاں سے تشریف لائے ہیں۔ پرانے زمانے میں یورپ میں کوئلے سے گیس نکالنے کے بڑے بڑے کارخانے تھے۔ ان کارخانوں میں گیس کے ساتھ ایک کالی کالی بدبودار چیز بھی جمع ہو جاتی تھی لوگ اسے بے کار سمجھ کر پھینک دیتے تھے۔ کچھ دنوں بعد سائنس والوں کو اس طرف توجہ ہوئی، اور انھوں نے اس خزانے کی کنجی کو آخر تلاش کر لی۔

ایک اسپتال کے ڈاکٹر نے ایک پاگل کے دماغ کا اپریشن کیا، اور وہ بالکل اچھا ہوگیا۔ پھر انھوں نے بہت سے پاگلوں پر یہ تجربہ کیا اور بہت کامیاب رہا۔

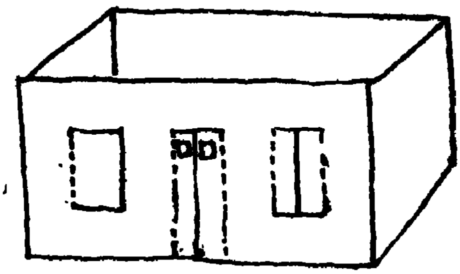


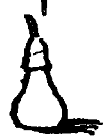
آؤ گھر گھر کھیلیں

ہمارے ریاض میاں بھی بھئی خوب آدمی ہیں ۔ لمبا قد ، چھریرا بدن سرخ سفید ، چمکیلے دانت ، ہنس مکھ چہرا مگر اُن میں ایک لت عجیب ہے ۔ جب کسی سے کوئی نئی بات سنتے ہیں تو فوراً بول اُٹھتے ہیں "کیوں ؟" یا "کیسے ؟"

ایک دن شام کے وقت میں میدان میں کھیلنے جا رہا تھا کہ ریاض میاں ہاتھ میں خوب صورت تصویروں کی ایک کتاب لے آ پہنچے ۔ ایک تصویر دکھا کر کہنے لگے " بھائی جان کیسا اچھا گھر ہے ۔" میں نے کہا " ایسا گھر تو تم بھی بنا سکتے ہو ۔" پھر کیا تھا ، پیچھے پڑ گئے " بتائیے کیسے بنے ؟" اِس بُری طرح سر ہوئے کہ ہمارا کھیلنا ویلنا سب غارت ہوا ۔ میں تیار ہو کر بیٹھ گیا ، اور اُن سے کہا " پہلے سامان تو اکٹھا کر لو سامان ۔ پریشانی کی کیا بات ہے ۔ بس چند چیزیں ہیں ! اچھا چلے تو آپ جوتے کا ایک ڈبا لے آئیے ۔ وہی گتے کا ۔ دکانوں پر نئے جوتے جس میں رکھے ہوتے ہیں تمھارا گھر ، ارے نہیں بنگلہ اِسی سے تو بنے گا ۔ تھوڑا سا چکنا پتلا کاغذ بھی لے لو ، سلولائٹ پیپر اگر کاغذیوں کی دکان پر مل جائے ، تو بہت اچھا ہے ، ورنہ سگرٹ کی ڈبیا پر جو کاغذ منڈھا ہوتا ہے وہ بھی ٹھیک ہے ۔ تمھاری کھڑکی میں شیشہ بھی تو ہونا چاہیئے نا ؟ ایک پنسل ایک فٹا بھی اپنے بستے میں سے نکال لاؤ ، تھوڑی سی لیئی اور ہاں بھئی ایک قینچی بھی امی جان سے مانگ لینا ۔

یہ سنتے ہی ریاض میاں ہوا
ہوگئے اور صاحب بات کی بات





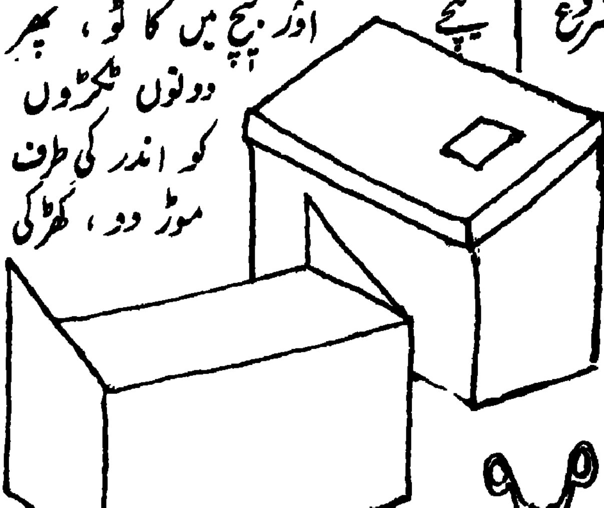
میں ساری چیزیں لئے ہوئے
پہنچ گئے۔ گویا انھوں نے میرے
بھاگ نکلنے کے سارے دروازے
بند کر دئے۔

اب میں نے ہدائتیں دینا شروع
کیں:-

ریاض میاں ڈبے کا
ڈھکنا اُتار کر الگ رکھ دو۔
دیکھو گھر کی زمین اور دیوار
تو تیار ہے۔ اب تمھیں دو
کھڑکیاں ایک دروازہ اور
ایک چھت بنانی ہے۔ پنسل
اور فٹا اُٹھاؤ۔ ڈبے کی لمبائی
میں کنارے اور نیچے سے
ایک ایک انچ چھوڑ کر ڈیڑھ انچ
چوڑی اور ڈیڑھ انچ لمبی لکیر کھینچ



لو۔ یہ چوکور بن گیا۔ اب قینچی یا
ریزر سے۔ اوپر نیچے اور بائیں طرف
لکیروں پر کاٹ لو۔ کٹے ہوئے
ٹکڑے کو اندر کی طرف موڑ دو
تو تمھاری کھڑکی تیار ہوگئی۔ یہ
ایک پٹ کی کھڑکی تیار ہوئی
اگر دو پٹوں کی کھڑکی پسند کرتے
ہو تو کھڑکی کے لئے چاروں طرف
نشان دینے کے بعد ایک لکیر
چوکور کے بیچوں بیچ بھی کھینچ دو اور
تینوں طرف سے کاٹنے کی جگہ اوپر
نیچے اور بیچ میں کاٹ لو، پھر
دونوں ٹکڑوں
کو اندر کی طرف
موڑ دو، کھڑکی



کے دونوں پٹ تیار ہیں۔

اب رہا دروازہ دونوں
کھڑکیوں کے بیچ میں ڈیڑھ انچ چوڑی

اور ساڑھے تین انچ لمبی لکیر کھینچ دو۔ ارے ارے یہ کیا۔ دروازے کی لمبائی بالکل نیچے سے ناپو! ورنہ گھر میں کود کے داخل ہونا پڑے گا۔ ہاں تو چاروں طرف نشان دینے کے بعد بیچ میں ایک نشان دے دو۔ اور دو پٹوں والی کھڑکی کے فاصلے سے کاٹ کر کواڑوں کو اندر کی طرف موڑ دو۔ لیجئے جناب دروازہ بھی تیار۔

کواڑوں میں شیشے بھی لگاؤ گے اچھا جتنا بڑا شیشہ لگانا چاہو ناپ کر اتنا حصہ گتے کا کاٹ کر نکال لو، اور اس کی جگہ سلولائٹ کا ٹکڑا چپکا دو۔ دیکھو اب جو گھر بنانا تو شیشے کی جگہ پہلے بنا لینا پھر کواڑ تیار کرنا۔ تاکہ یہ دقت نہ ہو۔

اب رہی چھت۔ اسے یوں بناؤ کہ ڈبے کو اوپر سے ڈھلوان کاٹ دو۔ ڈھال گھر کے پچھواڑے کی طرف ہو۔ پھر اس کے اوپر ڈبے کا ڈھکنا رکھ دو۔ اگر ڈھکنا دروازے تک ڈوب جائے تو اُسے ذرا اوپر کرکے کونوں پر دو ٹانکے لگا دو۔ لو چھت تیار ہو گئی، لیکن ذرا ٹھہرنا، جب تم نے گھر بنایا ہے تو کھانا وانا بھی تو پکے گا؟ کھانا پکانے میں دھواں ضرور ہوگا۔ اس لئے چھت میں دود کش (چمنی) بھی ضروری ہے۔ اچھا تو چھت اُتار لو۔ اس میں کنارے پر چھوٹا سا ایک گول سوراخ کرلو اور موٹے کاغذ کی ایک نلکی سی بنا کر اُس میں لگا دو، چمنی تیار ہو گئی۔

اب چھت اپنی جگہ پر پہنچا دو۔

اب اگر تم سُرخ رنگ لا سکو تو مکان پر قلعی بھی ہو جائے۔ حبیبہ باجی سے مانگ لو۔ چھت کا حصہ چھوڑ کر مکان کو سُرخ رنگ دو جب سوکھ جائے تو پنسل سے اینٹ کے نشان بنا دو۔ دروازے اور کھڑکیوں کے کواڑوں کو بھورے رنگ سے رنگ دو، اچھا کوئی پھول دار کاغذ ہو تو مکان کی زمین پر چپکا دو، لو قالین بھی بچھ گیا۔

بھئی واہ کیا شاندار گھر بن گیا، اچھا اب آپ دفع ہو جائیں۔ باقی پھر

پیام برادری

یہ اپریل کا مہینہ ہے۔ پیامی امتحان کی تیاری کر رہے ہوں گے، کہیں کہیں تو امتحان شروع بھی ہو گئے، ہماری دلی دعا ہے کہ خدا تمھیں اس امتحان میں کامیاب کرے۔

اچھا ایک خوش خبری سنو حسین احمد صاحب قیصر کا نام اس پرچے میں بار بار آیا ہے۔ یہ تعلیمی مرکز جامعہ میں استاد ہیں۔ بچوں کا کلب اور پیام برادری (تعلیمی مرکز) انھی کی نگرانی میں بہت کامیابی سے چل رہی ہے۔ اب جامعہ نے ایک قدم اور آگے بڑھایا ہے، اور قیصر صاحب کے ذمے آیندہ سیشن (اگست) سے بس بچوں کے کلب اور پیام پیام برادری کا کام آپ کے سپرد کر دیا ہے۔ قیصر صاحب اگست سے سارا وقت اسی کام میں لگائیں اور جگہ جگہ برادری اور کلب قائم کریں گے، دیکھو ہماری جامعہ اس کام کو کتنی اہمیت دیتی ہے۔

قیصر صاحب کی کوششوں سے امروہے میں بھی لڑکوں اور لڑکیوں کی دو شاخیں امروہے میں بھی قائم ہو گئی ہیں۔ دونوں کی روداد نیچے لکھی جاتی ہے۔

مورخہ ۷ مارچ ۱۹۶۴ء کو شام کے ۴½ بجے جناب محمد رضا صاحب آنریری مجسٹریٹ امروہہ محلہ گذری کے مکان پر امروہہ کے بچوں کا ایک جلسہ ہوا۔ جناب قیصر صاحب استاد جامعہ نے بھی اس جلسے میں شرکت کی۔

آپ نے پیام برادری جامعہ اسکاؤٹنگ، اور بچوں کے کلب جامعہ، کے مقاصد اور طریقۂ کار پر پوری طرح روشنی ڈالی۔

امتحان کے قریب ہونے کی وجہ سے طے ہوا کہ ابھی صرف پیام برادری کے پروگرام کو شروع کیا جائے اور امتحان کے بعد ضرور کلب قائم کیا جائے۔ چنانچہ فوراً ہی پیام برادری کے عہدہ داروں کا ایک فوری چناؤ کیا گیا۔ جناب صفدر رضا صاحب صدر پیام برادری امروہہ اور جناب جوہر رضا صاحب ناظم پیام برادری امروہہ چنے گئے۔

جناب صفدر عباس صاحب اور جناب حیدر رضا صاحب نے مربی بننے کے لئے خود اپنے نام پیش کئے

جس سے ہم سب کو خوشی ہوئی۔

جناب صفدر عباس صاحب نے ہی تین روپے چندہ پیام تعلیم عطیہ شاخ پیام برادری امروہہ کو دیا تاکہ "پیام تعلیم" ماہوار جاری ہو جائے۔ قیصر صاحب نے تمام بچوں کا ایک فوٹو لیا

انشاء اللہ امتحان سے فارغ ہو کر ہم بچوں کا کلب قائم کریں گے اور جامعہ اسکاوٹنگ سے بھی پورا پورا فائدہ اٹھائیں گے

(جوہر رضا نقوی)

مورخہ ۷ر مارچ ۱۹۵۷ء صبح ۱۰ بجے جناب مسعودہ خاتون حیا کے مکان پر جناب مجودہ خاتون کی صدارت میں محلے کی لڑکیوں کا ایک جلسہ ہوا۔ محلے کی تمام لڑکیوں کے علاوہ ان کی بزرگ عورتیں بھی شریک تھیں۔ جلسے کی ابتداء مسعودہ خاتون کی حمد سے ہوئی۔ اس کے بعد

بچے کی دعا - پروین بانو تبسم	اپنی ترقی کرو - نورعین بانو
چھٹی کا دن - خامسہ خاتون	جگنو - مجاہدہ خاتون
پرانے زمانے کا لڑکا - ام لیلیٰ	قیصر صاحب کی شکایت - نرجس خاتون
برسات کا موسم - ذکیہ خاتون	رب کا شکر ادا کر بھائی - اربعین بانو
میری پیاری بلی - مشکورہ خاتون	گڑیا کا سہرا - مسعودہ خاتون حیا

(پروگرام نہایت عمدہ تھا)

آخر میں سید حسین احمد صاحب قیصر نے پیام برادری کے مقاصد بتلائے اور آپا جان جامعہ ملیہ کا قصہ سنایا، اور ہمیں بتلایا کہ تمھاری برابر کی بہت سی لڑکیاں اس ہی پیام برادری کی شاخیں قائم کر چکی ہیں، اور اس سے بہت فائدہ اٹھاتی ہیں۔ آپ نے ہمیں آیندہ کا پروگرام بھی بتلایا، اور مجاہدہ خاتون نے شاخ پیام برادری بنات امروہہ کے قیام کی تجویز پیش کی جو تمام لڑکیوں نے کثرت رائے سے منظور کر لی اور فوراً ہی شاخ پیام برادری کے عہدہ داران کا چناؤ ہوا۔ جس میں

صدر۔ جناب مسعودہ خاتون حیا۔ اور سکریٹری جناب نورعین بانو چنی گئیں۔

مربی جناب آنسہ ارباب بانو اور جناب فضا خاتون صاحبہ بنی ہیں۔ جنھوں نے اپنا نام خود پیش کیا ہے۔

نئی کتابیں

تاریخ ہند کی کہانیاں تیسرا اور چوتھا حصہ مرتبہ جناب مشتاق احمد صاحب، تاریخ ہند کی کہانیوں کا پہلا اور دوسرا حصہ بہت دن ہوئے مکتبے سے شائع ہوا تھا۔ یہ دونوں حصے ایسی آسان زبان اور دلچسپ انداز میں لکھے گئے تھے کہ بچوں میں بہت مقبول ہوئے۔ اب تیسرا اور چوتھا حصہ بھی اسی اہتمام سے شائع کیا گیا ہے۔ تیسرے حصے میں اورنگ زیب سے لے کر غدر تک کے واقعات ہیں۔ چوتھے میں غدر سے لے کر ۱۹۳۵ء تک۔ تیسرے حصے کی ضخامت ۱۰۰ صفحے ہے۔ قیمت ۱۰/ر چوتھے کی ۹۴ صفحے۔ قیمت ۱۲/ر۔ دونوں کتابوں کی لکھائی، چھپائی اچھی ہے۔ جگہ جگہ نقشے بھی دئے گئے ہیں۔ مکتبہ جامعہ، دہلی، قرول باغ سے ملیں گی ؛

ظالم کسان محمد شفیع الدین نیرؔ
چیلا بلا ڈاکٹر سید عابد حسین

بچوں کی کتابیں چھاپنے کی تاریخ کچھ زیادہ پرانی نہیں، سب سے پہلے دارالاشاعت لاہور نے یہ کام معقول طریقے پر شروع کیا، پھر مکتبہ جامعہ نے اسے بہت آگے بڑھایا۔ مکتبے کی بعض بچوں کی کتابیں ایک ایک لاکھ تک بک چکی ہیں۔ ان دونوں اداروں کی دیکھا دیکھی اور لوگوں نے بھی یہ کام شروع کیا اور بُری بھلی کتابیں چھپتی رہیں۔ مگر اب کتابی دنیا (ایک نیا تجارتی کتب خانہ) نے ایک قدم اور آگے بڑھایا ہے۔ کتابی دنیا والے بچوں کی کتابیں خاص طور پر بہت اہتمام سے چھاپ رہے ہیں۔ ہمارے سامنے اس وقت اُن کی دو کتابیں ہیں۔ چیلا بلا اور ظالم کسان۔ یہ دونوں بلاک سے چھپی ہیں۔ تقریباً ہر صفحے پر بلاک کی تصویریں ہیں کئی کئی رنگ کی۔ ٹائٹل بھی بہت خوب صورت کئی کئی رنگوں کا۔ کہانیاں دونوں اچھے لکھنے والوں کی ہیں سائز ۲۰×۲۶/۸ ضخامت چیلا بلا ۱۶ صفحے، قیمت ۲/ر ظالم کسان ۱۲ صفحے قیمت ۱/ر کتابی دنیا فیض بازار دریا گنج دہلی یا مکتبہ جامعہ، دہلی قرول باغ سے مل سکتی ہیں ؛

حریم ادب عبدالباسط نعیم صاحب اور ان کے ساتھیوں نے چھوٹے لکھنے والوں کی ایک انجمن بنائی ہے۔ یہ انجمن بہت ترقی کر رہی ہے۔ اب انھوں نے چند مہینے سے حریم ادب کے نام سے اس کی ماہوار روداد بھی شائع کرنا شروع کر دی ہے۔ حریم ادب میں اس ماہانہ روداد کے علاوہ بچوں کے اچھے اچھے مضمون اور نظمیں بھی ہوتی ہیں۔ قیمت ۳/ر پتہ انجمن حریم ادب اچھرہ، لاہور ؛

بچّوں کا کتب خانہ

چند اسلامی کتابیں

اچھی کہانی	۵ر	ستارے	عہ ر
اچھی نقلیں	۵ر	نبیوں کی کہانیاں	۶ر
نیا میلاد	۸ر	شہید کربلا	۶ر
حبیب خدا	عمہ	جاں بازیاں	۸ر
یارانِ نبی	۸ر		

الف لیلہ کے افسانے

شہرزاد	۸ر	حرکت میں برکت	۸ر
مرجینا	۸ر	سنجوگ	۸ر
سچی بہادری	۸ر	گلنار بیگم	۸ر

قصے، کہانیاں وغیرہ

پنتو ٹلتو	۳ر	جادو کا ڈنڈا	۴ر
لومڑی کی دغابازی	۴ر	منّی منّی کہانیاں	۴ر

نارنجی چوزا	۳ر
بھولی بکری	۴ر
کلّو راجا	۴ر
چھٹنو	۴ر
سنہری گھنٹی	۵ر
نادرہ	۵ر
جل پری	۵ر
روشن پری	۵ر
دردانہ	۵ر
ریحانہ	۵ر
ننّی دادی	۵ر
صفّو دادا	۵ر
سچّی لگن	۵ر

ایک بچّے کی کہانی	۵ر
ہماری نظمیں	۶ر
بی سیدانی	۶ر
گن بھری کہانیاں	۸ر
ہیرے	۱۰ر
شیخ نیازی	۸ر
بچپن کی یاد	۵ر
پانچ تم تیس	۱۲ر
کہانی نانی کی زبانی	۶ر
گدڑی کے لال	۸ر
غنچے	۶ر
لندن کا چڑیا گھر	۸ر

آدمی کی کہانی

سائنس کے اعتبار سے دنیا کیسے پیدا ہوئی، کھوہ میں رہنے والے، بھوت پریت کی پوجا کرتے والے۔ مردار کھانے والے، ننگ دھڑنگ پھرنے والے انسان ترقی کرکے اپنی موجودہ حالت پر کیسے پہنچے؟

پوری کتاب چار حصوں میں ہے۔

حصہ اول قبل از تاریخ تا طوفانِ نوح عہ ر مجلد عمہ

حصہ دوم۔ طوفان نوح سے حضرت علیٰ تک (زیر طبع)

" سوم۔ حضرت علیٰ سے اٹھارھویں صدی تک (زیر طبع)

" چہارم۔ اٹھارھویں صدی سے اب تک " "

مکتبہ جامعہ

دہلی ۔ لکھنؤ ۔ بمبئی

مذہبی کتابیں

قرآن پاک	۱۴ر	مسلمان بیبیاں	۱۲ر
عقائد اسلام	۴ر	ہمارے نبیؐ	۶
ارکان اسلام	۶ر	ہمارے رسولؐ	۱۲ر
محاسن اسلام	۸ر	رسول پاک	۸ر
نبیوں کے قصے	۱۲ر	سرکار دو عالم	عہ

معلومات

بجلی کی کہانی	۶ر	تماشا	۱۰ر
مقناطیس کی کہانی	۶ر	دنیا کے بسنے والے	۱۰ر
بجلی اور مقناطیس کے کھیل	۸ر	دنیا کے بچے	۱۰ر
سمندر کا عجائب خانہ	عہ	ہندوستانی کھیل	۸ر
دھوئیں کی پھانسی	عہ	قدرت کے کرشمے	۱۰ر

ڈرامے

دیانت	۵ر
شریر لڑکا	۶ر
قوم پرست طالب علم	۴ر
بچوں کا انصاف	۵ر
چور لڑکا	۵ر
محنت	۶ر
اسکول کی زندگی	۶ر
کایا پلٹ	۴ر
جھوٹے اور سچے دوست	۵ر
پریم کی جیت	۳ر
چھوٹا لڑکا	۴ر
شمو کی عید	۸ر

نظمیں

بڑی عمر کے بچوں کے لئے

بچوں کے اسماعیل	مرتبہ سعید انصاری	۱۰ر
بچوں کے حالی	" " "	عہ
بچوں کی نظمیں	" " "	۸ر
قومی نظمیں	محمود علی خاں جامعی	۸ر
بچوں کے افسر		۱۲ر

چھوٹی عمر کے بچوں کے لئے

گھی شکر	شفیع الدین نیر	۹ر
بچوں کا کھلونا	" " "	۱۲ر
نئی کہانیاں	" " "	۹ر
کلیاں	احسن عثمانی	عہ
نئی نظمیں		۱۲ر

مکتبہ جامعہ

دہلی۔ لکھنؤ۔ بمبئی


پیام تعلیم

قصّے کہانیاں

پہلا درجہ

پھر چگوں کیا خاک	۸ر	بی مینڈکی اور کوا	۸ر	پکڑو دم کٹے کو	۸
لومڑی کا گھر	۸ر	بندر اور نائی	۹ر	پان کھا کر طبلہ بجا کر	۸
جادو کا گھر	۸ر	ہپو جیپو	۸ر	تاک دنا دن تاک	۸
		تارا دھرمی تارا	۸ر		

دوسرا درجہ

ننھی مرغابی	۵ر	لومڑی اور خرگوش کی لڑائی	۵ر	ایک کچوری تیل میں	[illegible]
بچوں کی کہانیاں	۵ر	جادو کا جہاز	۵ر	خرگوش کا ہونٹ	[illegible]
پرندوں کا ایکا	۳ر	جو ترا چلو بھر خون نہ پیا ہو	۷ر	خربوزہ شہزادہ کا سر بن گیا	[illegible]
ننھا ٹٹو	۵ر	جنگل کا راجا	۵ر	مزا چکھائیں گے	[illegible]

تیسرا درجہ

لال مرغی	۶ر	پوری کڑھائی سے نکل بھاگی	۶ر	قرقر	[illegible]
جنگو کی بلی	۶ر	شہزادی گلفام	۵ر	چتو متو	[illegible]
مرغی اجمیر چلی	۵ر	چھوٹا چمو	۵ر	چنبیلی	[illegible]
تانبیل خاں	۵ر	شر پر موتی	۵ر	چھوٹی لالٹین	[illegible]

چوتھا درجہ

نیت کا پھل	۷ر	چھدو	۷ر	بے کاری	۸ر
شیدلا	۷ر	انعامی مقابلہ	۷ر	شہزادی اور ٹھگ	۷ر

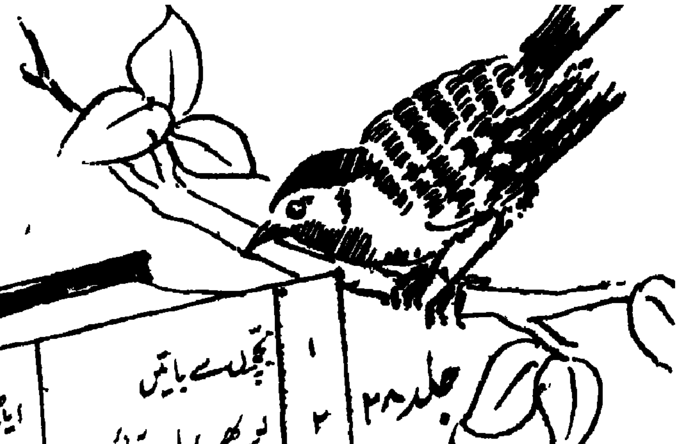
پانچواں درجہ

شہزادی گلنار		ترکوں کی کہانیاں	۷ر	ہمت کے پھل	[illegible]
عقاب		دو بھائی	۸ر	چوہوں کی کانفرنس	[illegible]

مکتبہ جامعہ - دہلی، لکھنؤ، بمبئی

پیامِ تعلیم

مئی ۱۹۴۷ء



جلد ۲۸
نمبر ۸

قیمت سالانہ ۳ ؎

فی پرچہ ۴ ؍

ہندوستان سے باہر للعہ

ایڈیٹر
محمد حسین حسان

پیامِ تعلیم :- دہلی، یوپی، سی پی، برار، میسور، قلات، بنگال، رامپور، حیدرآباد، سندھ، کشمیر، پنجاب، بہار، اور سرحد کے محکمہ ہائے تعلیم کی طرف سے سرکاری طور پر منظور کیا گیا ہے۔ نمبر ۸

پرنٹر پبلشر ڈاکٹر سید عابد حسین ایم اے، پی ایچ ڈی ـ دیال پریس، دہلی



بچوں سے باتیں

لو صاحب ہمارے جبریل صاحب (جبل پور) کا گھر بس گیا۔ ۱۲ر اپریل کو ان کی شادی یعنی خانہ آبادی ہوگئی، بڑا خوشی کی خبر! ہم تمہاری طرف سے ضرور اپنی طرف سے مبارک باد پیش کرتے ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ "گھر بار" کی مصروفیتوں میں جبریل صاحب پیام تعلیم کو نہ بھولیں گے۔

ہمارے ایک کرم فرما اسحاق صدیقی صاحب ہمیں ایک افسوس ناک خبر سناتے ہیں:۔ "آپ کا خریدار شمیم صدیقی ۱۲ر فروری کو اس دارِ فانی سے عالمِ جاودانی کی طرف کوچ کرگیا۔

اِنّا لِلّٰہِ وَ اِنّا اِلَیہِ رَاجِعُون

مرحوم کو جس قدر محبت پیام تعلیم سے تھی اس کا اثر مجھ پر بے حد ہے۔ ایک پرچے سے دوسرے پرچے کی اشاعت تک ایک ایک دن گن کر گزارتا تھا۔"

"ہمیں اپنے اس جانہار بھائی کی ناوقت موت کا بے حد قلق ہے۔ خدا مرحوم کی قبر ٹھنڈی رکھے اور صدیقی صاحب اور اُن کے عزیزوں کو صبر کی توفیق عطا فرمائے۔

صدیقی صاحب اپنے اسی خط میں فرماتے ہیں:۔ "آپ کا پرچہ روز بروز دلچسپ ہوتا جارہا ہے۔ میری دعا ہے کہ یہ ترقی کی راہ پر اور زیادہ گامزن ہو اور قوم کے ہونہاروں کی اور زیادہ خدمت کرسکے"۔

اکثر جگہ پیامی اپنے اپنے امتحانوں میں لگے ہوئے ہیں، ہماری دلی دعا ہے کہ ان کی سال بھر کی محنت کامیاب ہو۔ اس وقت ہمارے پاس لڑکیوں کی برادری (امروہہ) کی روداد آئی ہے اسے ہم نیچے شائع کرتے ہیں:۔

یکم اپریل کو پیام برادری بنات

کا جلسہ ہوا ، توقع اور اندازے سے بہت زیادہ کامیاب سب ملاکر کوئی ساٹھ ستر لڑکیاں اور خواتین جلسے میں شریک تھیں ۔ کلام پاک کی تلاوت سے جلسے کی ابتدا ہوئی ۔ ۲۰-۲۱ لڑکیوں نے نظمیں نہایت مناسب اور برجستہ اور سیپتے سے پڑھیں ، ابتدائی تقریر ، تعلیم اور اُس کے مقصد پر بہت موثر ثابت ہوئی ، آخر میں ایک بزرگ سرپرست نے بہت ہمت بندھانے والی تقریر کی ، سب سے آخر میں صدر جلسہ نے ایک مناسب تقریر کے بعد جلسہ ختم کیا ، جلسے کے بعد چاء نوشی کا سلسلہ رہا ، ہال اُسی وقت لائبریری کا افتتاح ہوا ، ممبروں کی فیس ممبری آئی ، رجسٹر بنے ۔ لڑکیوں میں دلچسپی اور جوش کافی سے زیادہ ہے ۔

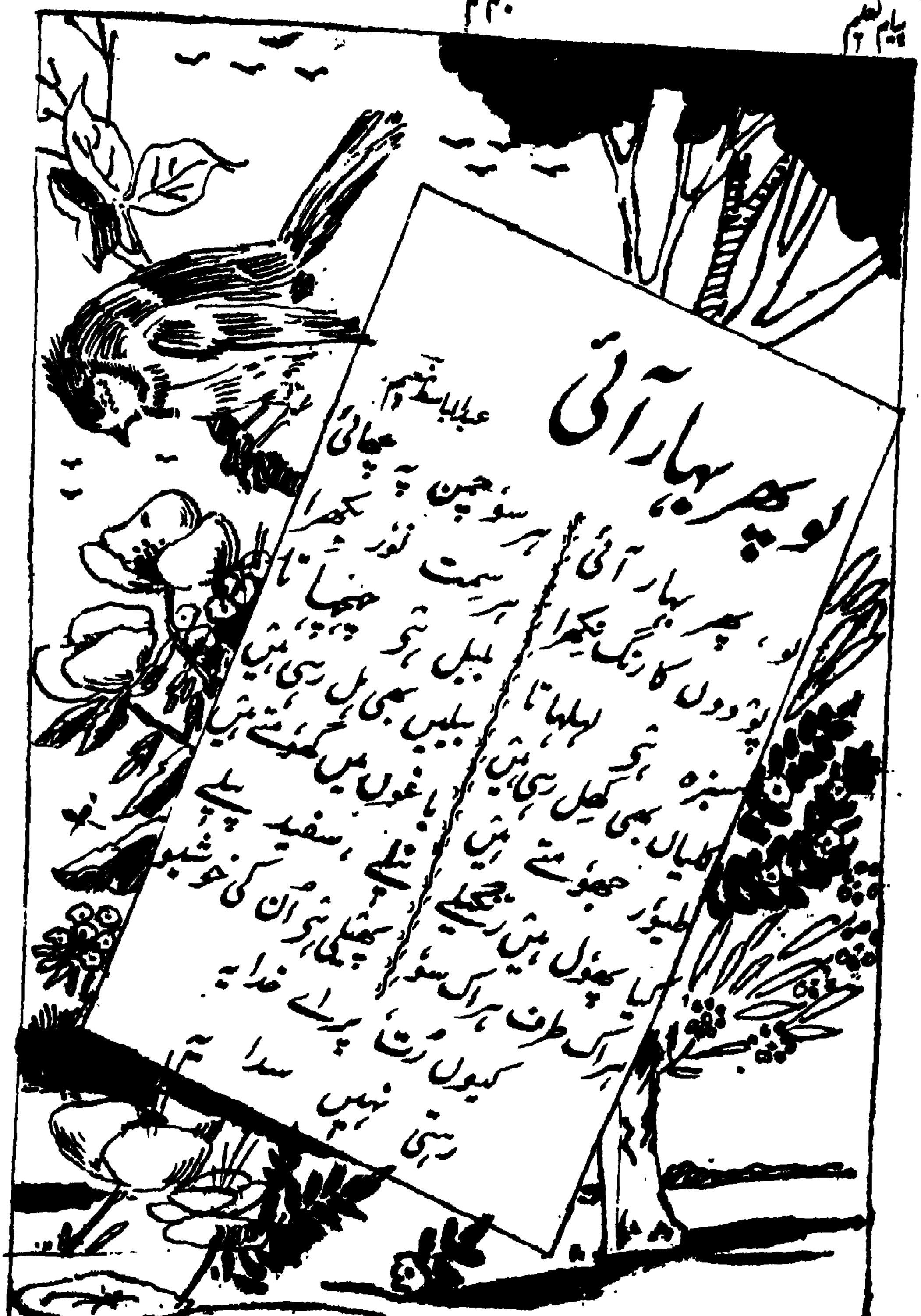
اِدھر لڑکوں نے امتحانات کی تیاری کی وجہ سے اپنے جلسے ملتوی کردئے ہیں ، لیکن ان میں بھی بہت جوش ہے خصوصاً لڑکیوں کے جلسے کی کامیابی دیکھ کر اُن کی اُمنگیں اور ولولے بہت بڑھ گئے ہیں ۔

(نامہ نگار خصوصی)

اپریل میں ریاضی کا ایک معما شائع ہوا تھا ، کوئی چالیس پیامیوں نے اس میں حصہ لیا ، نو حل صحیح ہیں ، نام یہ ہیں (۱) محمد یونس نمبر خریداری ۲۵۷۳ ، (۲) مشتاق احمد الہ آباد (۳) اچھن خاں پوایاں (۴) سید طیب حسن قادری اروی (۵) افتخار احمد اقبال ، حیدرآباد دکن ، (۶) ٹیرنس ولیم ڈیسائی ٹونک (۷) مصطفےٰ رضا مارہرہ (۸) محمد عبدالسمیع کرنلی (۹) غلام احمد ڈالٹن گنج ۔

جناب پروفیسر اے جی چودھری صاحب کی تجویز ہے کہ اس سلسلے کو مستقل کردیا جائے ، آیندہ جو پیامی اس میں حصہ لیں وہ اپنے حل کے ساتھ ۲ کے ٹکٹ بھی رکھ دیا کریں ، تاکہ انعام کا بوجھ پیام تعلیم پر نہ پڑے ۔ آیندہ مقابلے میں وہی حل شامل کیا جائے گا جس کے ساتھ ۲ کے ٹکٹ بھی ہوں گے

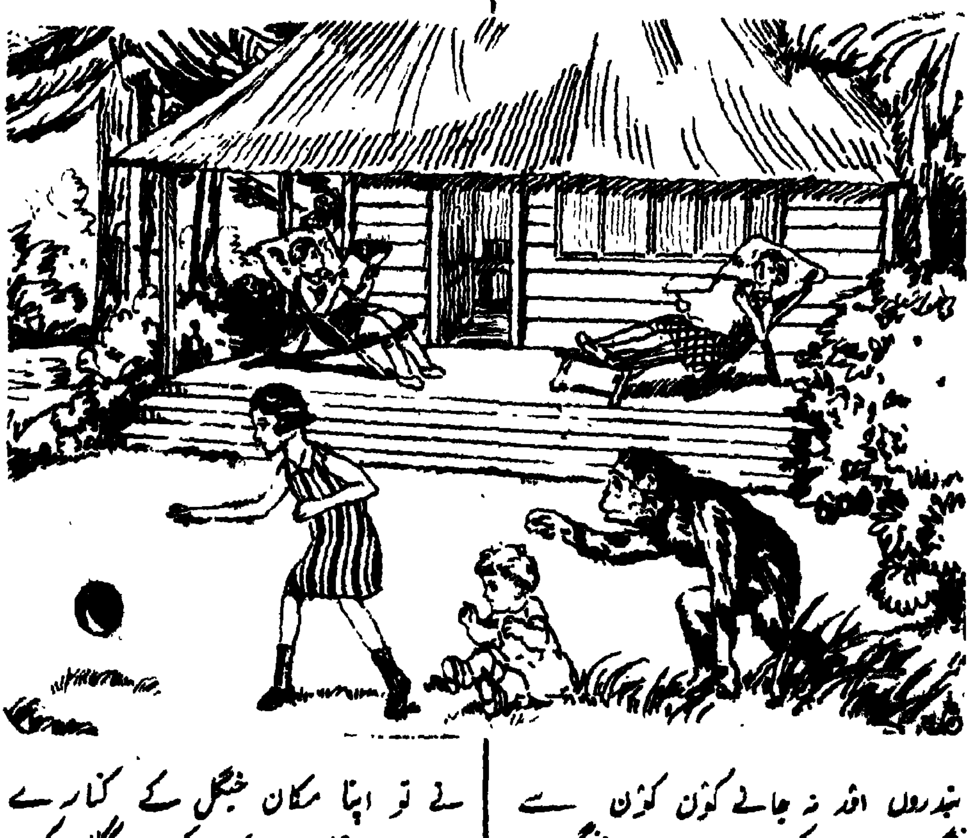
اس پرچے میں ایک اور معما بھی شائع ہورہا ہے ، پیامیوں نے اسے پسند کیا ، اور زیادہ سے زیادہ حل بھیجے تو یہ سلسلہ آیندہ بھی جاری رہے گا ۔


لو پھر بہار آئی
لو، پھر بہار آئی
پودوں کا رنگ نکھرا
سبزہ ہے لہلہاتا
کلیاں بھی کھل رہی ہیں
طیور جھومتے ہیں
کیا پھول ہیں رنگیلے
ہر اک طرف ہر اک سو
ہر سو چمن پہ چھائی
ہر سمت نور بکھرا
بلبل ہے چہچہاتا
باغوں میں گھومتے ہیں
نیلے، سفید، پیلے
پھیلی ہے اُن کی خوشبو
کیوں رُت پیارے خدایہ
سدا نہیں رہتی

اے ہئے میرا بچّہ!!

یہ افریقہ کی کہانی ہے، وہی، جہاں جنگلوں میں شیر ببر، ہاتھیوں، گینڈوں بندروں اور نہ جانے کون کون سے جنگلی جانوروں کی بھرمار ہے، فرنگی یہاں بھی آبسے ہیں۔ اب سے نہیں بہت

دنوں سے۔ فرنگی نہیں جانتے؟ ارے بھئی یورپ کے لوگ! تو ایک فرنگی نے تو اپنا مکان جنگل کے کنارے بنا لیا تھا۔ مکان کیا بنگلا کہو بنگلا۔ اس بنگلے کے ایک طرف



جھاڑیاں تھیں ، خوب گھنی گھنی ۔
ایک دن فرنگی کی بیوی تو برآمدے میں بیٹھی اخبار پڑھ رہی تھی ، لڑکا کوئی کتاب دیکھ رہا تھا ، لڑکی سامنے کے آنگن میں اپنے چھوٹے بھیا کے ساتھ ربڑ کی گیند سے کھیل رہی تھی ، ہر طرف ایک خاموشی کا عالم تھا ۔
اتنے میں جھاڑیوں میں سے ایک بندر نکلا ، خوب بڑا سا ، یہ چپکے چپکے چپکے بچّے کی طرف بڑھا ، ماں اور لڑکا تو پڑھنے میں لگے تھے ، بچّی اپنا مزے میں کھیل رہی تھی ، کسی کو اس کی

کبھی ایسا ویسا نہیں میلوں تک چلا گیا تھا ، خوب گھنا ۔ بندر صاحب نے اب تک سفید رنگ کا انسان نہ دیکھا تھا ، شاید اسی لئے اُن کے جی میں آئی کہ اُس بچّے کو چپکے سے اُٹھائے جائیں ، اور جنگل میں یار دوستوں کو دکھائیں ۔
ہنومان جی ، بہت آہستہ آہستہ قدم بڑھاتے ، آخر بچّے کے پاس پہنچ گئے ۔ انھوں نے بہت ہی تیزی سے بچّے کو اپنے لمبے ہاتھ سے اپنی گود میں گھسیٹ لیا ، اس کامیابی کی خوشی میں اُن کی چیخ نکل گئی ۔ اس



آہٹ تک معلوم نہ ہوئی ۔
بندر اسی جنگل کا تھا ، جنگل

انوکھی آواز سے سب چونک پڑے ماں نے جو اِدھر نظر اُٹھائی تو چیخی

ہوئی دَوڑی ، اے ہے میرا بچہ



لیجیو ، دوڑیو پکڑیو ۔۔

اِدھر بچے کے بدن سے میاں کے سخت سخت بال لگے تو اس نے مُنہ پھیر کر اُن کی طرف دیکھا اور اُس کے اوسان خطا ہوئے لگا بلک کے رونے . دونوں ہاتھ ماں کی طرف پھیلا دیئے ، یہ شور وغل سُن کر اُن کا افریقی نوکر اکبر دوڑا دوڑا آیا اُس نے جو یہ منظر دیکھا تو سُن ہوگیا ، وہ خوب جانتا تھا کہ بندر بچ نکلا تو اس گھنے جنگل میں اس کا پیچھا کرنا بہت ٹیڑھی کھیر ہے . بچہ اب تک

رو رہا تھا ۔ بہت بے کسی کے انداز میں لوگوں کا دل پھٹا جاتا تھا۔

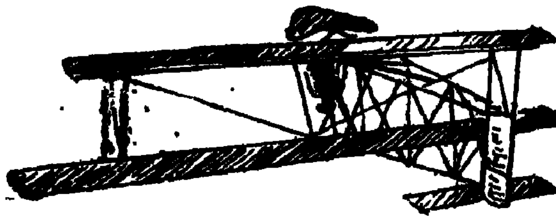
بندر جھاڑی میں گھسا ہی تھا کہ دونوں ماں بیٹے بڑ بڑا کے اس کے پیچھے بھاگے پوری تیزی سے مگر مشکل سے دس بارہ قدم بھاگے ہوں گے کہ وہ بچے سمیت نظروں سے اوجھل !

زیادہ پریشانی کی بات ایک اور تھی ، بچے کا باپ اس وقت کہیں شکار کو گیا ہوا تھا ، مگر لڑکے نے اس وقت اپنی بساط سے زیادہ ہمت دکھائی ، اُس نے امّی سے کہا " امی



امّی آپ بنگلے میں جاکر بیٹھیں میں چند افریقیوں کے ساتھ ابھی ابھی فوراً جم (بچے کا نام) کی تلاش میں نکلتا ہوں (باقی)

گلائڈر



پروفیسر اے جی چودھری

ایک تماشے کی بات سنو، بعض ہوائی جہاز ایسے بھی ہیں، جنھیں نہ انجن کی ضرورت نہ گیس کے تھیلے کی، بس یوں ہی اُڑتے ہیں، ہے نا تماشے کی بات، تمھیں حیرت ہوگی کہ بھلا بغیر انجن کے کوئی ہوائی جہاز اُڑ کیسے سکتا ہے مگر تعجب کی کوئی بات نہیں یہ ہوا کے کاندھے پر اُڑتے ہیں، پرانے زمانے میں بادبان والے سمندری جہاز ہوا ہی کے زور سے چلتے اور ہزاروں میل کا سفر طے کرتے تھے تو اسی طرح یہ ہوائی جہاز بھی بس ہوا کے بل بوتے پر اُڑتا ہے۔ ارے لیجیے ہم اس کا نام بتانا تو بھول ہی گئے، اسے کہتے ہیں گلائڈر۔

گلائڈر میں دو لمبے لمبے پر ہوتے ہیں۔ زور کی ہوا ان پروں پر ٹکر کھاتی ہے، اور گلائڈر کو اُڑائے اُڑائے پھرتی ہے، آج کل قریب قریب سبھی ترقی یافتہ ملکوں میں گلائڈر میں اُڑنے (یا گلائڈنگ) کا عام رواج ہے، جگہ جگہ گلائڈنگ کلب کھلے ہوئے ہیں۔ ان میں گلائڈر میں اُڑنا سکھایا جاتا ہے۔

گلائڈر کی ظاہرا شکل عام ہوائی جہاز سے ملتی جلتی ہے، مگر اس میں پروپلر (یعنی پنکھے) نہیں ہوتے، اچھا، یہ اُڑتا کیسے ہے؟ اسے کسی پہاڑی پر لے جا کر ہوا میں دھکیل دیتے ہیں اب تیز ہوا اس کا بوجھ سنبھال لیتی ہے۔ ایک بات یاد رکھنا، اونچائی جتنی بڑھتی جاتی ہے، ہوا کا زور بھی بڑھتا جاتا ہے، اگر تم دلّی میں رہتے ہو تو قطب مینار پر چڑھ کر دیکھ لو۔

اچھا اگر پہاڑی نہ ہو؟ تب بھی کوئی مضائقہ نہیں، آج کل کے گلائڈر میدان ہی سے اُڑ جاتے ہیں

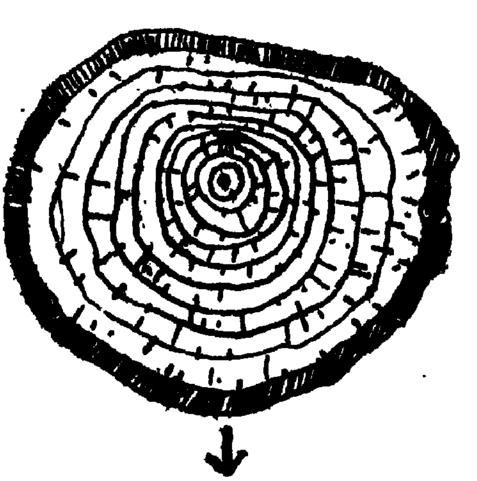
گلائڈر کو ایک مضبوط رسّی کے ذریعے موٹر سے باندھ دیا جاتا ہے ۔ موٹر دوڑتی ہے تو گلائڈر اونچا اُٹھنے لگتا ہے ، کافی اونچا ہوجاتا ہے تو اسی کو گلائڈر سے الگ کردیتے ہیں ، بالکل پتنگ کا سا حساب ہے تم پتنگ کو لے کر دوڑتے ہو اور پتنگ ہوا میں اُڑنے لگتا ہے ۔

آج کل کے گلائڈر اس قدر محفوظ ہوتے ہیں کہ انھیں یا ان میں بیٹھنے والے کو کسی قسم کا حادثہ پیش نہیں آتا ، گلائڈر بیس ہزار فٹ کی اونچائی تک پہنچ چکے ہیں ۔ لگاتار چونتیس چونتیس گھنٹے ہوا میں اُڑتے رہتے ہیں اور چار سو میل کا فاصلہ طے کرلیتے ہیں ۔

گلائڈر چلانے والے ہوا کی رو کو خوب پہچانتے ہیں ، اور اس کی طاقت استعمال کرنے میں کمال مہارت رکھتے ہیں

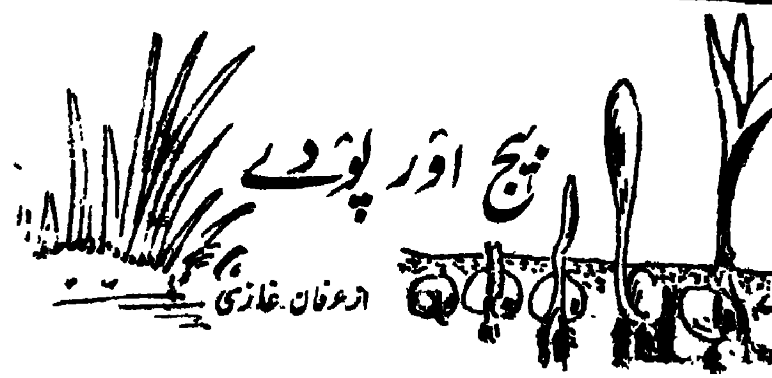
قدرتی قطب نما

تم کبھی جنگل میں بھٹک جاؤ اور کچھ پتہ نہ چلے کہ شمال کدھر ہے جنوب کدھر ہے ۔ جیب میں قطب نما بھی نہ ہو ایسے میں بھلا کیا کروگے ؟ ایک ترکیب تو ہمیں معلوم ہوئی ہے ، کوئی کٹا ہوا درخت مل جائے تو اُس کے ٹھنٹھ کو غور سے دیکھو ، لکیروں کے ٹیڑھے دائرے سے بنتے چلے گئے ہوں گے ۔ یہ دائرے ایک طرف تو خوب چوڑے چوڑے ہیں دوسری طرف پتلے ہوتے چلے گئے ہیں، ان کی وجہ سے لکیروں کا درمیانی نقطہ بیچوں بیچ سے کچھ ہٹا ہوا ہے ، اور کبھی لکیریں چوڑی اُسی طرف ہوتی ہیں جس طرف پیڑ پر دھوپ زیادہ پڑتی ہے اور یہ ہمیشہ دکن کی طرف پڑتی ، اور



صاحب دکن کی مقابل سمت کیا ہوئی ؟ شمال اُسے یاد رکھنا بہت کام آنے والی چیز ہے ۔


خوب سوجھی
(۱) ساتھیو! غضب ہوگیا۔ وہ سامنے آدم خور مارے گئے!!
(۲) جلدی جلدی۔ کمبل لاؤ کمبل کمبل!
(۳) بی - یا - اؤ



بیج اور پودے

از عرفان غازی

سردیوں کی بارش نے اس سال بڑی بہار دکھائی ہے۔ ہر طرف سبزے کا ہرا مخملی فرش بچھا ہوا ہے گیہوں اور چنے کے کھیت لہلہا کر کسانوں کو اچھی فصل کی خوش خبریاں سُنا رہے ہیں۔ کہیں کہیں السی اور سرسوں کے نیلے نیلے پھول بھی نظر آتے ہیں۔ ایک دن شام کے وقت ہم ابا جان کے ساتھ اس سہانے منظر کی سیر کو چلے، گو سردی بہت شدید تھی، لیکن قدرت کی ان رنگین تصویروں کو دیکھنے کا شوق غالب آیا۔

ہم اُچھلتے کودتے چلے جا رہے تھے کہ راستے میں ساجد میاں کوئی عجیب چیز دیکھ کر ٹھٹک گئے اور وہیں بیٹھ کر لگے زمین کُریدنے ہم نے پہلے تو اُنھیں آواز دے کر بلانا چاہا پر جب وہ وہاں سے ٹس سے مس نہ ہوئے تو ہم خود اُن کے پاس پہنچے۔ وہاں پہنچ کر کیا دیکھتے ہیں کہ ایک ننھا سا پودا اُگا ہوا ہے اور آپ نہایت غور سے اُس کا مطالعہ فرما رہے ہیں۔ اتنے میں ابا میاں بھی پہنچ گئے، اور آتے ہی پوچھنے لگے:-

"کیوں بھئی آخر کیا مسئلہ درپیش ہے؟"

ساجد نے کہا "ابا جان یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ یہ پودا زمین میں سے کس طرح نکلا!"

ابا جان جواب دینے ہی لگے

تھے کہ نجمہ بی جھٹ بول اُٹھیں "اجی حضرت، نکلتا کس طرح؟ اللہ میاں نے حکم دیا اور نکل پڑا۔"

ابّا جان نے کہا "نجمہ بیٹیا یہ تو ٹھیک ہے کہ اللہ میاں کے حکم سے نکلا، لیکن ساجد میاں تو یہ بوجھنا چاہتے ہیں کہ اللہ میاں نے اسے کیسے نکالا؟"

"یہ ہم کس طرح معلوم کرسکتے ہیں۔" امی کہتی تھیں کہ تمام بھید کی باتیں صرف اللہ میاں کو معلوم ہیں، ہم انسانوں کی سمجھ سے باہر ہیں۔" ابّا میاں نے جواب دیا "ہاں یہ بھی ٹھیک ہے، لیکن اللہ میاں نے کچھ چیزیں ایسی بھی بنائی ہیں۔ انسان ذرا عقل پر زور ڈال کر اُن کے بھید معلوم کرسکتا ہے، انہی چیزوں میں سے پودے بھی ہیں۔ اللہ میاں نے ہمیں اتنی عقل تو ضرور فرمائی ہے کہ ہم پودے اُگنے کا بھید معلوم کرسکیں۔"

"اچھا تو پھر بتائیے نا پودے کس طرح اُگتے ہیں؟" ساجد نے پھر سوال کیا۔

"بھئی مغرب کا وقت قریب ہے اور اگر ہم نے یہاں بحث شروع کردی تو نماز میں شریک نہ ہوسکیں گے۔ اس لئے اس مسئلے پر پھر کسی وقت گفتگو کریں گے .... اس وقت صرف اتنی بات یاد رکھو، ہر پودا اپنے بیج ہی کے پیٹ سے نکلتا ہے۔"

جس وقت ساجد نے یہ سوال کیا تھا تو نہیں اس میں کوئی دلچسپی نہ تھی، لیکن اب جب اس کی اہمیت کا احساس ہوا تو بہت بے قراری سے انتظار کرنے لگے کہ کب ابّا جان کو فرصت ملے اور وہ ہمیں پودوں کے بھید بتائیں۔

دو چار بعد ابّا جان بازار سے کچھ تسیم کے بیج لائے۔

پہلے تو ہم سمجھے پکانے کے لئے لائے ہیں۔ لیکن انھوں نے بتایا کہ ان بیجوں کی مدد سے ساجد کا سوال حل کیا جائے گا اب تو ہماری خوشی کا کوئی ٹھکانا نہ رہا، بیج بالکل خشک اور سخت تھے۔ ان کو نرم کرنے کے لئے پانی میں بھگو دیا گیا تمام رات بھیگتے رہے، اور صبح تک بہت ملائم ہو گئے۔

ہم لوگ تمام رات بیجوں ہی کے خواب دیکھتے رہے، اس لئے صبح اُٹھ کر سب سے پہلا کام یہ کیا کہ بیجوں کا برتن اُٹھا کر ابّا جان کے پاس لے آئے ابا جان نے ایک ایک دو دو بیج نکال کر ہمیں دکھانا شروع کئے۔ بیج کے ایک سرے پر ایک لمبا سا کالا نشان، ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کوئی لمبی چیونٹی چمٹی ہوئی ہو۔ ابّا جان نے بتایا کہ یہ بیج کا پیٹ ہے اسی جگہ بیج سیم کی پھلی کی چھوٹی ڈنڈی کے ساتھ جڑا ہوتا ہے۔ ساجد میاں نے ایک بیج کو زور سے دبایا۔ اس میں سے پانی کی ایک باریک سی پچکاری نکل کر اُن کے مُنہ پر آئی۔

نجمہ بولی "واہ وا! دیکھئے ابّا جان ہم نے ساجد کے مُنہ پر تھوک دیا نا"

ساجد صاحب کو بیج کی اس بدتمیزی پر سخت غصّہ آیا۔

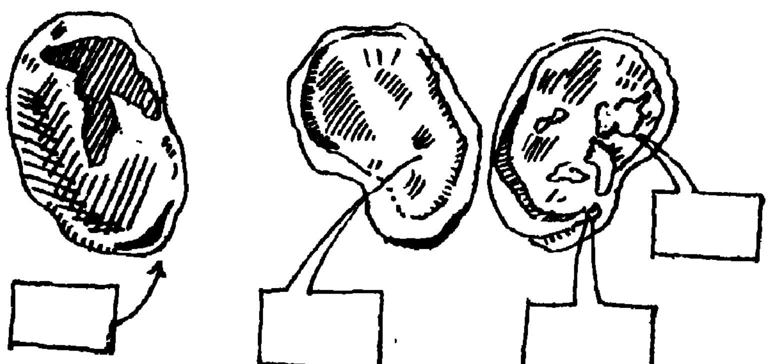
ابّا جان نے کہا "نہیں بیٹا یہ تو وہ پانی ہے جو اس بیج نے رات بھر میں پی لیا تھا۔ اب ساجد نے اُسے دبایا تو بے چارے کا سارا کھایا پیا نکل گیا۔"

میں نے ایک بیج کا چھلکا اتارا تو اندر سے دو جڑے جڑے ٹکڑے نکلے۔ ابا جان نے بتایا کہ اُنھیں بیج پتیاں کہتے ہیں۔ یہ بیج پتیاں ایک جگہ پر ایک چھوٹی سی نوک دار کیلی سے جڑی ہوئی تھیں۔ یہی اُن کی جڑ تھی۔ ابا جان نے بیج پتیوں کو علیحدہ

علٰحدہ کیا تو اس جڑ کے اوپر کے سرے پر دو ننھی ننھی زرد رنگ کی نازک سی پتیاں بھی لگی ہوئی تھیں۔ یہی پتیاں آہستہ آہستہ بڑھتی ہیں اور پودا بن جاتی ہیں۔

"کتنی عجیب بات ہے!" میں

اللہ میاں ہی کی قدرت اور کاری گری ہے۔ ان کے علاوہ اور کسی کو اتنا کمال حاصل نہیں ہے کہ ذرا سے دانے سے بڑے بڑے تناور درخت پیدا کرسکے۔ اللہ میاں اناج کے ایک دانے کو پیدا کرنے کے لئے زمین و آسمان



نے حیرت سے کہا "اتنے چھوٹے سے بیج کے پیٹ میں سے یہ ننھی ننھی جڑیں اور پتیاں سخت مٹی کے درمیان سے اپنا راستہ بنا کر نکلتی ہیں، اور انھی سے بڑے بڑے اور مضبوط پودے بھی بن جاتے ہیں!"

ابا جان نے کہا "یہ سب

کی ہر چیز سے کام لیتے ہیں، ایک چھوٹے سے بیج کی پرورش کے لئے سورج، ہوا، سمندر زمین ان سب کو اللہ میاں کے حکم کے مطابق کام کرنا پڑتا ہے۔

اللہ میاں کی قدرت کے بھی عجیب عجیب کرشمے ہیں۔ ہم

انشاء اللہ سب کے متعلق آہستہ آہستہ تم کو بتا دیں گے۔"

اور ابّا جان ان بیجوں کا کیا کریں گے؟ ساجد نے پوچھا۔

بیجوں کو کسی گملے میں بو دو پھر دیکھنا یہ کس طرح اُگتے ہیں........... اور ہاں مٹّی میں پہلے کچھ بکری کی مینگنیاں ملا لینا، اس کے بعد بیج بونا۔"

ابّا جان یہ مینگنیاں کیوں مٹّی میں ملائی جاتی ہیں؟" میں نے دریافت کیا" اپنا مالی بھی مینگنیوں کی ٹوکریاں بھر بھر کر کیاریوں میں ڈالا کرتا ہے۔ آخر پودوں کو اس سے کیا فائدہ پہنچتا ہے؟"

ابّا جان نے جواب دیا:-
جس طرح انسانوں کو غذا کی ضرورت ہے، اسی طرح پودوں کو بھی ضرورت ہے، پودے اپنی غذا گندی اور سڑی چیزوں سے حاصل کرتے ہیں۔ اس لئے یہ چیزیں انھیں ضرور ملنی چاہئیں مالی بھی کیاریوں میں پودوں کی خوراک ہی ڈالتا ہے۔ اِن کی اس خوراک کو کھاد کہتے ہیں۔"

ہم نے ابّا جان کے کہنے کے مطابق بیجوں کو ایک گملے میں بو دیا، چار پانچ دن کے بعد دو بیج نکال کر دیکھے تو اُن کی جڑیں مٹّی میں پھیلتی جا رہی تھیں۔ دو دن اور گذر گئے تو اُن جڑوں کے اوپر کے سروں سے چھوٹی چھوٹی پتّیاں بھی نکل آئی ہیں یہ دیکھ کر بہت تعجب ہوا کہ ہم نے جو بیج سیدھے ڈالے تھے اُن کی بھی اور جو اُلٹے ڈالے تھے اُن کی بھی جڑیں نیچے گئیں، اور پتّیاں اوپر نکل آئیں۔ کچھ دن بعد وہ زرد زرد نازک پتّیاں ہرے ہرے پتّوں میں تبدیل ہوگئیں، ایک دن ہم نے پودا نکال کر دیکھا تو اُس کے پتّے اور جڑیں تو کافی مضبوط ہوگئی تھیں لیکن بیج

پتیاں مرجھا کر رہ گئی تھیں۔ ہم نے ابا جان سے اس کی وجہ دریافت کی تو انھوں نے بتایا کہ جب کہ یہ ننھا پودا اپنی خوراک خود حاصل نہیں کرسکتا تھا اس وقت تک یہ بیج پتیاں خوراک کا کام دیتی تھیں۔ لیکن اب پودا اس قابل ہو گیا ہے کہ اپنی خوراک کا خود کوئی انتظام کر سکے تو بیج پتیاں مرجھا کر رہ گئیں۔ اس کے علاوہ ان کی ساری قوت بھی ننھے پودے کی پرورش کے کام آچکی اور زندہ رہنے کے لئے جس طاقت کی ضرورت تھی وہ اُن کے پاس باقی نہیں رہی۔

نجمہ نے پوچھا "ابا جان اُس دن بھی آپ نے پودوں کی خوراک کا نام لیا تھا اور آج پھر آپ کہتے ہیں کہ پودے خوراک کھاتے ہیں۔ ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ کیسے کھاتے ہیں، اُن کے نہ منہ ہے نہ پیٹ!"

"بھئی اس کو تم بات چیت کے ذریعے نہیں سمجھ سکو گے" ابا جان نے کہا "ایک کام کرو۔ اس گملے کو اُٹھا کر کسی ایسی جگہ رکھ دو جہاں خوب اندھیرا ہو، اور کل کو دیکھنا ان پودوں کا کیا بنتا ہے، پھر شاید تمھیں ان کی خوراک کی اہمیت کا کچھ اندازہ ہو سکے"

ہم نے گملا اُٹھا کر ایک اندھیری کوٹھری میں رکھ دیا۔ اگلے دن ان پودوں کی تمام پتیاں مُرجھا گئیں، میں اور ساجد اسے ابا جان کے پاس دکھانے کو لائے۔ نجمہ پاس ہی کھڑی تھی، بولی :-

"ہائے اللہ، یہ تو مرگئے بے چارے"

ہمیں نجمہ کے اس جملے پر ایک دم ہنسی آگئی۔ ابا جان نے کہا "دیکھو بھئی، بات در اصل یہ ہے کہ سورج کی روشنی پودوں کی جان ہے۔ پتیوں کے اندر جو ہرا ہرا گودا بھرا ہوتا ہے وہ اس روشنی سے بنتا ہے اور اس گودے کے بغیر پودا اپنی خوراک حاصل نہیں کرسکتا اور کھلا جاتا ہے جب تم نے گملا اُٹھا کر اندر رکھ دیا تو سورج کی روشنی ان پودوں ۴

۴ تک نہ پہنچ سکی۔ نتیجہ وہی ہوا جو ہونا تھا، یعنی —— یہ مُرجھا گئے۔

بچوں کی نظمیں



محمد شفیع الدین نیر کی اصلاح کے بعد

ستارے

ظفر الاسلام بنارسی

بلندی پہ یہ جگمگاتے ستارے ؛ بہت خوشنما اور بہت پیارے پیارے
بلندی پہ اتنی ہی جائیں گے ہم بھی
انھی کی طرح جگمگائیں گے ہم بھی
ہیں تارے اگر آسماں کے نگینے ؛ بنیں گے ہم اپنے جہاں کے نگینے
اور اپنی زمیں کو سجائیں گے ہم بھی
انھی کی طرح جگمگائیں گے ہم بھی
ہیں بھٹکے ہوؤں کے یہ رہبر ستارے ؛ مسافر ہیں چلتے انھی کے سہارے
جو بے بس ہیں کام ان کے آئیں گے ہم بھی
انھی کی طرح جگمگائیں گے ہم بھی
دمکتے ہوئے یہ ہزاروں ستارے ؛ بکھیرے ہوں جس طرح موتی کسی نے
دمک یوں ہی اپنی دکھائیں گے ہم بھی
انھی کی طرح جگمگائیں گے ہم بھی
چمک کر یہ جس طرح تاریکیوں میں ؛ دیا سا جلا دیتے ہیں جنگلوں میں
اندھیرا جہاں کا مٹائیں گے ہم بھی
انھی کی طرح جگمگائیں گے ہم بھی

ریل سے

سجاد علی مرزا کشور کلکتہ

چل کلکتہ چھک چھک پھٹے
چھک چھک پھٹے چھک چھک پھٹے ؛ چل کلکتہ چھک چھک پھٹے
دھیرے دھیرے کیوں ہی چلتی ؛ ہم ہیں کوئی ایسے ویسے
چل کلکتہ چھک چھک پھٹے
چھک چھک چھک چھک چھک کو کرتی ؛ پانی پیتی آگ بھی بھرتی
جتنی جلدی ممکن ہوتا ؛ منزل کھانے کو سوئی کرتی
چل کلکتہ چھک چھک پھٹے
منی میری روتی ہوگی ؛ اشکوں سے منہ دھوتی ہوگی
مجھ کو اپنے پاس نہ پاکر ؛ رو رو جان کو کھوتی ہوگی
چل کلکتہ چھک چھک پھٹے
کوکو جیسے کوئل بولے ؛ پنچھی جیسے پر کو کھولے
کوک یہ تیری دل دہلائے ؛ کوئل میری ہولے ہولے
چل کلکتہ چھک چھک پھٹے
چھک چھک پھٹے چھک چھک پھٹے ؛ چل کلکتہ چھک چھک پھٹے

لال بجھکڑ

از غازی بھاٹاپوری

آؤ بچو سنو کہانی ؛ اچھی سی غازی کی زبانی
ایک میاں تھے لال بجھکڑ ؛ ساتھ میں ان کے اکڑ بکڑ
تینوں جب آئے کولمبو ؛ دیکھا اک موٹا سا کولھو
اکڑ بکڑ بڑے گھبرائے ؛ دوڑ کے ان کے پاس وہ آئے
پوچھا لال بجھکڑ یہ کیا ؛ گڑھا سا لمبا سا یہ کیا
رہے لال بجھکڑ پہلے ؛ پھر مسکرا کر ایسے بولے
حد ہے تمھاری بھی نادانی ؛ اللہ کی ہے سرمہ دانی

فلسطین کا عبداللہ



خیمے میں چہل پہل تھی، بچے کھیل کود رہے تھے، دھما چوکڑی مچا رہے تھے اتنے میں باہر سے آواز آئی
اَسْ س ل ا م ع ل ے ک م
(السلام علیکم)

عبداللہ لپک کر باہر گیا اور نہایت متانت اور شائستگی سے جواب دیا، وعلیکم السلام۔ شیخ ابوعبداللہ بھی خیمے سے نکل آئے، اور مہمان کو بہت عزت و احترام کے ساتھ اندر لائے دیر تک اِدھر اُدھر کی باتیں ہوا کیں پھر کھانے کا وقت آگیا، مہمان کے لئے کھانے کا انتظام کیا گیا، اسلامی ملکوں کی مہمان نوازی مشہور ہے۔ خاص کر عرب پھر بدّو، کھانے کا وقت آجائے تو مہمان کو بغیر کھلائے جانے نہیں دیتے۔

لوٹے میں پانی آیا، پہلے مہمان کے ہاتھ دھلائے گئے پھر اور سبھوں نے دھوئے، اندر سے ایک سینی میں کھانا آیا، ایک بڑی قاب میں پلاؤ، خوب مرغن، ایک طرف کو روٹیاں رکھی ہوئیں یہ ڈھیر سی۔ ایک بڑا سا پیالا، خوب بڑا سا دہی سے لبالب۔



سب کے سب سینی کے چاروں طرف بیٹھ گئے پہلے شیخ نے اور پھر سب نے بسم اللہ کی اور کھانے کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ یہ لوگ مسلمان ہیں ہر کام بسم اللہ سے شروع کرتے ہیں، یعنی اللہ کے نام سے۔

کھانا ہاتھ سے کھایا جاتا ہے، "بس جیسے ہم تم کھاتے ہیں" بہت تمیز اور سلیقے سے۔ ادھر کھانے پینے کا سلسلہ جاری تھا، ادھر گھر کی بی بیاں

نے قہوے کے بیج ایک بڑے سے کڑچھے میں بھونے اور اُنھیں پیس کر کھولتے پانی میں ڈال دیا۔ عرب اور فلسطین میں قہوے کے بیج وقت کے وقت بھونے جاتے ہیں، اسی لئے بہت خوشبودار قہوہ تیار ہوتا ہے۔

سب کھا پی چکے تو سینی اُٹھا دی گئی، قہوے کا دور چلا، چھوٹی چھوٹی پیالیاں یا فنجان (بغیر کنڈے کی) شیخ نے سب سے پہلے ایک پیالی اپنے ہاتھ سے مہمان کے لئے بنائی، پھر اور سب لوگوں نے پی پلائی۔

باہر مرد کھا پی چکے تو عورتوں کی باری آئی، ہمارے دیس میں بھی تو یہی ہوتا ہے، قہوہ بھی بس مرد اور لڑکے پیتے ہیں بی بیاں اور بچیاں پرہیز کرتی ہیں۔

باتوں باتوں میں شیخ نے اندازہ کرلیا کہ مہمان رات یہیں گذارنا چاہتا ہے، اس خیمے سے لگا ہوا ایک اور خیمہ تھا، خاص مہمانوں کے لئے۔ اسی میں انتظام کردیا گیا

اب عشاء کا وقت ہوگیا تھا، سب نے نماز پڑھی، فلسطین کے عرب نماز روزے کے پابند ہیں، فلسطین میں قریب قریب سبھی مسلمان ہیں، بیت المقدس یا یروشلم میں کچھ کچھ عیسائی بھی ہیں ان کے گرجے بھی ہیں۔ حضرت عیسٰی یہیں تو پیدا ہوئے تھے، یہودیوں کے پیغمبر حضرت موسٰی بھی یہیں کے تھے اسی لئے تو فلسطین اور بیت المقدس کو مسلمان عیسائی، یہودی سبھی عزت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔

اب کوئی بیس بائیس سال سے یہودی یہودی بھی یہاں آ آکر بس رہے ہیں انگریزوں کی سرپرستی میں، بس جبھی سے یہاں کا امن چین ختم ہوگیا ہے۔

نماز ختم اور سونے کی تیاری شروع ہوئی۔ میاں عبداللہ کی پلکیں بھی بھاری ہو چلی تھیں، اُنھوں نے جوتا اُتارا، ٹوپی اُتاری۔ فرش پر چٹائی بچھائی، سرہانے تکیہ رکھا، بہت خوب صورت ریشمی غلاف چڑھا ہوا اور بس رزائی اوڑھ کر لیٹ گئے اوپر بھیڑ کی کھال ڈال لی، رزائی میں روئی کی جگہ اونٹ اور بھیڑ کا اون بھرا ہوا

اسے لو میاں عبداللہ تو لیٹتے ہی چٹ سوگئے، دیکھو کیسی بے ہوشی کی نیند ہے۔

(باقی)



سائنس کے جادو

بجلی کے آسان تجربے

آج کل موسم خشک ہے۔ بجلی کے تجربوں کے لئے سارا سامان یہاں تک کہ ہوا بھی خشک ہی ہونا چاہیئے۔ اس لئے اس نمبر میں یہ دلچسپ تجربے لکھ رہے ہیں۔ پیامی اس خشک موسم سے فائدہ اٹھائیں۔

دیوار سے چمٹنے والا کاغذ

ایک معمولی فلسکیپ کاغذ لو اُسے دیوار سے لگا کر دیکھو، ہرگز نہ چمٹے گا۔ اب یہ کرو کہ کاغذ کا ایک کنارا ہاتھ سے تھام لو، اور دوسرے ہاتھ کی ہتھیلی کے کنارے سے کاغذ کو زور زور سے رگڑو، اچھا اب تو دیوار سے چمٹاؤ، چمٹ گیا نا! مگر کیوں؟ ہتھیلی کی رگڑ سے کاغذ میں بجلی پیدا ہوگئی

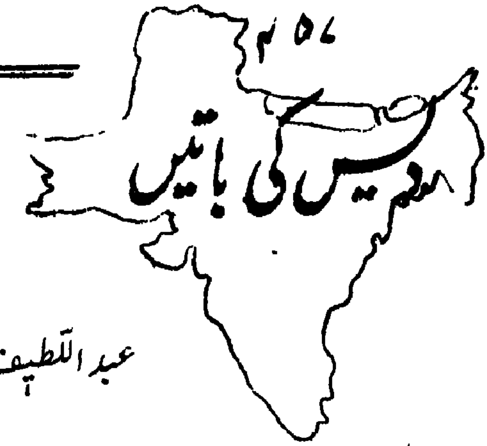
بجلی سے جھٹکا

جھٹکے کے نام سے کہیں ڈر نہ جانا، یہ جھٹکا بالکل ایسا ہی ہوگا، جیسے گدگدی۔ اوپر والا کاغذ جو بجلی کے اثر سے دیوار سے چمٹ گیا تھا، دیوار سے علیحدہ کر لو اور ایک دھات کی پلیٹ پر رکھ دو، یہ پلیٹ کانچ کے خشک گلاس پر رکھ دو۔ اب اس پلیٹ کے کنارے کوئی چوتھائی انچ کے فاصلے سے اپنی انگلی کا سرا لاؤ، چٹاخ سے بجلی کا ایک شعلہ نکل کر تمھارے ہاتھ میں ہو گذرے گا۔ کمرے میں اندھیرا ہو تو زیادہ اچھا رہے گا۔

ناچو بٹیا ناچو

مداری تو بندر نچاتے ہیں تم آج آدمی کو نچا دو، کاغذ کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا آدمی کی شکل کا کاٹو کوئی آدھ انچ لمبا، اپنے بالوں میں سلولائڈ کا کنگھا چلاؤ، اس کنگھے کے دانت آدمی کے قریب لاؤ، آدمی جھٹ سے کنگھے سے چمٹ جائے گا، پھر گر جائے گا تھوڑی دیر میں پھر اٹھے گا، ایک کی جگہ کئی آدمی

بنا سکتے ہو، کاغذ کے ٹکڑے کسی ٹین کے ٹکڑے پر رکھو تو زیادہ مزے کی بات رہے گی:

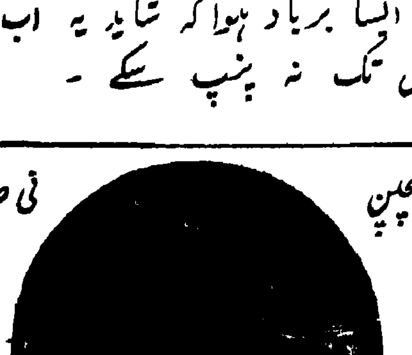


دیس کی باتیں

عبد اللطیف اعظمی

۲۲ مارچ سے ۲ اپریل تک دلی میں ایشائی کانفرنس بہت اہتمام سے منعقد ہوئی، کوئی ڈھائی سو نمائندے اس کانفرنس میں شریک ہوئے، یہ سب ایشیا کے تیئیس ملکوں سے آئے تھے، ہندوستان بلکہ ایشیا کی تاریخ میں یہ بالکل نئی چیز تھی۔ اس طرح کی کوئی کانفرنس اس سے پہلے کبھی اور کہیں نہیں بلائی گئی۔

ویسے تو ایشیا میں بسنے والوں کی تعداد بہت زیادہ ہے، پوری دنیا میں جتنے لوگ آباد ہیں ان میں آدھے سے زیادہ تو ایشیا میں ہیں تہذیب تمدن اور علم کی روشنی بھی اسی خطے سے پھیلی ہے۔ سارے پیر، پیغمبر رشی، منی سب اسی سرزمین سے تو اُٹھے، مگر اب بہت زمانے سے ان کی حالت ابتر تھی، ایشیائی ملکوں میں سے زیادہ تر یورپ والوں کے غلام تھے یا کم سے کم اُن کے اثر میں۔ اُن کے پاس نہ دولت تھی نہ علم بس ایک جاپان کا ملک تو ایسا تھا کہ اس سے یورپ والے بھی گھبرا گئے تھے۔ مگر وہ بے چارا پچھلی بڑی لڑائی میں ایسا برباد ہوا کہ شاید یہ اب سالہا سال تک نہ پنپ سکے۔



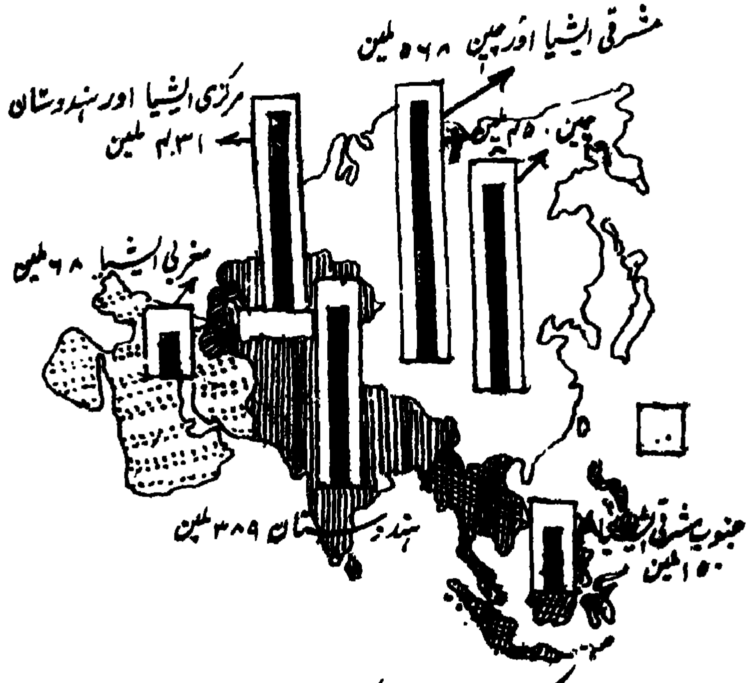
۱- یورپ تقریباً ۲۵ فی صدی
۲- افریقہ " ۷ " "
۳- شمالی امریکہ " ۷ " "
۴- مرکزی جنوبی امریکہ تقریباً ۶ فی صدی
۵ کاکا

اس لڑائی سے ساری دنیا یوں سمجھو کہ زیر و زبر ہوگئی، مگر ایک فائدہ بھی ہوا، بہت بڑا فائدہ، ایشیا میں کچھ دنوں سے بیداری کی جو ہلکی ہلکی سی لہر چل رہی تھی اس لڑائی کی بدولت اُس نے طوفان کی شکل اختیار کرلی، غرض اب ایشیا کا ہر ایک ملک بیدار ہے، اور یورپ کی غلامی کا جوا اتار پھینکنے کے لئے ہاتھ پیر مار رہا ہے

ایشیاٹک کانفرنس بھی اسی بیداری کی ایک علامت ہے، اور یہ بڑی خوشی کی بات ہے کہ اس کی ابتدا کا فخر ہمارے دیس کو حاصل ہوا۔

شروع کے دو دن (۲۳، ۲۴ مارچ) اور آخری دن (۲؍ اپریل) دلی کے پرانے قلعے میں کانفرنس کے کھلے اجلاس ہوئے۔ یہ قلعہ شہر سے دو تین میل کے فاصلے پر ہے۔ کہتے ہیں اسے بنے ہوئے بارہ سو سال ہوچکے ہیں۔ تنور راجپوت خاندان کے ایک راجا نے اسے بنایا تھا۔ بعد میں ہمایوں بادشاہ نے اس کی مرمت کرائی، پھر شیر شاہ نے اس میں ایک شان دار مسجد بنوائی۔ یہ مسجد اب تک اچھی حالت میں ہے۔ ایک اور عمارت بنوائی "شیر منزل" ہمایوں نے دوبارا اپنا

ایشیا کی آبادی (ملین کے حساب سے)



ایک ملین دس لاکھ کا

تخت حاصل کیا تو اس عمارت کو اپنا کتب خانہ بنایا، ہمایوں اسی عمارت سے گر کر مرا تھا

ان کھلے جلسوں میں لوگوں نے بڑی تعداد میں شرکت کی، پہلے دو دنوں میں کم سے کم ٹکٹ پانچ روپے کا تھا - ۲ر اپریل کو کم سے کم دو روپئے کا - ان دنوں شہر کی فضا بھی کچھ اچھی نہیں تھی، کرفیو سرشام ہی شروع ہوجاتا تھا، اور جلسہ رات گئے تک ہوتا تھا، پھر بھی ایشیا کے مختلف ملکوں کے لوگوں کو دیکھنے اور ان کی تقریریں سننے کی خاطر لوگ بہت بڑی تعداد میں شریک ہوتے - آخری دن گاندھی جی بھی آگئے تھے اور انڈونیشیا کے بڑے وزیر ڈاکٹر سلطان شہریار بھی - ان کی وجہ سے پنڈال میں تل دھرنے کو جگہ نہیں تھی -

ان تین دنوں کے علاوہ باقی آٹھ دنوں میں تمام نمائندوں نے مختلف جماعتیں بناکر ایشیا کے نہایت اہم مسئلوں پر گفتگو کی، مثلاً ایشیا کی آزادی کے لئے قومی تحریکیں (۲) نسل کے مسئلے (۳) ایشیا کے رہنے والوں کا ایک جگہ سے دوسری جگہ جاکر آباد ہوتا - (۴) ایشیائی ملکوں میں کھیتی باڑی کی اصلاح، اور صنعتوں کی ترقی، (۵) مزدوروں کے مسئلے اور سماجی خدمتیں (۶) تعلیم اور ادب کی حالت (۷) ایشیا کی عورتوں کا سدھار اور ان کی تحریکیں کو آگے بڑھانا -

آخر میں طے پایا کہ ایشیا کے ملکوں کو آپس میں دوستانہ تعلقات رکھنے اور اوپر کی باتوں کو کامیاب بنانے کے لئے ایک انجمن قائم کی جائے اس انجمن کو چلانے کے لئے مختلف ملکوں کے ایک ایک دو دو نمائندے چن لئے گئے ہیں - پنڈت جواہر لال نہرو اس کے صدر منتخب ہوئے ہیں یہ بھی طے کیا گیا ہے کہ یہ کانفرنس دو سال بعد (۱۹۴۹ء) چین میں بلائی جائے - اس انجمن کے مقصد یہ طے ہوئے ہیں -

(۱) ایشیا اور پوری دنیا کے مسئلوں کے مطالعے کو ترقی دینا (۲) ایشیا کی تمام قوموں میں اور پھر ان کا باقی دوسری قوموں میں دوستانہ تعلق پیدا کرنا اور ضرورت پر ایک دوسرے کی مدد کرنا (۳) ایشیا کی قوموں کی بھلائی کا کام کرنا وغیرہ وغیرہ -

اس کانفرنس میں اسلامی ملکوں مثلاً ترکی، مصر، ایران اور افغانستان کے نمایندے بھی خاصی تعداد میں آئے تھے۔ ان میں ڈاکٹر صدیقی (ایران) ڈاکٹر عبدالحمید (افغانستان) ڈاکٹر تقی الدین الصلح (عرب لیگ) الکریمۃ السیدہ (مصر) مصطفیٰ مومن (الاخوۃ الاسلامیہ مصر) وغیرہ بڑی اہمیت رکھتے ہیں۔ جلسوں میں پڑا وقت لگتا تھا، مگر پھر بھی ان نمایندوں نے دلّی کی مشہور تاریخی جگہوں کو بھی دیکھا، ایران، افغانستان اور بعض دوسرے ملکوں کے نمایندوں نے جامعہ ملیہ کو بھی دیکھا اور بہت پسند کیا، ان مہمانوں کی دلچسپی اور مہمانی کا بھی بڑا انتظام کیا گیا تھا۔ وائسرائے کانگریس کے صدر عارضی حکومت کے نائب صدر، جمعیتہ العلما اور بعض لوگوں کی طرف سے ذاتی طور پر چار وغیرہ کی دعوتیں دی گئیں بعض اسکولوں اور موسیقی کی سوسائٹیوں کی طرف سے موسیقی وغیرہ کا بھی انتظام کیا گیا، ایک رات لال قلعہ میں دیوان خاص میں موسیقی کا انتظام کیا گیا تھا تمام راستوں اور عمارتوں پر دئے جلائے گئے تھے، دیوان خاص میں بجلی کی نہایت اچھی روشنی کی گئی تھی، تھوڑی دیر کے لئے لال قلعہ میں بڑی چہل پہل ہوگئی تھی۔ اور معلوم ہوتا تھا کہ لال قلعہ پھر جاگ گیا ہے۔

اس موقع پر آرٹ کی ایک نمائش بھی کی گئی تھی جس میں ایشیا کے مشہور ملکوں مثلاً جاپان، چین، تبت اور ہندوستان کے آرٹ کے بہت اچھے اچھے نمونے پیش کئے گئے تھے۔ اس نمائش کا افتتاح مولانا ابوالکلام آزاد نے کیا تھا

غرض یہ کانفرنس، اور نمائش دونوں دیکھنے کی چیزیں تھیں دلی میں اُن دنوں بڑی چہل پہل اور رونق تھی افسوس کہ اس رونق کا ہم تمھیں صرف حال ہی بتا سکتے ہیں، دکھا نہیں سکتے۔ آج کل تمھارے رسالے میں بہت سی دقتوں کی وجہ سے تصویریں نہیں چھپتیں، ورنہ تصویروں ہی سے کم سے کم بہت سے نمایندوں سے تمھیں ملا دیتے۔ اچھا کم از کم اپنے مدرسے میں ایشیا کے نقشے پر تو ایک نظر ڈال لو مشرق کا سورج گہن میں آگیا تھا، مگر اب وہ گہن سے نکل رہا ہے ؞

کیا تم جانتے ہو؟

بلّی رات میں بھی دیکھ سکتی ہے

ارے یہ تو بی میاؤں بیٹھی ہیں
ہاں بھائی یہ تمھاری سنو بلائی ہیں
مگر ان میں کیا خاص بات ہے؟ جی
خاص بات ہے، جبھی تو آج ہم ان
کا ذکر کر
رہے ہیں، اچھا
بتائیے اندھیرے
میں تمھیں کوئی چیز
نظر آتی ہے، نہ
تم کوئی کام کر سکتے
ہو! ہے نا ٹھیک
بات؟ مگر بی میاؤں
اندھیرے میں چوہے پکڑ لیتی ہیں۔
ہاں گھپ اندھیرے میں انھیں
بھی کچھ سجھائی نہیں دیتا۔ مگر جتنے اندھیرے
میں ہمیں تمھیں کچھ نظر نہیں آتا منو
بلائی سب کچھ دیکھ لیتی ہے اور یہ
ہے جناب اس کی پتلیوں کا کرشمہ، ان
کو دن میں دیکھو تو ذرا ذرا سی کچھ
لمبی لمبی سی، سرخی نہ چمک مگر رات میں
یہی ذرا ذرا سی پتلیاں پھیل کر بڑی بڑی
ہو جاتی ہیں اور اندھیرے میں ایسی چمکتی
ہیں جیسے کسی نے آئینہ سورج کے رُخ
رکھ دیا ہو۔



زیادہ اندھیرا
ہو تو یہ اپنی مونچھوں
اور کانوں سے مدد
لیتی ہے۔ اس کی
یہ دونوں چیزیں
بہت حساس ہوتی
ہیں۔ اپنی مونچھوں
کی مدد سے وہ راستہ ٹٹول لیتی
ہے، کان تو اتنے تیز کہ چوہا اپنے بل
سے چلا اُدھر اُسے خبر ہو گئی اور
یہ بل کے پاس دبک گئی، اِدھر اس
نے بل سے سر نکالا اور اِدھر اس نے
ایک ہی جست میں جا دبوچا۔



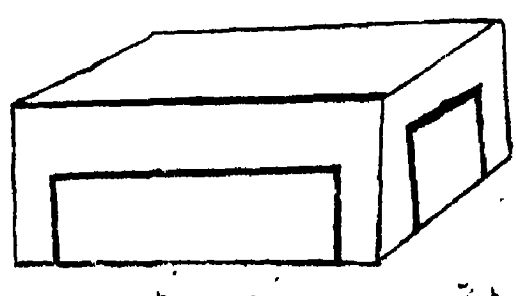
گھر گھر کھیلیں

سرار ندوی

کیوں ریاض میاں گھر تو آپ نے بنا لیا بہت اچھا خوب صورت، پھر اب؟ اِس میں سامان! خالی خولی گھر بھلا کیا اچھا معلوم ہوگا، کچھ میز کچھ کرسیاں کچھ پلنگ، مسہریاں تو ہونی چاہئیں نا۔

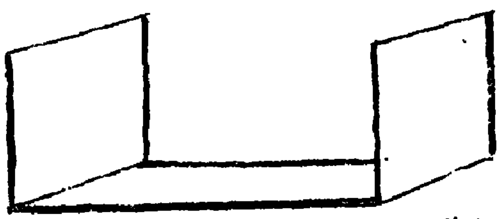
اچھا تو اب آپ تین ڈبے لے لیجئے وہی جوتے کے۔ ذرا سننا ایک تو لاؤ پانچ نمبر کا ایک اس سے چھوٹا اور تیسرا اور بھی چھوٹا۔

اچھا سب سے پہلے مسہری بنے گی جناب! سب سے چھوٹا ڈبہ لو



ڈھکن اتار لو۔ اب اُسے الٹا زمین پر رکھ دو، چاروں کونوں پر پایوں کے لئے ڈبے کی پوری چوڑائی میں نشان بنا دو

پائے دو پہل بنیں گے۔ اس لئے آٹھ نشان دو۔ اب پایوں میں جو گتا ہے اُسے کاٹ کر علیحدہ کر دو، اب

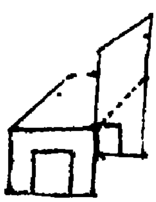


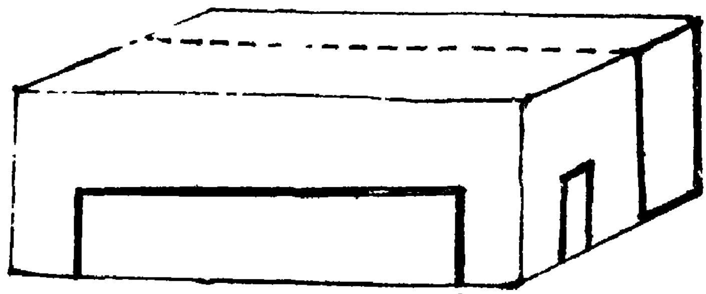
ڈھکن اٹھاؤ، دیکھو اس کی لمبائی اور چوڑائی میں پٹیاں سی لگ رہی ہیں، لمبائی کی دونوں پٹیاں کاٹ کر ڈھکن کو الٹا یعنی ڈبے اور ڈھکن کی پیٹھ ملا کر چپکا دو لو مسہری تیار ہوگئی، اب بستر اور تکیے کا انتظام تم کرو۔

اب بنچ بنائیں۔ ڈبے کو الٹا زمین پر رکھو۔ دیکھو چار دیواریں اور ایک چھت معلوم ہوتی ہے نا؟ چھت کو تو رہنے دو، لمبائی کی دیواروں میں سے ایک کو کاٹ کر الگ کر دو

پھر چوڑائی کی دیواروں کو آدھی سے کچھ کم کاٹ دو۔ اب جتنا حصّہ چھت کا بغیر دیوار کے رہا اُسے اوپر کو موڑ دو، یہ بنچ کی پیٹھ ہوئی۔ اب بنچ کے سامنے کے حصّے سے ۲½ اِنچ چوڑی پٹی ڈبّے کی لمبائی سے کاٹ کر نکال دو۔ لو بھائی بنچ

قینچی سے کاٹ لو، لیکن دیکھو ڈبّے کے اوپر کا حصّہ نہ کاٹنا۔ کرسی کی پیٹھ اسی کی تو بنے گی، ہاں. تو اِرد گرد کے تینوں ٹکڑے کاٹ لینے کے بعد بچے ہوئے حصّے کو اوپر کی طرف موڑ دو۔ اب جس طرح مسہری کے پائے بنائے تھے اُسی طرح کرسی کے





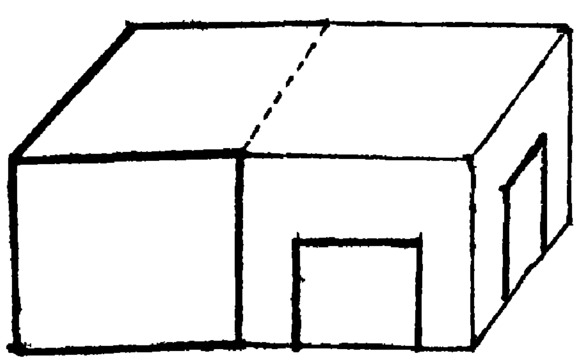
بھی تیار۔

اب رہی کرسی، درمیانہ ڈبہ لو، اسے بھی اسی طرح ڈھکن اُتار کر اُلٹا زمین پر رکھو، ڈبے کی لمبائی ناپ کر پنسل سے اُس کے دو برابر حصّے کر دو، پھر نشان پر

لئے پائے بنالو، لو بھئی تمھاری کرسی بھی تیار ہوگئی

چلو گھر بیٹھے. سونے کا انتظام تو ہوگیا، ہاں ایک میز رہ گئی یہ پھر بن جائے گی ؞

(باقی)



کاٹو ————

موڑو ....

نئی کتابیں

گپّوں کی تجارت یہ جناب کندن لال صاحب ایم اے ایڈیٹر رتن کی آٹھ مذاقیہ یا مزاحیہ کہانیوں کا مجموعہ ہے، کہانیاں خاصی دلچسپ ہیں، کہیں کہیں زبان کی خامیاں بہت کھٹکتی ہیں، لکھائی چھپائی اوسط درجے کی، ٹائٹل خوب صورت دو رنگا - ۶۴ صفحے قیمت ۷ر پتہ:- رام محل پبلشرز جموں (کشمیر)

اٹھارہ ستارے متین طارق صاحب نے ملک کے اٹھارہ نامی بزرگوں کے حالات لڑکوں کے لئے بہت محنت اور سلیقے سے جمع کئے ہیں، طارق صاحب سے ایک بھول ہوگئی، ان اٹھارہ ستاروں میں حکیم اجمل خاں اور ڈاکٹر انصاری کے نام نہیں ہیں، ایک بھول اور ہوئی ہے۔ انھوں نے ولبھ بھائی پٹیل، اور وٹھل بھائی کو ایک سمجھ لیا ہے- اسمبلی کے صدر وٹھل بھائی پٹیل تھے، یہ بے چارے کب کے آں جہانی ہوچکے۔ ولبھ بھائی پٹیل زندہ ہیں، اور آج کل عارضی حکومت میں ہوم ڈیپارٹمنٹ کے انچارج ہیں۔ کتاب میں جگہ جگہ نظمیں بھی ہیں یہ نظمیں ایک الگ مجموعے کی شکل میں چھاپ دی جائیں تو بہت مفید ہوں، یہاں بے میل سی لگتی ہیں، مضمونوں کے ساتھ ساتھ رہنماؤں کی تصویریں بھی ہیں ۱۶۰ صفحے ۱۲ر میں، خاکسار منزل باغپت (ضلع میرٹھ) سے ملے گی ؛

خربوزہ شہزادے کا سر بن گیا ۵ر
خرگوش کا ہونٹ ۵ر
جو تیرا چلو بھر خون نہ پیا ہو ۷ر

یہ تینوں کہانیاں چھوٹے بچوں کے لئے مکتبہ جامعہ نے شائع کی ہیں پہلی کتاب میں یہ بتایا ہے کہ کس طرح ایک غریب اور ایمان دار لکڑہارا امیر بن گیا، اور کس طرح ظالم وزیر کو اس کے کئے کی سزا ملی دوسری کہانی کہانی میں خرگوش کی شرارتوں کا دلچسپ حال ہے، تیسری میں ایک شریر لڑکی اور ایک امیر لڑکے کی کی کہانی، لڑکی نے اس لڑکے کو خوب خوب نیچا دکھایا، آخر دونوں کا بیاہ ہوگیا۔ تینوں کتابیں بہت اہتمام سے چھپی ہیں، خصوصاً تیسری یعنی چلو بھر خون والی کتاب میں زیادہ اہتمام کیا گیا ہے، بلاک کی پانچ تصویریں ہیں ایک رنگین تصویر بھی ہے، چار رنگوں کی، ٹائٹل تینوں کے دو رنگے خوب صورت،
مکتبہ جامعہ، دہلی قرول باغ سے ملیں گی۔

جامعہ

اسکاؤٹ

حسین احمد قیصر

جناب ایڈیٹر صاحب پیام تعلیم

پیام تعلیم جوبلی نمبر میں جامعہ اسکاؤٹنگ پر میرا ایک مضمون چھپا تھا۔ یہ مضمون پڑھ کر بہت سے پیامیوں نے مجھے خط لکھے ہیں، چند خطوں کے تو میں نے جواب بھی دے دیئے ہیں۔ ان خطوں میں سبھی پیامیوں نے قریب قریب ایک ہی سی باتیں پوچھی ہیں، اس لئے آپ ان کے جواب پیام تعلیم میں چھاپ دیجئے۔

پیامیوں نے یہ باتیں پوچھی ہیں:۔

(۱) جامعہ اسکاؤٹ کیا چیز ہے؟ اس کا مقصد کیا ہے، اس تحریک میں اور دوسری تحریکوں میں کیا فرق ہے؟

(۲) جامعہ اسکاؤٹنگ کا پروگرام کس عمر کے بچوں یا بڑوں کے لئے ہے؟

(۳) اس کا جھنڈا کیسا ہے قواعد کیا ہیں؟

(۴) جامعہ اسکاؤٹنگ کا لباس؟

(۵) اگر ہم لوگ یہ تحریک اپنے ہاں چلانا چاہیں تو آپ ہماری کیا مدد کرسکتے ہیں؟

ان کے جواب یہ ہیں:۔

ہمارے دیس میں "بیڈن پاول اسکاؤٹ تحریک" ایک مدت سے اور ہندوستان اسکاؤٹ تحریک کوئی بیس برس سے کام کر رہی ہے اور بھئی سچ تو یہ ہے کہ راستہ ہمیں بیڈن پاول تحریک نے بتایا، اسی طرح ہندوستان اسکاؤٹنگ تحریک پوری طرح ہماری رہبر بنی۔ لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ مسلمان ان دونوں تحریکوں سے پورا پورا فائدہ نہیں اٹھا رہے تھے۔ یہ بہت نقصان کی بات تھی۔ اس نقصان کا احساس مسلمانوں کو روز بروز بڑھتا جاتا تھا، وہ ایک ایسی تحریک کی ضرورت کو محسوس کر رہے تھے جس میں اُن کی مذہبی روایات سموئی ہوئی ہوں اور ان کی مذہبی ضروریات کا خیال رکھا گیا ہو، آخر ہماری جامعہ نے اس کام کو اپنے ہاتھ میں لیا۔ ایک عرصہ تک وہ اپنے ہاں مختلف تجربے کرتی رہی

اور بہت سے تجربوں کے بعد آخر اس نے جامعہ اسکاؤٹنگ کے نام سے ایک اسکیم مسلمان بچوں کے لئے تیار کر دی، یہ تحریک مسلمانوں میں آہستہ آہستہ بہت مقبولیت حاصل کر رہی ہے۔

بیڈن پاول اسکاؤٹنگ۔ ہندوستان اسکاؤٹنگ اور جامعہ اسکاؤٹنگ میں فرق یوں سمجھئے کہ پہلی تو بالکل بدیشی چیز ہے

ہندوستان اسکاؤٹنگ اور جامعہ اسکاؤٹنگ اپنی چیزیں ہیں، جامعہ اسکاؤٹنگ مسلمان بچوں کے لئے ہے ویسے مقاصد اور اصول ہر اسکاؤٹنگ تحریک کے ایک ہیں صرف چند تبدیلیاں کی گئی ہیں اپنے قومی یا مذہبی نقطۂ نظر سے۔ اسی لئے دنیا کا ہر اسکاؤٹ آپس میں بھائی بھائی ہے۔

(۲) ہر عمر کا شخص اسکاؤٹ بن سکتا ہے، پھر بھی جامعہ اسکاؤٹنگ کے تین گروپ ہیں (۱) ۷ سے ۱۱ سال تک کا بچہ نونہال (۲) ۱۲ سے ۱۷ سال تک نوخیز۔ (۳) ۱۸ سال سے زیادہ عمر کے لوگ نوجوان کہلاتے ہیں۔ ان گروپوں کے نصاب اور امتحان الگ الگ ہیں۔

(۳) جامعہ اسکاؤٹنگ کے مونوگرام میں چاند ہے۔ کھجور ہے، خیمے ہیں، ستارا ہے، چاند مسلمانوں کے روشن مستقبل کی نشانی ہے۔ خیمے مسلمانوں کی پچھلی اور ہاں اسکاؤٹنگ کی زندگی کو ظاہر کرتے ہیں۔ کھجوروں کے تین درختوں سے اسکاؤٹنگ کے تین گروپوں (نوخیز نونہال، نوجوان) کو ظاہر کرنا مقصود ہے۔ پانچ کونوں والا ستارہ اسلام کے پانچ اصولوں کو ظاہر کرتا ہے۔

صدر دفتر کا جھنڈا سبز رنگ کا ہے اس پر یہی مونوگرام بنا ہے۔

(۴) اسکاؤٹنگ کا لباس ضروری سامان سے مکمل اور چست ہونا چاہیئے عام طور پر نکر، بوشرٹ، شرٹ، موزے جوتے، ٹوپی یا صافہ، اسکارف، چاقو، سیٹی، ڈوری وغیرہ وغیرہ ضروری چیزیں ہیں، ہر اسکاؤٹ کے پاس ہونی چاہئیں جامعہ اسکاؤٹ کے پاس ایک خاکی تہمد اور ہوتی ہے اسے وہ اپنے تھیلے یا ایک ڈوری کے ساتھ چغے کی طرح پیٹھ پر ڈالے رہتا ہے اور نماز کے وقت نکر پر باندھ لیتا ہے۔ اس کے علاوہ کوئی خاص لباس نہیں ہے۔

(۵) صدر دفتر ہر اس دستے کی پوری پوری مدد کرے گا، اور اپنے تجربوں

سے فائدہ پہنچائے گا جو کسی محلّے یا شہر میں قائم کیا جائے گا۔ جامعہ اسکاؤٹنگ کا تمام نصاب چارٹوں اور کتابچوں کی شکل میں چھپا ہوا موجود ہے، یہ آپ صدر دفتر سے منگا سکتے ہیں۔ آپ کی خواہش پر جامعہ آپ کے دستوں یا اُن کے افسروں کی تربیت کا انتظام بھی کرسکتی ہے۔ صدر دفتر سے کوئی اسکاؤٹ ماسٹر آپ کے ہاں بھیج دیا جائے گا، آپ اپنے دستے کے نگراں یا دستہ لیڈروں کو جامعہ اسکاؤٹنگ کے مختلف کیمپوں اور ٹریننگ کلاسوں میں شرکت کے لئے بھیج سکتے ہیں۔ آپ کا دستہ باقاعدہ ہو جائے گا تو جامعہ اسکاؤٹ کا کوئی افسر آپ کے ہاں آکر اپنے مرکز سے اس کا الحاق کرے گا

جامعہ اسکاؤٹنگ کا تمام نصاب اور ضروری معلومات آپ صدر دفتر جامعہ نگر سے حاصل کیجئے۔

جامعہ اسکاوٹ لیڈر ٹریننگ کیمپ

زیرِ اہتمام بچوں کا کلب تعلیمی مرکز

۱۵- جون سے جامعہ اسکاوٹ لیڈر ٹریننگ کیمپ یو۔پی کے کسی پہاڑی مقام پر یا شملے میں ہوگا، جو لڑکے ٹولی لیڈر یا دستہ لیڈر کی ٹریننگ حاصل کرنا چاہیں گے اس میں شریک ہوسکیں گے۔ داخلے کی آخری تاریخ ۱۵ رمئی ۱۹۴۷ء ہے داخلے کے فارم اور ضروری معلومات ناظم بچوں کے کلب تعلیمی مرکز جامعہ دہلی قرول باغ سے حاصل کیجئے۔

ریاضی کا معمہ نمبر ۲

ایک آدمی ہے جو چوکور مکان بنانا چاہتا ہے بالکل چوکور۔ مکان میں چار کھڑکیاں رکھنا چاہتا ہے، ہر دیوار میں ایک کھڑکی تو بتاؤ وہ کس جگہ اپنا مکان بنائے کہ اس کی چاروں کھڑکیاں جنوب یا دکن رُخ ہوں پر حل کے ساتھ ۲ر کے ٹکٹ آئیں گے۔

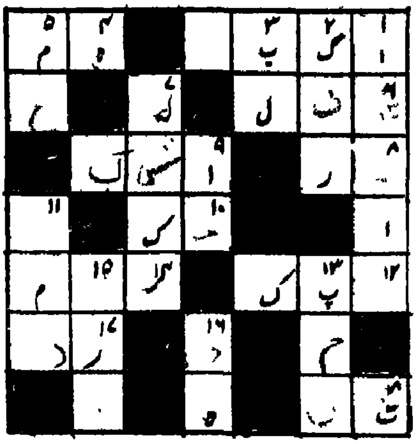
پچھلے معمے کا حل

کشتی (۱) کنارے کے کٹاؤ (ک) میں آجائے اب (د)، (م)، (س)، تینوں کٹاؤ کے طرف آجائیں کشتی (۱) نکل کر اب دائیں طرف آجائے اور چلی جائے (د، م، س) پھر واپس اپنی جگہ آجائیں۔

اسی طرح اب (ب) کشتی کٹاؤ میں آجائے اور اوپر والا طریقہ پورا دہرایا جائے۔

آسان معمّا

نمبر (۱)



دائیں سے بائیں

۱ - مغل بادشاہ
۴ - اسم ضمیر، مخاطب جمع
۶ - مکان کی حفاظت کرنے والا
۸ - اوپر
۹ - رونے کا نتیجہ
۱۰ - الگ کرنا
۱۲ - چمک -
۱۴ - خدا کی صفت
۱۷ - بے کار کرنا -
۱۸ - بخار -

اوپر سے نیچے

۱ - ایک شاعر کا نام ہے -
۲ - ناشکرا پن
۳ - طاقت
۵ - ساتھ
۷ - بادشاہوں کے دست بازو
۹ - ہائے
۱۱ - آنکھ کی بیماری
۱۳ - اس سے ہوا بھرتے ہیں -
۱۵ - جنگ
۱۶ - اسم اشارہ بعید

چند قاعدے (۱) معما صاف کاغذ پر آنا چاہیے (۲) الگ کاغذ کے حل بھی منظور کیے جائیں گے۔ (۳) فیس فی حل ۲ر (۴) چار حلوں کی رعایتی فیس ۶ر (۵) پنسل کے حل نامنظور کیے جائیں گے (۶) انعام کتاب کی صورت میں دیا جائے گا (۷) پتہ "پیام تعلیم" دہلی، قرول باغ کافی ہے (۸) حل رسالہ پہنچنے کی تاریخ سے دس دن کے بعد تک بھیجے جا سکتے ہیں ؛

نام .... مقام .... اسکول ....
تعداد کوپن ....

بچوں کا کتب خانہ

چند اسلامی کتابیں

اچھی کہانی	۵ر	ستارے	عہ ر
اچھی نقلیں	۵ر	نبیوں کی کہانیاں	۶ر
نیا میلاد	۸ر	شہید کربلا	۶ر
حبیب خدا	عمر	جاں بازیاں	۸ر
یارانِ نبی	۸ر		

الف لیلہ کے افسانے

شہرزاد	۸ر	حرکت میں برکت	۸ر
مرجینا	۸ر	سنجوگ	۸ر
سچی بہادری	۸ر	گلنار بیگم	۸ر

قصے، کہانیاں وغیرہ

پنتو ٹلو	۳ر	جادو کا ڈنڈا	۴ر
لومڑی کی دغابازی	۴ر	منی منی کہانیاں	۴ر

نارنجی چوزا	۳ر
بھولی بکری	۴ر
کلو راجا	۴ر
چھنو	۴ر
سنہری گھنٹی	۵ر
نادرہ	۵ر
جل پری	۵ر
روشن پری	۵ر
دردانہ	۵ر
ریحانہ	۵ر
ننی دادی	۵ر
صفو دادا	۵ر
سچی لگن	۵ر

ایک بچے کی کہانی	۵ر
ہماری نظمیں	۶ر
بی سیدانی	۶ر
گن بھری کہانیاں	۸ر
ہیرے	۱۰ر
شیخ سنیازی	۸ر
بچپن کی یاد	۵ر
پانچ ہم تیس	۱۲ر
کہانی نانی کی زبانی	۶ر
گدڑی کے لال	۸ر
غنچے	۶ر
لندن کا چڑیا گھر	۸ر

آدمی کی کہانی

سائنس کے اعتبار سے دنیا کیسے پیدا ہوئی، کھوہ میں رہنے والے، بھوت پریت کی پوجا کرنے والے۔ مردار کھانے والے، ننگ دھڑنگ پھرنے والے انسان ترقی کرکے اپنی موجودہ حالت پر کیسے پہنچے؟

پوری کتاب چار حصوں میں ہے۔

حصہ اول قبل از تاریخ تا طوفانِ نوح عہ ر مجلد عمر — حصہ دوم۔ طوفان نوح سے حضرت عیسیٰ تک (زیر طبع)

" سوم۔ حضرت عیسیٰ سے اٹھارھویں صدی تک (زیر طبع) — " چہارم۔ اٹھارھویں صدی سے اب تک " "

مکتبہ جامعہ
دہلی ۔ لکھنؤ ۔ بمبئی

رجسٹرڈ نمبر ایل ۱۹۶۱

مذہبی کتابیں

قرآن پاک	۱۲ر	مسلمان بیبیاں	۱۲ر
عقائد اسلام	۴ر	ہمارے نبیؐ	۶ر
ارکان اسلام	۶ر	ہمارے رسول	۱۲ر
محاسن اسلام	عہ	رسول پاک	عہ
نبیوں کے قصے	۱۲ر	سرکار دو عالم	عہر

معلومات

بجلی کی کہانی	۶ر	کائنات	۱۰ر
مقناطیس کی کہانی	۶ر	دنیا کے بسنے والے	۱۰ر
بجلی اور مقناطیس کے کھیل	۸ر	دنیا کے بچے	۱۰ر
سمندر کا عجائب خانہ	عہر	ہندوستانی کھیل	عہ
دھوئیں کی پھانسی	عہر	قدرت کے کرشمے	۱۰ر

دیانت	
شریر لڑکا	۶ر
قوم پرست طالب علم	۶ر
بچوں کا انصاف	۵ر
چور لڑکا	۵ر
محنت	۷ر
اسکول کی زندگی	۶ر
کایا پلٹ	۴ر
جھوٹے اور سچے دوست	۵ر
پریم کی جیت	۳ر
چھوٹا لڑکا	۴ر
شمو کی عید	۸ر

نظمیں

بڑی عمر کے بچوں کے لئے

بچوں کے اسماعیل	مرتبہ سعید انصاری	۱۰ر
بچوں کے حالی	" "	عہر
بچوں کی نظمیں	" "	۸ر
قومی نظمیں	محمود علی خاں جامعی	۸ر
بچوں کے اکبر		۱۲ر

چھوٹی عمر کے بچوں کے لئے

گھی شکر	شفیع الدین نیّر	۹ر
بچوں کا کھلونا	" "	۱۲ر
نئی کہانیاں	" "	۹ر
کلیاں	احسن عثمانی	عہر
نئی نظمیں		۱۲ر

رجسٹرڈ نمبر ایل
۱۹۶۱



پیام تعلیم دہلی

ایڈیٹر محمد حسین حسان

جلد ۸

جولائی سنہ ۴۷ء

نمبر ۱۰



قیمت سالانہ ۳ روپے

قیمت ششماہی ۱ روپیہ ۱۲ آنے

قیمت فی پرچہ ۵ آنے

ہندوستان سے باہر ۴ روپے



پیام تعلیم ... سی پی، برار، میسور، حیدرآباد ... دہلی، ... رامپور، پنجاب، بہار ... تعلیمی ... سے منظور ہے ...

پرنٹر پبلشر ڈاکٹر سید عابد حسین ایم اے پی ایچ ڈی

دیال پریس دہلی

بچوں سے باتیں

پچھلے پرچے میں نواب زادہ صابر قلی خاں صاحب کا ایک اعلان شائع ہوا تھا۔ جون ۴۶ء سے مئی ۴۷ء تک سب سے اچھے مضمون پر انعام کے سلسلے میں مرزا سکندر حیات کے مضمون اس مقابلے میں سب سے اچھے سمجھے گئے ہیں اس لئے نواب زادہ صابر قلی خاں صاحب کا تمغہ اور پیام برادری کا بیج انھی کو دیا جائے گا۔ مرزا سکندر حیات اپنا پورا پتہ ہمیں لکھ بھیجیں۔

یہ مضمون جناب حامد علی خاں صاحب (مہتمم مکتبہ جامعہ) نے دیکھے ہیں ان کی رائے میں دو اور مضمون نگاروں کو بھی انعام ملنے چاہئیں انھوں نے علی نواز خاں بنگلوری جامعہ نگر۔ انیس الرحمان تعلیمی مرکز کے نام تجویز کئے ہیں۔ ان دونوں کو پیام تعلیم کی طرف سے برادری کے بیج انعام میں دیئے جائیں گے۔

پچھلے پرچے میں ریاضی کے معمے (صفحہ ۴۹۲) کاتب صاحب اور بھئی سچ پوچھو تو ہماری بھول سے ایک دلچسپ غلطی رہ گئی۔ کاتب صاحب نے لکھا ہے ایک گھنٹہ چھ بجاتا ہے تو اُسے پانچ منٹ لگتے ہیں حالانکہ گھنٹے کو چھ بجانے میں کل پانچ سکنڈ لگتے ہیں۔ ۵ منٹ والی بات تو عقل میں نہیں آتی۔ ہمارے پیامیوں نے بھی اس بات پر غور نہیں کیا اور جواب بھیجنے شروع کر دیئے اب وہ اس معمے کے اور پچھلے معمے کے حل یک ساتھ بھیج دیں۔ اس بات کا خیال رکھیں کہ گھنٹے کو چھ بجانے میں پانچ سکنڈ لگتے ہیں۔ پانچ منٹ نہیں۔

اے ہے میرا بچہ والی تصویری کہانی کا سلسلہ اس پرچے میں ختم ہو گیا بچوں نے اسے بہت پسند کیا۔ اگلے پرچے میں ایک اس سے بھی دلچسپ کہانی چھپ رہی ہے۔ یہ بھی تصویروں کے ساتھ ہوگی۔

اس کے علاوہ کنول شہزادی۔ پتلے رس کا آم ایک کسان لڑکا وغیرہ بھی بہت پسند کئے گئے۔ دیس بدیس کی باتیں پیامی بہت شوق اور دلچسپی سے پڑھتے ہیں۔

اس پرچے میں ایک دلچسپ انعامی مقابلے کا اعلان ہے ہماری خواہش ہے کہ سبھی پیامی اس میں حصہ لیں اگلے پرچے میں ایک اور دلچسپ انعامی مقابلہ شائع ہو رہا ہے اس کے علاوہ احمد حسن صاحب کا بہت ہی دلچسپ مضمون اور دوسری اچھی اچھی چیزیں •

پھر گرمی کی رُت آئی ہے

عبدالباسط نعیم

پھر کوئل بن میں کوک اُٹھی
پھر اُس کے من میں ہوک اُٹھی
پھر رنگ برنگے پھول کھلے
گلشن پہ جوانی چھائی ہے
پھر گرمی کی رُت آئی ہے

پھر ٹھنڈی ہوائیں آئیں گی
پھر کالی گھٹائیں چھائیں گی
پھر رم جھم برکھا برسے گی
پیغام خوشی کا لائی ہے
پھر گرمی کی رُت آئی ہے

اب روز چمن میں جائیں گے
سب مِل کر آم اُڑائیں گے
گائیں گے۔ پینگ بڑھائیں گے
یہ دل میں ہمارے آئی ہے
پھر گرمی کی رُت آئی ہے



لے ہی میرا بچّہ

(۳)

گوریلا نے ہاتھ بڑھایا بچے کو گود میں لے لیا اور جیسا آیا تھا جھاڑیوں میں لوٹ گیا۔ ڈک بس ململاتا رہ گیا وہ کا پیچھا کئے جائے اُس دیو کو نظر میں رکھے وہ اور اُس کے ساتھی برابر اُس کے پیچھے لگے رہے۔



بندر پہ گولی چلا دیتا مگر بچہ جو اس کی گود میں تھا اب تو بس ایک ہی تدبیر باقی تھی اور وہ یہ کہ بندر گوریلے کو اور تو کچھ سوجھا نہیں پہاڑی چٹانوں پر چڑھنے لگا ڈک کے لئے اور اس کے ساتھیوں

کے لئے یہ بہت غنیمت تھا۔ گھنے جنگل کے مقابلے میں اونچی نیچی چٹانوں پر پیچھا کرنا زیادہ آسان تھا۔ لے لیجئے اب وہ ایک اونچی چٹان کے ڈھلوان پر چڑھنے لگا۔ ڈک چلایا اب شاید یہ اپنے گھر کی طرف جا رہا ہے۔ بڑھے چلو

آخر گوریلا ایک چوڑی چٹان پر پہنچ گیا۔ بچے کو زمین پہ بٹھایا بڑے بڑے گول گول پتھر اُٹھاتے اور پوری طاقت سے دُشمنوں پر برسانے شروع کئے۔ خوش قسمتی سے چٹان کی ایک گگر آگے کو نکلی



بڑھے چلو۔

ڈک کے گھٹنے چھلے جا رہے تھے اُنگلیاں لہو لہان ہو رہی تھیں پر وہ گرتا پڑتا برابر آگے ہی بڑھ رہا تھا جوں جوں آگے قدم رکھتا تھا گوریلے سے قریب ہوتا جاتا تھا۔

ہوئی تھی۔ ڈک اور اس کے ساتھی اس کے نیچے آگئے ورنہ ایک پتھر ایک آدمی کے لئے کافی تھا۔

پتھر ختم ہوگئے تو گوریلے صاحب اپنے غار کی طرف پلٹے وہاں سے ایک لکڑی اُٹھا لائے اور چٹان کے

کنارے کھڑے ہوکر لگے زور زور سے
سر پر گھمانے اور شور مچانے۔ جیسے کہ



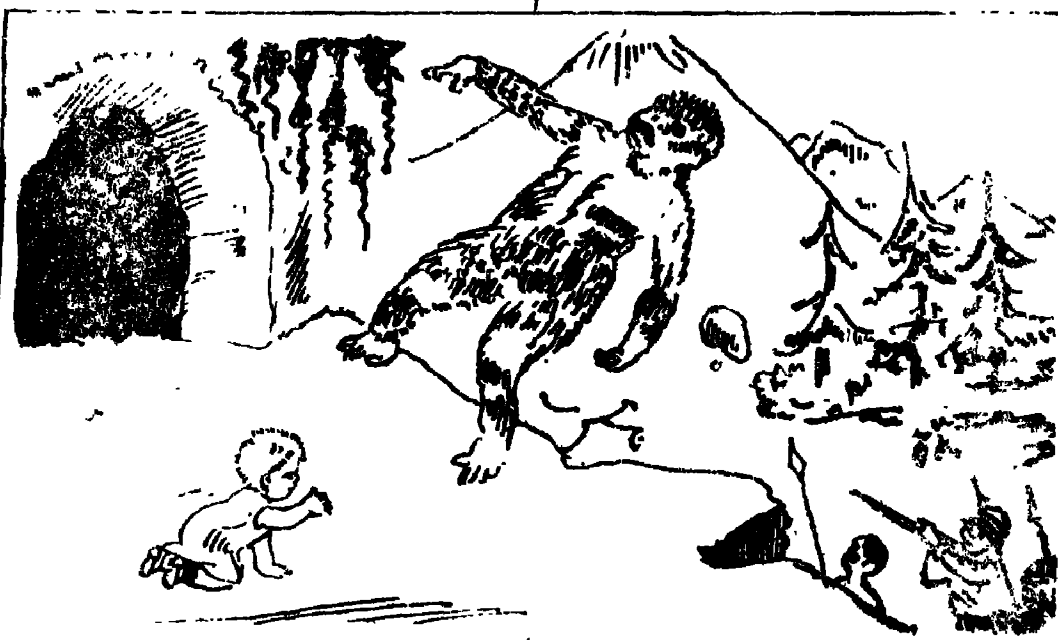


رہے ہوں! "ہمت ہو تو آجاؤ میدان
میں"

ڈک ڈرتے ڈرتے ذرا اور آگے کھسکا۔

گھماتے گھماتے گوریلے صاحب نے ایک زبردست اور گرج دار نعرہ لگایا اور لکڑی ڈک کی طرف پھینک ماری۔ اور پھر بچے کی طرف پلٹا۔ ڈک نے

ڈک نے ببلی دبا دی ایک ہیبت ناک بہت ہی ہیبت ناک چیخ پورے جنگل اور پہاڑ میں گونجی گوریلے صاحب چٹان سے سینکڑوں گز نیچے پڑے تھے بالکل بے جان ڈک کا نشانہ بالکل ٹھیک لگا تھا۔



اپنا سانس ٹھیک کیا۔ یہ موقع بہت نازک تھا۔ اب یا پھر کبھی نہیں۔ ایک ہی دو سکنڈ کی دیر میں ہیبتناک جانور بچے کو تاریک غار میں لے جائے گا۔ ڈک کی انگلی ببلی کی طرف بڑھی اور جونہی گوریلا بچے کو لینے کے لئے نیچے جھکا

ڈک دیوانوں کی طرح آگے بڑھا۔ جلدی سے بھائی کو گود میں اٹھایا۔ تھکن سے چور چور تھا مگر کامیابی کی خوشی میں ساری تھکن بھول گیا۔ ذرا دیر کو بھی نہ ستایا بچے کو گود میں لے فوراً چل پڑا۔ سب گھر ہی پہنچ

کر دم لیا
ماں نے ٹوک کو آتے دیکھا تو برآمدے

زندہ ہوگئی۔
اپنی ماں کو اتنا خوش دیکھ کر



سے میدان میں بھاگی آئی اپنے بچے کو
صحیح سلامت دیکھ کر جیسے ہو سے

اسے ایسا محسوس ہوا جیسے اُس کی ساری
محنت وصول ہوگئی۔

سائنس کے جادو

ایک چھوٹی سی بالٹی لو اس کے ہینڈل میں رسّی باندھ لو اب بالٹی کو پانی سے تقریباً بھر دو۔ اب کسی چبوترے یا کسی اور اونچی سی جگہ پر کھڑے ہو جاؤ رسّی کو مضبوط پکڑ کر پہلے ادھر اُدھر جھلاؤ پھر پلا جھٹکے پورا چکر دے دو اور گھماتے جاؤ گر بالٹی یا ... ر بلٹی ہو جائے گی

مگر پانی نہ گرے گا۔ جب کوئی چیز چکّر میں گھومتی ہے تو اس پر ایک طاقت عمل کرتی ہے جو کہ چکّر کے مرکز سے باہر کی جانب کی سمت رکھتی ہے اس طاقت کو سنٹری فیوگل فورس کہتے ہیں جب دودھ کو کریم نکالنے والے آلے میں ڈال کر گھماتے ہیں تو کریم پر بھی یہی طاقت عمل کرتی ہے اور کریم دودھ سے علیحدہ ہو کر

انعامی مقابلہ

تم میں سے بہت سے پیاموں کو تصویریں بنانے کا شوق ہوگا کیا تم میرے لئے بھی تصویریں بنا دوگے؟ بھائی ہنسنے کی کیا بات ہوا سچ مچ، مجھے تمھاری تصویروں کی ضرورت ہو تم جیسے بچوں اور بچیوں کی۔ بڑے بڑے آرٹسٹوں کی نہیں۔

یہ تصویریں کہانیوں کے بارے میں ہونی چاہئیں۔ تم میری کہانیاں تو پیام تعلیم میں پڑھتے ہو کبھی تم نے آنکھ میچ کر یہ دیکھنے کی کوشش کی ہے کہ یہ نانی کیسی ہوں گی ان کا گھر کیسا ہوگا یا عید والی کہانی میں بچے کس طرح کے ہوں گے یا پھر یہ جو آم والی کہانی پچھلے پرچے میں چھپی ہے اس میں ایک جگہ اباجی کے گرد دیہاتی جمع ہیں اس کی تصویر بنانے کی کوشش کرو یا کسی اور کہانی کی جو تمھیں پسند ہو دیکھیں کیسی بناتے ہو مگر دیکھو صاحب یہ نہ کرنا کہ اپنے کسی بڑے بھائی یا بہن سے تصویر بنوا کر بھیج دی۔ جو ایسا کرے گا تو بس اس سے کٹی۔ اور ہم اس کی تصویر مقابلے سے نکال دیں گے۔

ان تصویروں کا ہم کریں گے کیا؟ یہ ہم بتائیں گے ضرور مگر بعد میں۔ یہ تصویریں جو بناؤ تو بس اتنی بڑی جتنی تمھارے اسکول کی کتابیں ہوتی ہیں۔ ذرا اچھے موٹے کاغذ پہ بنانا۔ بنانے کے لئے چاہے رنگ استعمال کرو چاہے پنسل۔ مگر پیسٹل کے رنگوں سے بناؤ گے تو ڈاک کے ذریعے بھیجنے میں رنگ خراب ہو جائیں گے۔

تصویروں کے ساتھ ۳ر فیس داخلہ ضرور بھیجنا۔ ۱۶ر جولائی تک تصویریں پیام تعلیم کے دفتر میں ضرور آجانی چاہئیں اس سے سب مجھے مل جائیں گی۔

تمھارا احمد حسن

مصر کی امینہ

(ایک کسان لڑکی)

سنتروں کی بہار



"امینہ! امینہ، دیکھو کوئی دروازہ کھٹکھٹا رہا ہے۔ شاہد حسن ہے وہی اپنے پڑوسی۔ بیٹی ذرا چلو تو جاؤ اس کے لئے تھوڑے سے پھل توڑ دو۔"

"جی امّی بہت اچھّا۔"

امینہ دوڑی دوڑی باغ کی طرف چلی۔ اپنا فرغل اوپر اُٹھا لیا نہیں تو اتنا تیز نہ دوڑ سکتی۔ گہرے لال رنگ کا پاجامہ اور ٹخنوں کی جھالر دھوپ میں خوب چم چم کر رہی تھی۔

ستمبر کا مہینہ مصری کسانوں کے لئے بہت مصروفیت اور دوڑ دھوپ کا مہینہ ہوتا ہے۔ امینہ کا باپ بھی کسان ہی تو ہے اس کے پاس کھیت بھی ہیں اور بھی باغ بھی ہیں سنترے وغیرہ کے۔ ستمبر میں ہوتی ہے۔ صبح سے شام تک گاہکوں کا تانتا بندھا رہتا ہے تازہ تازہ پھل خریدنے کے لئے۔

اس زمانے میں امینہ اپنے باپ کا بہت ہاتھ بٹاتی۔ گاہکوں کو پھل توڑ توڑ کر دیتی، ان سے دام وصول کرتی سالا

کام بہت سوجھ بوجھ اور ذمہ داری کے ساتھ کرتی۔ کبھی تو پھل توڑتے توڑتے تھک جاتی۔ کندھے دُکھنے لگتے۔ پھر بھی کام میں اسی دلچسپی سے لگی رہتی

ایک دن تھر کا کام کرتے کرتے دن بھر ہو گیا۔ دل چھپنے لگا تو ماں نے کہا "بیٹی تھوڑی دیر کو ستا لو جاؤ ذرا اِدھر اُدھر گھوم آؤ"



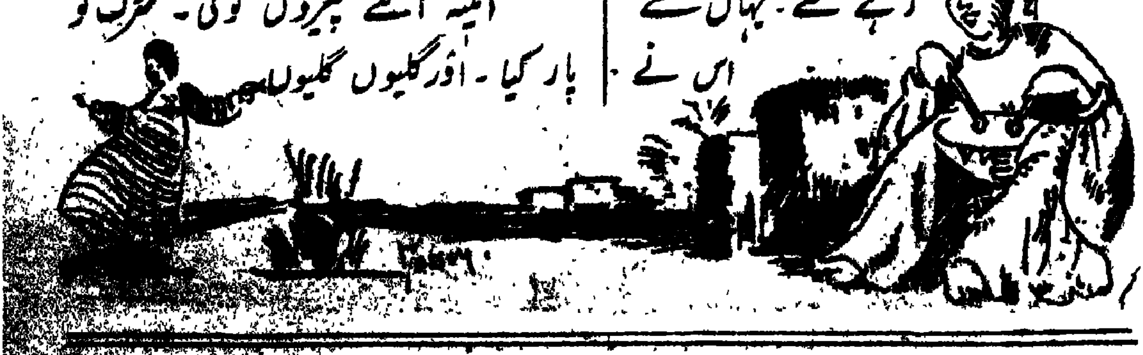
اپنہ بی گھر سے نکل سیدھی سنتروں والے باغ پہنچیں۔ سُنہرے سُنہرے سنترے گہرے سبز پتّوں میں کچھ عجیب بہار دے رہے تھے۔ یہاں سے اس نے سڑک ہی سڑک نہر کا رُخ کیا۔ نہر کے کنارے کنارے بید کے درخت اُگے ہوئے تھے۔ لمبی لمبی پتّیاں اور شاخیں نیچے جُھکی ہوئی پانی کا مُنہ چوم رہی تھیں۔ اپنہ انھیں "شعیر البنت" کہتی تھی "لڑکی کے بال"!

کھیلتے کھیلتے اس نے پیچھے مُڑ کر دیکھا۔ ارے! اس کا چھوٹا بھائی حامد بھینسے پر چڑھا گھر کی طرف چلا آرہا تھا ارے وہ دیکھو، پیچھے پیچھے ابا بھی تو چلے آرہے ہیں۔ گدھے کو ہنکاتے ہوئے۔ اچھا بھئی اب گھر چلنا چاہیے۔ امّی انتظار کرتی ہوں گی۔ رات کا کھانا بھی تو پکے گا۔

اب وہ سیدھی گھر کی طرف چلی۔ دروازے پر قدم رکھا تھا کہ ایک طرف سے آواز آئی

ترّا ترا ترام ترا ترا ترا ترام ترام

اپنہ اُلٹے پیروں لوٹی۔ سڑک کو پار کیا۔ اور گلیوں گلیوں



ہوتی ہوئی ایک کھلے میدان میں پہنچی۔ گھروں کے بیچ میں ایک چوک سا تھا۔ ایک لڑکا کھجور کے درخت سے لگا ایک تاشا دونوں گھٹنوں میں لئے زور زور سے بجا رہا تھا، کچھ بچیاں اور بچے تاشے کی آواز پر اُچھل کُود رہے تھے۔ جیسے ناچ رہے ہوں۔ بڑا مزا آ رہا تھا امینہ کا دِل اس وقت مچلا جا رہا تھا۔ اس کی سہیلی، توا اُسے بُلاتی بھی رہی۔ مگر اُس نے کہا "نہیں" مجھے گھر جانا ہے ا امّی اِنتظار کرتی ہوں گی۔ رات کا کھانا پکانا ہے۔

دُوسرے دن صبح کو امینہ کی ماں بولیں بیٹی آج گرمی بہت ہے کھانا باہر ہی پکے گا۔ ذرا جلدی سے چُولھے میں آگ تو جلا دو بیٹی "

"بہت اچھا امّی" امینہ نے ایک ٹوکری لی اور چلی زینے کی طرف، ایندھن لینے ! یہاں ایندھن وغیرہ اُوپر چھت پہ رکھا جاتا ہے۔ گھر مٹّی کا بنا ہوا ہے مگر یہ مٹی بہت سخت اُور مضبوط ہوتی ہے۔ عام طور پر دو منزلیں ہوتی ہیں۔ اُوپر چڑھنے کے لئے باقاعدہ زینہ۔ نیچے کی منزل میں چاروں طرف بہُت چوڑا برآمدہ، ہمارے ہاں غریب دیہاتی گھروں میں مویشی اور غریب کسان کا خاندان ایک ہی جھونپڑی میں گزر کر لیتے ہیں مصری دیہات میں بھی نیچے کی منزل میں مویشیوں کے لئے جگہ ہوتی ہے اور گھر کے لوگ بھی وہیں سوتے ہیں۔

امینہ نے آگ جلدی سے جلائی باہر کا چولھا بھی سخت مٹی کا بنا ہوا ہے۔ امینہ کی ماں چولھے کے پاس آلتی پالتی مار کر بیٹھ گئی اور کھانا پکانے لگی۔ تھوڑی دیر میں وہ امینہ سے بولیں:۔ بیٹی ! میں ذرا سبزی لے آؤں تم جب تک گھر میں جھاڑو دے ڈالو۔ چولھے کا خیال رکھنا۔

(باقی)

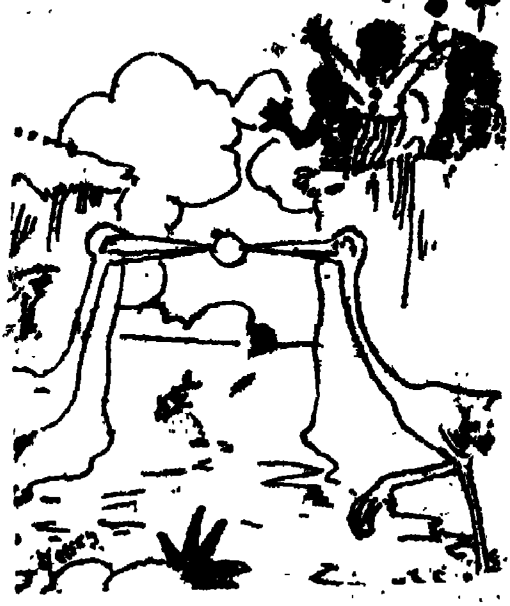




نئی ترکیب!



ارے بھئی نالا نالا۔ یہ کیسے پار ہوگا؟ واہ بھئی کیا ترکیب سمجھ میں آئی ہے۔ نیچے دو شکاری کھڑے ہیں ان کی طرف سیب پھینک دو۔



یہ لیجئے دونوں شکاریوں نے ایک ساتھ گردنیں اوپر کیں۔ وہ مارا دیکھی ہماری ترکیب! چلو جلدی کرو۔



انھوں نے سارسوں کو چونچیں باہر نکالنے کا موقع نہیں دیا جلدی سے پل پر سے گزر گئے۔



دیکھئے۔ انھوں نے پل پار بھی کر لیا اب دونوں شکاری اپنا اپنا حصہ مزے سے اڑا رہے ہیں۔

کنول شہزادی

بلقیس جہاں بنت کرنل عبدالرحمٰن زبیری دہلی

(۲)

صبح ہوئی تو شیر ایک غار میں جا کر سو رہا۔ اب ان لوگوں نے ایک اور غار کھودا۔ اس میں خوب بارود بھر دی۔ غار کے منہ پہ پتلی پتلی لکڑیاں لگا کر اس پر گھاس پھوس بچھا دی۔ پاس ہی بھینس کا ایک بچہ باندھ دیا۔ رات کو وہی شیر پھر ہاؤں ہاؤں کرتا دہاڑتا گرجتا اپنے غار سے نکلا یہ سب لوگ ایک اونچے سے درخت پر چڑھ گئے۔ اپنے آپ کو موٹے موٹے گدّوں سے باندھ لیا۔

شیر بہت بھوکا معلوم ہوتا تھا اِدھر لپکتا اُدھر لپکتا اور زور زور سے دہاڑتا آخر شکار کی بو اس کی ناک میں آگئی اور بہت بے قراری کے ساتھ بھینس کے بچے کی طرف لپکا۔ ذرا قریب پہنچا تو ایک چھلانگ لگائی بھینس کا بچہ غار کے بالکل کنارے پر تھا شیر اس پر گرا اور پھر اُسے لئے ہوئے غار کے اندر۔ بارود تو ذرا سی رگڑ سے بھڑک اٹھتی تھی اور یہ تو کئی من کی لاشیں تھیں ایکا ایکی بڑے زور کا دھماکا ہوا۔ جیسے بہت سی توپیں ایک ساتھ چھوٹ جائیں۔ زمین میں جیسے زلزلہ آگیا اور گڑھے میں سے دھوئیں کا ایک مینار اٹھ کر آسمان سے جا لگا۔

جب فضا صاف ہوئی تو لوگوں نے غار کے پاس جا کر دیکھا شیر کا نام و نشان نہ تھا بارود نے شکار اور شکاری دونوں کو بھسم کر دیا۔

شہزادے کو شیر کی طرف سے اطمینان ہوا تو اس رات خوب ٹانگیں پھیلا کر اطمینان سے سویا۔ دوسرے دن صبح کو اُس نے پھر سفر کی تیاری شروع کی اپنے سب ساتھیوں کو واپس بھیج دیا۔ اور خود ایک گھوڑے پہ بیٹھا اور آگے چل دیا۔

ایک اور جنگل طے کرنے کے بعد اُسے ایک چھوٹی سی جھونپڑی نظر آئی۔

شہزادے نے اسی طرف کا رُخ کیا قریب جاکر دیکھا تو جھونپڑی میں ایک نورانی صورت کے ایک پیر مرد تشریف رکھتے تھے۔ شہزادے کو دیکھتے ہی بولے "بیٹا مجھے معلوم ہے تم کس لئے آئے ہو مگر میاں یہ راستہ پہلے راستے سے بھی کٹھن ہے"۔

شہزادے نے عرض کیا۔" اس قدر دور دراز کا سفر طے کرنے اور اتنی تکلیفیں اٹھانے کے بعد مجھے اپنے اوپر اور بھی بھروسا ہوگیا ہے۔ چاہے جتنی مشکلیں پیش آئیں میں ان کا مقابلہ کروں گا۔ اور انشاءاللہ کامیابی حاصل کرکے واپس آؤں گا۔

پیر مرد نے فرمایا مجھے بھی تم سے یہی امید ہے۔ اچھا اب تمھیں سات دریا اور طے کرنے ہیں۔ یہ آٹھواں دریا سونے کا ملے گا۔ اس دریا کے بیچوں بیچ کنول کا پھول ملے گا اُسے توڑ لینا۔

ان ساتوں دریاؤں کو جلد جلد طے کرنا۔ لوٹتے میں خشکی پر پہنچو گے تو بہت خوفناک آوازیں سنائی دیں گی۔ مگر تم ان کی پرواہ نہ کرنا نہ پیچھے مڑ کر دیکھنا اگر تم نے پیچھے مڑکر دیکھا تو پتھر کے ہو جاؤ گے۔ اور لو یہ چھڑی اور یہ تین پُڑیاں۔ دریا کو پار کرنا ہو تو یہ چھڑی اُس میں ڈال دینا کشتی بن جائے گی کنول کا پھول توڑ کر لوٹنے لگو تو راستے میں ایک ایک پُڑیا چھوڑتے جانا حفاظت اور سلامتی کے ساتھ واپس آجاؤ گے۔

اب رات ہو چکی تھی مگر شہزادے کو چین کہاں اُسی وقت پیر مرد سے رخصت ہو۔ چل کھڑا ہوا۔ تھوڑی دور آگے گیا ہوگا کہ ایک دریا نظر آیا خوب بڑا سا۔ شہزادہ کنارے پر پہنچا اور چھڑی پانی میں ڈال دی۔ چھڑی سچ مچ کشتی بن گئی شہزادہ اُس میں بیٹھ کر بڑے مزے سے دوسرے کنارے پہنچ گیا۔ ساتوں دریا اُس نے اِسی طرح پار کئے آٹھویں دریا کا کیا پوچھنا۔ بہت خوب صورت، بالکل سونے کا بہت دھیمے دھیمے چل رہا تھا شہزادہ اس دریا کو دیکھ کر بہت خوش ہوا گویا منزل اب قریب آگئی تھی۔ کشتی میں بیٹھ کر روانہ ہوگیا۔ بیچ دریا میں پہنچا تو کنول کا پھول نظر آیا۔ بہت خوب صورت دھیمی دھیمی خوشبو اُس نے ہاتھ بڑھا کے پھول

توڑ لیا اور واپس لوٹا ساتوں دریا جلدی جلدی طے کئے خشکی پر آیا گھوڑا ویسے ہی کھڑا تھا سیدھا پیر رکاب میں ڈال گھوڑے پر چڑھا اور پیر مرد کی کٹیا کی طرف روانہ ہوگیا۔ جلدی میں پڑیاں پھینکنا بھی بھول گیا۔ اب چاروں طرف سے خوفناک آوازیں آنی شروع ہوئیں مگر اس نے دل مضبوط رکھا اور پیچھے مڑ کر نہ دیکھا مگر جب پیر مرد کی جھونپڑی سامنے نظر آنے لگی تو شہزادے نے سوچا اب میرا کوئی کیا بگاڑ سکتا ہے اور پیچھے کی طرف گردن موڑ دی گردن کا موڑنا تھا کہ وہیں کا وہیں پتھر بن کے رہ گیا۔

پیر مرد بہت بے چینی سے شہزادے کا انتظار کر رہے تھے دوسرے دن اسے لوٹ آنا چاہیئے تھا تیسرے دن وہ اس کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے۔ تھوڑی دور گئے تھے کہ ایک کالا پتھر نظر آیا سمجھ گئے کہ ہو نہ ہو یہ شہزادہ ہے کچھ پڑھ کر اس پر پھونکا، پتھر کو حرکت ہوئی اور دیکھتے دیکھتے شہزادے صاحب زندہ سلامت پیر مرد کے سامنے کھڑے ہوگئے پیر مرد نے کہا۔ بیٹا میں نہ کہتا تھا یہ بہت جان جوکھوں کا کام ہے! شہزادہ شرمندہ ہو کر بولا۔" شاہ صاحب جو ہوا سو ہوا اب کی مجھے اور اجازت دیجئے اس مرتبہ انشاءاللہ پوری احتیاط سے کام لوں گا۔"

پیر مرد شہزادے کی ہمت اور استقلال سے بہت خوش ہوا سر پر ہاتھ پھیرا اور دعائیں دیں اور خدا حافظ کہا۔ چلتے وقت تاکید کر دی کہ لوٹتے وقت خشکی پر آؤ تو پڑیاں پھینکتے چلو۔

شہزادہ پیر مرد سے رخصت ہو پھر سفر پہ روانہ ہوگیا ساتوں دریا طے کئے آٹھویں دریا سے کنول کا پھول توڑ فوراً پلٹ پڑا خشکی پہ پہنچا تو پڑیاں چھوڑتا گیا کسی طرف مڑ کر نہ دیکھا بس پیر مرد کی جھونپڑی میں پہنچ کر دم لیا۔

پیر مرد نے سینے سے لپٹا لیا بہت دعائیں دیں۔ اس کامیابی پر بہت بہت مبارک باد دی اور بولے اچھا بیٹا اب خیر سے گھر کو سدھارو مگر دیکھو اس کنول کو ابھی نہ کھولنا جب گھر پہنچ جاؤ

طوفان میل

از
اخگر مشتاق رحیم آبادی

عتیق اور اسلم، شعیب اور سلیم — رئیس اور آصف، نفیس اور وسیم
یہ مکتب سے واپس ہوا قافلہ — تو رستے میں سب نے یہی طے کیا
چلو کھیلتے ہم چلیں ریل ریل — عتیق ہوں گے گارڈ اور انجن طفیل
یہ سنتے ہی بغلوں میں بستے لئے — اور اک صف میں سیدھے کھڑے ہوگئے
کھڑے آگے پیچھے یہ جب ہو چکے — تو دامن قمیصوں کے پکڑے گئے
قمیصوں کے دامن پکڑ جب چکے — "سکنڈ" اور "انٹر" کے ڈبے بنے

غرض بن چکی جب یہ چھوٹی سی ریل
چھٹا ننھے بچوں کا "طوفان میل"

چھکا چھک، چھکا چھک، چھکا چھک چلا — بڑی زور سے سیٹی دیتا ہوا
"منڈیر" اور "کھائی" پہ چڑھتا ہوا — بلندی سے نیچے اترتا ہوا
کبھی زور میں آکے تیز ہوگیا — کبھی رک کے انجن نے پانی لیا
غرض دوڑتا، گونجتا، گھومتا — گلی سے گلی کو بدلتا ہوا
چلا جا رہا تھا نہ تھی کچھ خبر — کہ اتنے میں "خطرہ ہے" آیا نظر
کہیں سامنے سے گدھا چیختا — چلا آرہا تھا اچھلتا ہوا
کبھی آگے پاؤں سے ہوتا کھڑا — دولتی کبھی زور سے پھینکتا
جو آتے ہوئے اس نے دیکھا یہ میل" — تو رخصت ہوئی اس کی ساری کلیل

ادھر وہ وہاں سے پھرا چیختا
ادھر میل بھی جانے کس سمت آگیا

دیس بدیس کی باتیں

لو بھئی! ہم سب کو جس چیز کا بڑی بے چینی سے اِنتظار تھا، اس کا آخر ۳؍ جُون کو اعلان ہوگیا۔ ہم پچھلے پرچے میں لکھ چکے ہیں کہ والسرائے صاحب مشورہ کے لئے لندن بُلائے گئے تھے وہاں سے واپسی پر انھوں نے ۲؍ جُون کو ہندوستانی لیڈروں کی کانفرنس میں انگریزوں کی تجویز کو رکھا اور اُن سے گفتگو کے لئے ۳؍ جُون کو ریڈیو کے ذریعہ اس کا اعلان کردیا۔ اصل فیصلے کے اعلان سے پہلے خود والسرائے نے ایک مختصر سی تقریر کی اور اعلان کے بعد جواہر لال نہرو، قائداعظم محمد علی جناح اور سردار بلدیو سنگھ نے تقریریں کیں۔

انگریزوں کا یہ فیصلہ نتیجہ ہے اس اختلاف کا جو کانگریس اور مسلم لیگ میں برابر بڑھتا ہی جاتا تھا۔ کانگریس کی شروع سے خواہش تھی کہ ہندوستان جس طرح اس وقت ایک ہے، آزاد ہونے کے بعد بھی ایک ہی رہے۔ تمام صوبوں کو زیادہ سے زیادہ آزادی ہو، وہ جس طرح چاہیں اپنی مرضی کے مطابق حکومت کا کام چلائیں۔ ساتھ ہی ساتھ ملک کے ایکے کو باقی رکھنے کے لئے، ایک مرکز بھی ہو۔ ٹھیک جس طرح اس وقت دِلّی میں ہے اور اس میں تمام صوبے اور ریاستیں شریک ہوں لیکن مرکز کے اختیارات بہت کم کردئے جائیں۔ بس دو چار چیزیں اس کے ماتحت رکھی جائیں، جیسے ملک کے بچاؤ کا کام، ریلوں، ڈاک خانوں اور تار گھروں وغیرہ کا انتظام

اور باہر کے ملکوں سے تجارت کرنے اور ان سے تعلقات رکھنے کا کام۔ اس سے اگر ایک طرف یہ فائدہ تھا کہ جن صوبوں میں مسلمانوں کی اکثریت ہے وہاں وہ اپنی مرضی کے مطابق حکومت کرتے، تو دوسری طرف یہ تھا کہ ملک بٹوارہ سے بچ جاتا۔ لیکن مسلم لیگ کو یہ اسکیم پسند نہیں تھی اس نے ۱۹۴۰ء میں لاہور میں ملک کی تقسیم کا مطالبہ کیا تھا اس کا کہنا تھا کہ ملک کے جن حصّوں میں مسلمانوں کی اکثریت ہے وہاں مسلمانوں کی اپنی حکومت ہو اور ان کا مرکز بھی الگ ہو۔ ۱۶ مئی ۱۹۴۶ء کو انگریزوں نے جو فیصلہ کیا تھا اس میں لیگ کی اس مانگ کو منظور نہیں کیا تھا مگر کچھ ایسا طریقہ بنایا تھا کہ دس سال کے بعد مسلمان اگر چاہتے تو اپنا مرکز بھی بالکل الگ بنا سکتے تھے۔ مسلم لیگ نے پہلے ۱۶ مئی والے فیصلہ کو منظور کرلیا تھا۔ مگر بعد میں بعض وجہوں سے اسے نامنظور کردیا۔ اور انگریزوں اور کانگرس دونوں سے صاف صاف کہہ دیا کہ وہ پاکستان سے کم پر کسی طرح بھی راضی نہ ہوگی۔ جب کانگریس نے دیکھا کہ لیگ کسی طرح پاکستان کی مانگ سے ہٹنے کے لئے تیار نہیں ہے تو اس نے اس شرط کے ساتھ لیگ کا یہ مطالبہ مان لیا کہ پنجاب اور بنگال کے جن حصّوں میں ہندو زیادہ ہیں اگر وہ پاکستان سے الگ ہونا چاہیں تو اس کا انھیں اختیار ہونا چاہیے۔

وائسرائے نے ۳ جون کو جو بیان دیا ہے اس میں اسی کے مطابق فیصلہ کیا گیا ہے۔ یعنی جن صوبوں میں مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہے اگر وہ چاہیں تو ہندوستان سے الگ ہوسکتے ہیں اور وہ اپنا مرکز بھی الگ بنا سکتے ہیں مگر پنجاب اور بنگال کے جن علاقوں میں ہندوؤں کی تعداد زیادہ ہے اگر وہ چاہیں تو ہندوستان میں شریک ہوسکتے ہیں۔ جن صوبوں میں مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہے وہ یہ ہیں

صوبہ سرحد، سندھ، پنجاب، برطانوی بلوچستان اور بنگال۔ صوبہ آسام میں مسلمانوں کی تعداد۔ دوسری قوموں کے مقابلہ میں کم ہے مگر ایک ضلع سلہٹ میں

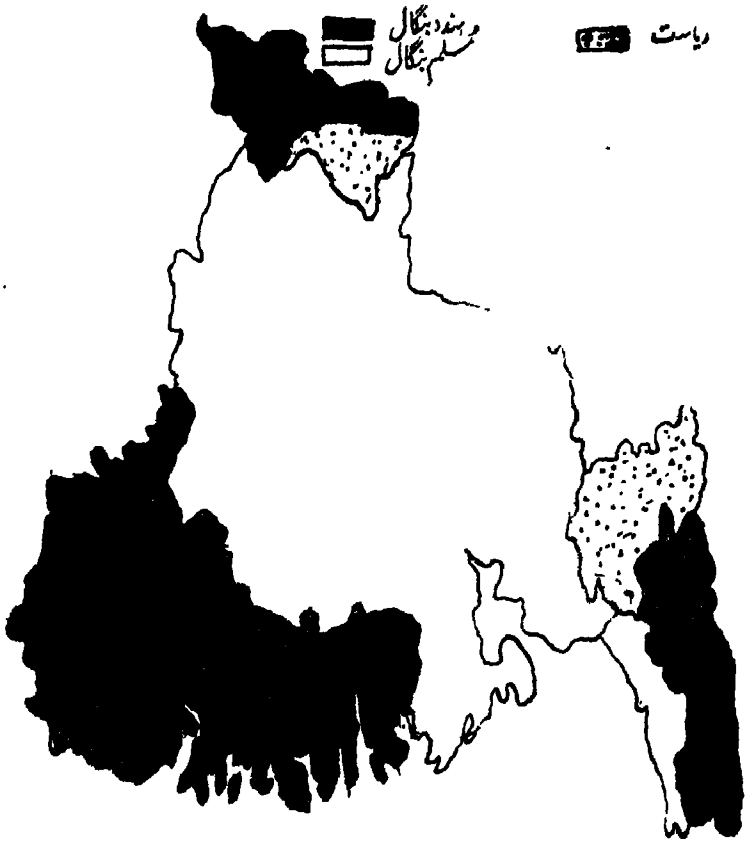
ان کی تعداد بہت زیادہ ہے اس کے متعلق بھی فیصلہ کیا گیا ہے کہ اگر وہ چاہے تو پاکستانی بنگال میں شریک ہو سکتا ہے

پورے ہندوستان میں مسلمانوں کی تعداد ۱۰ کروڑ ہے اگر وہ تمام صوبے جن میں مسلمانوں کی اکثریت ہے، پاکستان میں شریک ہو گئے تو پنجاب اور بنگال کی تقسیم کے بعد پاکستان میں مسلمانوں کی تعداد ۴ کروڑ ۸۰ لاکھ ہوگی اور بقیہ پانچ کروڑ دو لاکھ ہندوستان اور ریاستوں میں پھیلے ہوئے ہیں۔ نیچے پنجاب اور بنگال کے صوبوں کے نقشے دیکھو۔ ان سے مسلمانوں اور غیر مسلموں کی اکثریت کے حصے معلوم ہوں گے۔

ریاستوں کے متعلق ۱۶ر مئی کے بیان میں جو فیصلہ کیا گیا تھا وہی اس بیان میں بھی بحال رکھا گیا ہے۔ یعنی اگر وہ چاہیں تو ہندوستان کے مرکز میں شامل ہو جائیں یا پاکستان کے مرکز میں۔ ریاستوں کا خیال ہے اگر وہ چاہیں تو ان دو باتوں کے علاوہ ایک اور بات بھی کر سکتی ہیں، وہ یہ کہ وہ ان دونوں سے بالکل الگ رہیں اور اپنے کو بالکل آزاد ہونے کا اعلان کر دیں۔ مگر کانگریس اس بات کو ماننے کے لئے تیار نہیں۔ حیدرآباد دکن اور ٹراونکور نے تو اپنی آزادی کا اعلان بھی کر دیا ہے۔

رہی یہ بات کہ اس سکیم سے یعنی ملک کے بٹوارہ سے ہندوستان خصوصاً مسلمانوں کو فائدہ پہنچے گا یا نقصان، تو یہ بہت جھگڑے کی بات ہے۔ ہم اس جھگڑے





میں پڑنا نہیں چاہتے مگر ہاں! تم اپنے ماسٹر صاحب یا اپنے گھر کے بڑے بوڑھوں سے ضرور دریافت کرو البتہ تمھاری معلومات کے لئے نیچے ہم چند اعداد و شمار درج کرتے ہیں اس سے تمھیں سوچنے اور گفتگو کرنے میں بڑی مدد ملے گی۔

یہ تو ہم پہلے ہی بتا چکے ہیں کہ مسلمان آدھے سے کم پاکستان میں ہیں اور آدھے سے زیادہ پاکستان سے باہر جہاں غیر مسلموں کی حکومت ہوگی۔ اب ذرا کارخانوں اور ملوں کی تعداد دیکھو کہ کتنی پاکستان میں ہیں اور کتنی ہندوستان میں۔

	ہندوستان	پاکستان
کپڑے کے مل	۳۸	۹

	ہندوستان	پاکستان
جوٹ کی مل	۱۰۸	×
شکر " "	۱۵۶	۱۰
لوہا اور فولاد کے کارخانے	۱۸	×
سیمنٹ " "	۱۶	۳
شیشے کے کارخانے	۷۷	۲
کاغذ کی ملیں	۱۶	×

اسی طرح معدنی پیداوار:-

کوئلہ تقریباً	۲۵ کروڑ ٹن	ایک لاکھ ٹن
پٹرول "	۶ " گیلن	۲ کروڑ گیلن
کرومیٹ "	۵ ہزار ٹن	۲ ہزار ٹن
کچا تانبا "	۲ لاکھ ٹن	×
کچا لوہا	۱۴ " "	×
منگنیز	۷ " "	×
منگنیشیم	۲۳ ہزار ٹن	×
ابرق	ایک لاکھ ہنڈرویٹ	×

صرف ایک چیز ہم اور بتائیں گے، جو بہت ہی اہم چیز یعنی ہندوستان اور پاکستان کی صوبائی آمدنی:-

	آمدنی	خرچ	بچت یا کمی
ہندوستان	۱۴۳۳۸ لاکھ	۱۴۲۲۷ لاکھ	۱۱۱ لاکھ بچت
پاکستان	۴۴۷۹ "	۴۹۴۷ "	۴۶۸ لاکھ کمی

خیر بھئی، یہ فیصلہ جیسا بھی ہو اس کا نفع نقصان تو بعد میں معلوم ہوگا۔ اب تو اسے لیگ اور کانگریس دونوں نے مان لیا ہے اور اس پر عمل درآمد بھی شروع ہو گیا ہے۔

اگرچہ کانگریس اور لیگ میں سمجھوتہ نہیں ہوا ہے، لیکن دونوں نے اسی فیصلہ کو مان لیا ہے اس لئے اِدھر کچھ دنوں سے ملک میں جو مار دھاڑ ہورہی تھی اُمید ہے کہ اب وہ بند ہو جائے گی اور انگریز انشاء اللہ جُون ۱۹۴۸ء سے پہلے ہی یہاں سے چلا جائے گا۔

دیس سے باہر

پچھلے دنوں اتحادی قوموں کی انجمن کا ایک خاص جلسہ نیویارک (امریکہ) میں بُلایا گیا اور اس میں فلسطین کا جھگڑا پیش کیا گیا۔ یہ اتحادی قوموں کی انجمن کیا ہے اور فلسطین کا جھگڑا کیا؟ ان دونوں باتوں کو پہلے سمجھ لو، تو پھر ہم جلسہ کی کارروائی بیان کریں گے۔

اتحادی قوموں کی انجمن ابھی حال میں دُوسری بڑی لڑائی کے بعد قائم ہوئی ہے اس کو انگریزی میں "یونائیٹڈ نیشنز آرگنائیزیشن" کہتے ہیں جس کا مختصر نام یو، این، او (U.N.O.) ہے۔ اس کے قائم کرنے کا بڑا مقصد یہ ہے کہ دُنیا میں امن و امان قائم کیا جائے۔ چھوٹے چھوٹے مُلکوں کی آزادی کی حفاظت کی جائے اور اگر کوئی ملک کسی ملک کے ساتھ ظلم، زیادتی کرے تو اسے روکا جائے۔

اسی انجمن میں پچھلے سال ہندوستان اور دکھنی افریقہ کا جھگڑا پیش ہوا تھا، جس کی پیروی کے لئے ہندوستان سے جواہر لال نہرو کی بہن وجیہ لکشمی اور ایک مسلمان جج مسٹر چھاگلا گئے تھے اور انھوں نے اس مقدمہ کی اتنی قابلیت سے پیروی کی کہ ہندوستان دکھنی افریقہ کے مقابلہ میں جیت گیا اور ہمارے ملک کی عزت اسی کامیابی سے دنیا کی آنکھوں میں بہت بڑھ گئی۔ اب اسی انجمن میں فلسطین کا جھگڑا بھی پیش ہوا ہے۔

فلسطین کا جھگڑا یہ ہے کہ اس میں عرب تقریباً چودہ سو سال سے رہتے ہیں اس میں تھوڑے سے عیسائی اور یہودی بھی ہیں اور یہ ملک ان کے نزدیک بھی اتنا ہی مقدس ہے جتنا مسلمانوں کے نزدیک۔ مگر عرب

گنتی میں سب سے زیادہ ہیں، اس سے ان کا حق بھی اس پر سب سے زیادہ ہے مگر کچھ سالوں سے یہاں یہودیوں کو لاکر بسایا جا رہا ہے اور ان کی تعداد اس تیزی سے بڑھ رہی ہے کہ عربوں کو خطرہ پیدا ہوگیا ہے اس لئے عرب نہیں چاہتے کہ باہر سے یہودی لاکر وہاں آباد کئے جائیں۔

یہودیوں کے وہاں آنے کا سلسلہ پہلی بڑی لڑائی کے بعد سے شروع ہوا ہے اسی لڑائی کے زمانے میں (۱۹۱۷ء میں) انگریز فلسطین میں گھس آئے اور اس پر قبضہ کرلیا۔ لڑائی ختم ہونے کے بعد فلسطین کو جمعیۃ الاقوام نے انگریزوں کے حوالے کردیا۔ بس جبھی سے انگریزوں نے یہودیوں کو وہاں آباد کرنا شروع کردیا ہے۔

شروع شروع میں یہودی زیادہ سے زیادہ پچاس ہزار تھے مگر اب ان کی تعداد بڑھ کر انگریزوں کے بیان کے مطابق چھ لاکھ پچاس ہزار اور عربوں کے بیان کے مطابق ساڑھے سات لاکھ کے لگ بھگ ہے اور یہودیوں کے آنے کا سلسلہ چوری چھپے اب بھی جاری ہے انگریزوں کی اس حرکت پر عرب بہت خفا ہیں۔ انھوں نے صاف صاف کہہ دیا ہے کہ فلسطین کو آزاد کیا جائے اور یہودیوں کا آنا اب بالکل بند کردیا جائے ورنہ عرب جہاد پر مجبور ہوں گے۔ دُنیا بھر کے تمام مسلمانوں کی ہمدردیاں بھی فلسطین کے عربوں کے ساتھ ہیں دوسری طرف یہودی بھی لڑنے مرنے کے لئے تیار ہیں اور بڑی گڑ بڑ مچا رکھی ہے۔ انگریزوں سے جب یہ جھگڑا دور ہوتا نظر نہ آیا تو انھوں نے اُسے یو، این، او کے حوالہ کردیا چنانچہ یو، این، او کا ایک خاص جلسہ خاص طور پر اسی غرض کے لئے بُلایا گیا تھا۔ اگرچہ یہودی اور عرب اس انجمن کے ممبر نہیں ہیں، مگر جھگڑے کی اصل حقیقت معلوم کرنے کے لئے دونوں کو جلسوں میں بُلایا گیا اور کئی دن کے سوچ بچار کے بعد، واقعات کی چھان بین کے لئے ایک سب کمیٹی بنا دی گئی جو عربوں اور یہودیوں سے مل کر حالات کو سمجھے گی اور پھر اس کی

انجمن کو رپورٹ بھیج دے گی۔ آج کل یہ کمیٹی فلسطین میں اپنا کام کر رہی ہے مگر عربوں کو اس پر بھروسا نہیں ہے اس لئے انھوں نے اس کا بائیکاٹ کر دیا ہے اور اعلان کر دیا ہے کہ کوئی عرب نہ تو کمیٹی کے کسی ممبر سے ملے اور نہ کسی سوال کا جواب لکھ کر بھیجے۔

ہمارا ملک ہندوستان بھی یو، این، او کا ممبر ہے۔ ہمارے ملک کی طرف سے آصف علی صاحب شریک ہوئے تھے۔ آصف علی صاحب کو تو جانتے ہو، وہی جو دلّی کے مشہور لیڈر ہیں اور اس سال کے شروع میں امریکہ میں ہندوستان کے سفیر مقرر ہوئے ہیں انھوں نے اس مقدمہ میں بڑی قابلیت کا ثبوت دیا ان کی تقریروں کو سن کر یورپ اور امریکہ کے بڑے بڑے لوگوں کو بڑا اچنبھا ہوتا تھا کہ ہندوستان میں اتنے قابل لوگ بھی ہیں۔ عربوں نے خاص طور پر آصف علی صاحب کی قابلیت کی تعریف کی اور ان کی کوششوں کو سراہا۔



صبح

عبدالباسط نعیم

ظلمت کی وسعتوں میں مہتاب کھو چکا ہے
انجم ہر ایک سحر پر قربان ہو چکا ہے
اوڑھے سیاہ چادر "شب دیو" سو چکا ہے
اب صبح ہو چکی ہے، اب صبح ہو چکی ہے

کیا سرد سرد جھونکے جنت سے آ رہے ہیں
شبنم کے قطرے کلیوں کا منہ دھلا رہے ہیں
پیڑوں پہ گیت طائر وحدت کے گا رہے ہیں
اب صبح ہو چکی ہے، اب صبح ہو چکی ہے

کیا بھینی بھینی خوشبو جنت سے آ رہی ہے
کوکو سے دل پہ کوئل نشتر لگا رہی ہے
ندی بھی دھیرے دھیرے کچھ گنگنا رہی ہے
اب صبح ہو چکی ہے، اب صبح ہو چکی ہے

لو مرغ نے اذاں دی، مٹنے لگا اندھیرا
سورج کی روشنی نے دنیا کو آ کے گھیرا
چڑیاں بھی اڑ چکی ہیں اب چھوڑ کر بسیرا
اب صبح ہو چکی ہے، اب صبح ہو چکی ہے

ٹن ٹن کا شور اٹھا ہونے لگیں اذانیں
تم بھی نعیم اٹھ جاؤ، حمدِ خدا کی تانیں

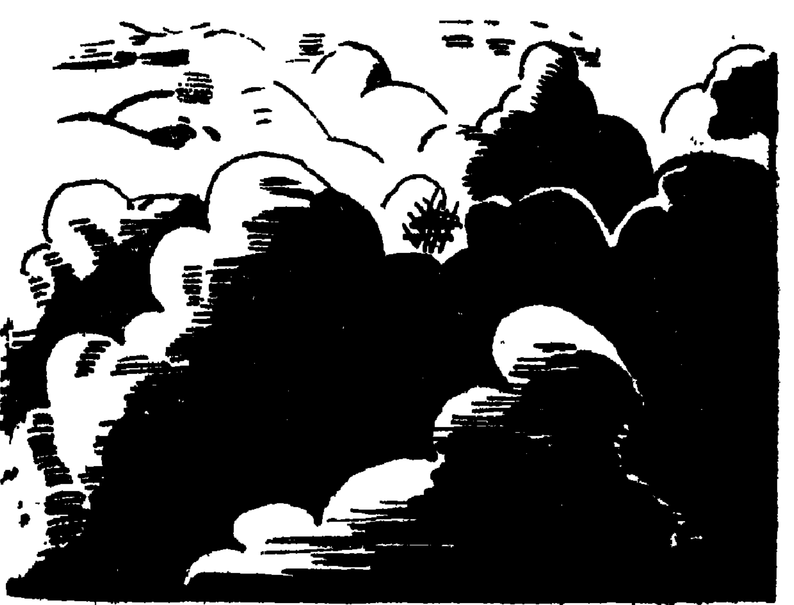
کیا تم جانتے ہو

بادل کیسے بنتے ہیں

اہا بھائی جان کیسے کالے کالے بادل گھر آئے ہیں ابھی تھوڑی دیر پہلے کیسی گرمی تھی اف توبہ اور اب ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں چل رہی ہیں یہی جی چاہتا ہے خوب اچھلو کودو شور مچاؤ مگر بھائی جان یہ بادل کہاں سے آتے ہیں کیا اللہ میاں اوپر آسمان سے بھیجتے ہیں۔

ہاں بھئی! آسمان ہی سے آتے ہیں. مگر ہے یہ ہماری زمین کی امانت ۔ جانے کیا بات ہے. گرمی کے زمانے میں ہمارے سورج دادا کا مزاج بہت گرم رہتا ہے. زمین کو کچھ ایسی غصہ بھری نگاہ سے دیکھتے ہیں کہ ڈر کے مارے زمین کا پانی بھاپ بن کر اوپر اڑ جاتا ہے۔ تم نے دیکھا ہوگا کہ گرمیوں میں تالاب خشک ہو جاتے ہیں۔ ندیوں کا پانی سوکھ جاتا ہے۔ ان کا پانی کہاں جاتا ہے؟ بس بھاپ بن کر اڑ جاتا ہے اڑ کیا جاتا ہے اوپر چلا جاتا ہے۔ اوپر اوپر خوب اوپر! ہوا تو تم جانو بہت سیلانی ہیں وہ بھاپ کو اپنے کندھے پہ بٹھا لے اڑتی ہیں آخر خوب اونچائی پر ٹھنڈ ہوتی ہے اور بھاپ پھر پانی بن جاتی ہے. ننھے ننھے قطروں کی شکل میں۔ آسمان کی سیر سے ان کا جی اب بھی نہیں بھرتا یہ قطرے اور اوپر پہنچتے ہیں وہاں ٹھنڈ زیادہ ہوتی ہے تو یہ قطرے ایک دوسرے سے اس طرح مل جاتے ہیں اور ہمیں بادل کی شکل میں نظر آتے ہیں۔ اور زیادہ ٹھنڈ میں اتنے بھاری ہو جاتے ہیں کہ اوپر ٹھہرنا ان کے لئے مشکل ہو جاتا ہے اور یہ پانی بن کر اور اگر زیادہ ٹھوس ہو گئے تو اولے بن کر زمین پہ آگرتے ہیں.

اگر یہ بھاپ زیادہ اوپر نہ جائے تو کہر کہلاتی ہے اسے نیچے والا بادل سمجھ لو۔ بادلوں کی بہت سی قسمیں ہیں ان سب کا بیان مکتبے کی کتاب "قدرت کے کرشمے" میں بہت اچھے انداز میں کیا گیا ہے۔ قیمت ۱۰/



پیام برادری

شکر ہے کہ گرمی کا موسم ختم ہوا ہی برسات نے آ ،ڈیرا جمایا گر صاحب ہماری دِلّی میں اور غالباً دُور دُور ابھی تک تو پانی برسا نہیں گرمی اور لُوہ کا وہی حال ہے یہ رسالہ جس وقت تمھارے ہاتھوں میں پہنچے ، اس وقت شاید موسم کچھ خوشگوار ہو جائے ۔۔

بچوں کے کلب کے اہتمام میں انجمن اور پیام برادری کے جو اسکاؤٹ کیمپنگ کے لیے گئے تھے وہ بڑی دلچسپی اور مصروفیت کے دن گزار رہے ہیں ان مصروفیتوں اور دلچسپیوں کا حال اگلے پرچے میں چھپے گا ۔

پچھلے مہینے امروہے میں برادری کی بچیوں میں ہنڈ کلیا کا انعامی مقابلہ ہوا تھا اس کا ذکر بھی آچکا ہے ہم یہاں اس کی دلچسپ تفصیل نقل کرتے ہیں محترمہ امۃ رباب تہاں امروہوی لکھتی ہیں :-

ہم نے اپنی سہیلیوں کے ساتھ نہ جانے کتنی مرتبہ ہنڈ کلیاں پکائی ہوں گی اور ہر مرتبہ یہی گمان ہوا تھا کہ ہم سے اچھی ہنڈ کلیا تو امّی جان بھی نہیں پکا سکتی تھیں گر کل کے مقابلوں نے ہمارے اس خیال کو بھلا دیا ہے ۔

تین دن پہلے سے برادریوں کی بچیوں کو اس مقابلے کی اطلاع دے دی گئی تھی داخلے کی فیس اور مقرر تھی ۔ مقابلے کے دو دن پہلے جو چہل پہل پیدا ہوگئی تھی وہ دیکھنے کے قابل تھی بس جیسے عید کی تیاریاں کی جاتی ہیں ۔

۳ مئی کو صبح ہی سے لڑکیاں آنی شروع ہوگئیں ، ہر لڑکی اپنے ساتھ دیگچی ، چمچا ، تویا دھوٹا توا ، چھوٹی چھوٹی پلیٹیں اور کھانے کا سامان لائی تھی ۔ ناظم پیام برادری (نبات) محترمہ صفیہ خاتون مرتبہ کی مدد سے تین تین لڑکیوں کی ٹولیاں بنا دیں ۔ کل تو ٹولیاں ہوئیں ــــــــــــ ہر ٹولی کی لیڈر کو سمجھا دیا گیا تھا کہ وقت کی پابندی ۔ پکانے کے طریقے اور ذائقے پر نمبر دیے جائیں گے ۔ ایک ایک ٹولی کو تین تین چولھے دے گئے تھے ۔ ۔

ہر لڑکی نے اجازت ملتے ہی ایک ساتھ چولھوں میں آگ روشن کی اور پکانا شروع کر دیا۔ ہر لڑکی نے کئی کئی کھانے تیار کیے۔ بچیوں کی مائیں بہنیں اور سرپرست بھی یہ تماشا دیکھنے تشریف لائی تھیں۔ پکانے کے لئے ایک گھنٹے کا وقت دیا گیا تھا مگر سب کام وقت سے پہلے ہی ختم ہوگیا۔ دفتر کا صحن پانچ بجے تک بالکل صاف ہوگیا۔

پانچ بجے ہر لڑکی کا کھانا۔ ججوں کے پاس پہنچا دیا گیا کوئی اکیاسی پلیٹیں تھیں پہلے تین انعام دینے کا خیال تھا مگر اپنے کھانے اور ایک سے ایک اچھا پکا ہوا تھا جج پریشان کہ کس کو انعام دیں کس کو نہ دیں آخر یہ فیصلہ رہا کہ سب لڑکیاں جیتیں ہیں اور انعام سب کو ملنا چاہیے۔ انعام جناب مُرتی صاحب نے تقسیم کئے۔ نمکین اور میٹھی چیزیں کل تعداد میں چالیس تھیں اور ایک سے ایک اچھی ۔

مئی کے معمّے کے حل ان بچوّں نے صحیح بھیجے ہیں ۱۔ سید اکرام علی الہ آباد ۲۔ ہری کرشن واہہ دہلی ۳۔ سید مشیب حسن امروہہ ۴۔ احسن حامد جامعہ نگر ۵۔ محمد آصف خاں برمی ۶۔ سید نسیم رضا علی دہلی ۷۔ مشتاق رسول جامعہ نگر ۸۔ شیخ محمد یٰسین قریشی، دہلی ۹۔ سنداہد کلبی کراچی ۱۰۔ اقبال احمد جودھ پور ۱۱۔ محمد سجاد الرب کان پور ۱۲۔ عبدالمتین پونا ۱۳۔ محمد زاہد جودھ پور ۱۴۔ سید طیب حسن رودی ۱۵۔ رائکعہ خاتون امراوتی ۱۶۔ ام ایس عثمانی جودھ پور ۱۷۔ لیس ولیم ڈیسائی ٹونک ۱۸۔ عبدالواحد کلکتہ ۱۹۔ نور الحق حیدر آباد دکن ۲۰۔ عبدالرحمن قدوائی بارہ بنکی ۲۱۔ عبدالرحیم پشاور ۲۲۔ محمد یونس راولپنڈی ۲۳۔ توصیف الرحمن شارق دہلی ۲۴۔ محمد مختار جامعہ نگر ۲۵۔ شاہد شبیر قدوائی لکھنؤ ۲۶۔ محمد خالد بنارس ۲۷۔ سید آباد حسین بریلی ۲۸۔ رفیق احمد کھنڈاہ

ایک غلطی والوں کے نام یہ ہیں ۱۔ نعیم ارشد مسولی ۲۔ جاوید پورنیا ۳۔ نمبر خریداری ۲۳۴۷ ۴۔ حسیب اللہ خاں جامعہ نگر ۵۔ محمد بن علی اعلی فاروقی جون پور ۶۔ سرفراز علی بلند شہر

ان پیامیوں کی انعام کی مقدار اس قدر کم ہے کہ کوئی معقول کتاب نہیں بھیجی جاسکتی صحیح حل والے آئندہ معمّے کے لئے دو دو اور ایک غلطی والے تین تین حل مفت بھیج دیں ۔

نئی کتابیں

کیسا چکما دیا قیمت ۱۴ر } ملنے کا پتہ کتابی دُنیا لمیٹیڈ فیض بازار دریا گنج، دہلی
بھولا بچہ " ۶ر }

یہ دونوں کہانیاں کتابی دُنیا نے شائع کی ہیں۔ پہلی کہانی محترمہ قدسیہ زیدی کی ہے۔ لومڑی کی عیاری اور مکاری مشہور ہے مگر اس کہانی میں میاں خرگوش نے بی لومڑی کو نیچا دکھایا ہے۔ کہانی بڑے مزے کی ہے اور بہت دلچسپ انداز میں لکھی گئی ہے تصویروں نے کہانی کی دلچسپی کو اور بڑھا دیا۔ دو پورے صفحہ کی اور بہت سی چھوٹی چھوٹی بلاک کی رنگین تصویریں ہیں ٹائٹل بھی کئی رنگ کا بہت خوبصورت۔ دوسری کہانی ملک راج آنند کی ہے اسے جناب سعید انصاری صاحب (نگراں اُستادوں کا مدرسہ) نے اردو میں اپنایا ہے ایک بچہ اپنے باپ کے ساتھ میلے جاتا ہے اور آخر کھو جاتا ہے میلے میں بچہ پر جو کیفیتیں گذریں ان سب کو بڑے دلچسپ انداز میں بیان کیا ہے بیچ بیچ میں تصویریں بھی ہیں کتاب لیتھو میں چھپی ہے۔

سونے کی مینا ۶ر } مکتبہ ادب اردو بازار دہلی
طلسمی گڑیاں ۷ر }

یہ دونوں کتابیں محترمہ رضیہ سلطانہ دہلوی نے لکھی ہیں۔ پہلی کتاب (سونے کی مینا) ایک اور کہانی "شریر جادوگر" بھی شامل ہے دوسری کتاب (طلسمی گڑیاں) میں بندروں کی کانفرنس اور دغاباز مگر شامل ہیں۔ یہ ساری کہانیاں بہت دلچسپ ہیں۔ رضیہ سلطانہ صاحبہ کو بچوں کی زبان لکھنے کا اچھا سلیقہ ہے کتابوں کی لکھائی چھپائی اچھی اور ٹائٹل خوبصورت ہیں

نئے رسالے۔ مکتب:۔ یہ ماہوار کتابچہ پیام برادری سلہٹ (ایبٹ آباد) کے پیامیوں نے نکالا ہے سائز ۲۷×۱۷/۸ یہ ان کا پہلا تجربہ ہے اور یہ دیکھ کر خوشی اور تعجب ہوا کہ اس قدر کامیاب ہے۔ ۳۲ صفحے ہیں۔ ان میں اچھے اچھے مضمون ہیں نظمیں ہیں لطیفے ہیں اور پیامیوں کی دلچسپی کی بہت سی چیزیں ہیں یہ پیامی اتنی ہی دلچسپی سے کام کرتے رہے تو یہ کتابچہ انشاءاللہ بہت ترقی کرے گا۔ قیمت سالانہ ۲ر

کھلونا:۔ ایڈیٹر یونس دہلوی ادریس دہلوی۔ قیمت سالانہ ۳ر فی پرچہ ۴ر
پتہ:۔ پھاٹک حبش خاں دہلی۔

یہ رسالہ تین مہینے سے نکل رہا ہے اس میں مضمون، کہانیاں، نظمیں، لطیفے، معمے، کارٹون، طرح طرح کے کھیل، ہاف ٹون بلاک اور لیتھو کی تصویریں غرض بچوں کی دلچسپی کا سبھی سامان ہے لکھائی چھپائی بھی اچھی ٹائٹل رنگین۔ ہمیں اُمید ہے کہ یہ رسالہ اور ترقی کرے گا۔


پیام تعلیم

پیامِ تعلیم دہلی

اگست ۴۷ء



ایڈیٹر — محمد حسین حسّان

جلد ۲۸	فہرست مضامین		نمبر ۱۱
۱	بچوں سے باتیں	ایڈیٹر	۵۳۴
۲	بارش کا سماں دیکھو	عبدالباسط نعیم	۵۳۵
۳	ننھا قیدی	... ...	۵۳۶
۴	انعامی مقابلہ	احمد حسن	۵۴۰
۵	مصر کی اینٹ		۵۴۱
۶	رل مزدور	احمد حسن	۵۴۵
۷	ایک کڑا امتحان	غلام حیدر	۵۴۹
۸	بھینس	محمد نائل عثمانی	۵۵۲
۹	اُڑنے والا پانی	عرفان غازی	۵۵۴
۱۰	دیس بدیس کی باتیں	عبداللطیف اعظمی	۵۵۸
۱۱	پیام برادری		۵۶۲
۱۲	نئی کتابیں		۵۶۴

قیمت سالانہ تین روپے (سے)
فی پرچہ ۴ر
ہندوستان سے باہر (للعہ)

پیامِ تعلیم دہلی، یوپی، سی پی، برار، میسور، قلات، بنگال، رام پور، حیدرآباد، سندھ، کشمیر، پنجاب، بہار اور سرحد کے محکمۂ تعلیم کی طرف سے سرکاری طور پر منظور کیا گیا ہے۔ مینیجر

پرنٹر و پبلشر ڈاکٹر سید عابد حسین ایم اے پی ایچ ڈی — [illegible] دہلی

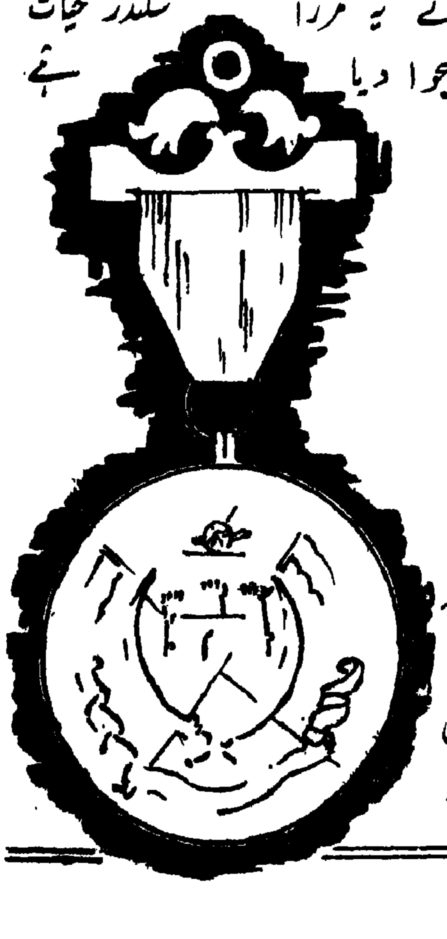
بچّوں سے باتیں

لو صاحب، ۱۵ر اگست کے بعد ہم آزاد ہوجائیں گے ہمارا پاکستان بھی آزاد ہوگا۔ ہمارا ہندوستان بھی آزاد ہوگا۔ اور ہمارے پیامی ان دونوں میں رہتے ہیں۔ ہم ان سب کو مبارکباد دیتے ہیں۔

پہلے سات سمندر پار سے لوگ ہم پر حکومت کرنے آتے تھے اب ہم اپنی حکومت خود بنائیں گے۔ ہمارے تمہارے بزرگ اسے چلائیں گے۔ اپنی قوم اپنے دیس کے نفع کی باتیں سوچیں گے اور اپنے ملک کو خوب ترقی دیں گے

جولائی سے رسالے کا ٹائٹل اچھے کاغذ پر نہیں چھپ رہا ہے۔ حکومت کا قانون ہی کچھ ایسا تھا۔ اب اچھے کاغذ کے استعمال کی اجازت مل گئی ہے ہم کوشش کر رہے ہیں کہ اگلے پرچے سے کچھ تصویریں بھی چھپنے لگیں امید ہے کہ پیامی اس خبر کو خوشی سے سُنیں گے۔

نوابزادہ صابر قلی خاں صاحب نے وعدے کے مطابق میڈل ہمیں بھیج دیا ہے یہ میڈل خالص چاندی کا ہے بہت قیمتی۔ ہم نے یہ مرزا سکندر حیات کو بھجوا دیا ہے



اس کے صرف رُخ کی تصویر چھاپی جارہی ہے



بارش کا سماں دیکھو

(ایک کورس)

سب بچے مل کر۔ بارش کا سماں دیکھو ، بارش کا سماں دیکھو
اللہ کی رحمت میں ہے غرق جہاں دیکھو

حامد اور ساجد۔ گھنگھور گھٹائیں ہیں ، مستانہ ہوائیں ہیں
کچھ آج نرالی ہی بجلی کی ادائیں ہیں
ان کالی گھٹاؤں کو کچھ راہ سجھاتی ہے
کچھ ہم کو ڈراتی ہے جب آنکھ دکھاتی ہے





سب بچے مل کر۔ بارش کا سماں دیکھو ، بارش کا سماں دیکھو
اللہ کی رحمت میں ہے غرق جہاں دیکھو

سلمیٰ اور ثریا۔ دیکھو تو نئے پتوں کا کیا رنگ نکھر آیا
منہ دھویا ہے کلیوں کا پھولوں کو ہے نہلایا
ہر کوچے میں نہروں کا ایک جال بچھا ڈالا
رہ رہ کے مچاتا ہے اک شور ندی نالا

سب بچے مل کر۔ بارش کا سماں دیکھو، بارش کا سماں دیکھو اللہ کی رحمت میں ہے غرق جہاں دیکھو

حامد اور ساجد۔ برسات کے موسم کی باتیں ہی نرالی ہیں !!
باغوں کے پرندے خوش، خوش باغ کے مالی ہیں

سلمیٰ اور ثریا۔ برسات کے کیا کہنے ، برسات ہی موسم ہے
ہر سمت چھما چھم ہے ، ہر سمت چھما چھم ہے

سب بچے مل کر۔ بارش کا سماں دیکھو، بارش کا سماں دیکھو اللہ کی رحمت میں ہے غرق جہاں دیکھو

عبدالباسط نعیم



ننھا قیدی

کشمیر میں خانہ بدوش لوگ اکثر آتے رہتے ہیں تجارت کے لئے اپنے مویشی چرانے اور دوسری ضرورتوں کے لئے۔ ایک بار ایک پہاڑی گاؤں سے چند میل کے فاصلے پر ایک خانہ بدوشوں کا ایک قبیلہ آکر ٹکا ڈیرے خیمے ڈال دئے ساتھ میں بہت سے مویشی بھی تھے انھیں اِدھر اُدھر چرنے چھوڑ دیا

پہاڑی جگہوں میں بونے جوتنے کے لائق زمین بہت تھوڑی ہوتی ہے اور جو ہوتی ہے۔ کسان اس کی جان سے زیادہ حفاظت کرتے ہیں۔ خانہ بدوشوں کے مویشی چند کھیتوں میں بھی گھس گئے اور بہت نقصان کرڈالا۔

یہ گاؤں اچھا خاصا بڑا تھا کسانوں اور غریب لوگوں کے علاوہ کچھ مال دار لوگ بھی رہتے تھے گاؤں میں کئی بندوقیں بھی تھیں۔ گاؤں والوں نے خانہ بدوشوں سے کہا اپنے جانور ہنکال لے جاؤ یہ ہمارے کھیتوں کو نقصان پہنچاتے ہیں۔ اسی بات پر آپس میں تکرار ہوگئی نوبت فوج داری تک پہنچی بندوقیں ان لوگوں کے پاس بھی تھیں مگر پرانی توڑے دار۔ قبیلے کے لوگ گاؤں والوں کا جم کر مقابلہ نہ کرسکے اور پیچھے ہٹ گئے۔ قبیلے کے کچھ لوگ خیموں کی حفاظت کر رہے تھے انھوں نے جو رنگ دوسرا دیکھا تو جلدی جلدی خیمے اکھاڑ، مویشیوں کو اِدھر اُدھر

سے اکٹھا کر، ایک طرف کو چل دیے اور کئی میل آگے جاکر دم لیا

لڑائی تو ختم ہوگئی، دشمنی باقی رہی۔ سخت دشمنی ایک دوسرے کی تاک میں رہنے لگے۔

گاؤں میں ایک صاحب خان گل محمد جان خاں تھے بہت مالدار بہت اچھے شکاری۔ ان کا ایک لڑکا تھا دِل محمد بہت تیز بہت ذہین گھوڑے کی سواری کا شوقین پہاڑ کی اونچی نیچی زمین پر سائیکل تو چل نہیں سکتی وہ گھوڑے پر چڑھا چڑھا پھرتا تھا۔

ایک بار گل محمد خاں اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ شکار کو گئے یہ لوگ کچھ دور نکل گئے تو دِل محمد کے دِل میں بھی اُمنگ پیدا ہوئی باپ نے ابھی چند دِن پہلے اس کے لئے ایک نیا گھوڑا منگوایا تھا۔

دِل محمد کی ماں اور ماموں کو یہ بات معلوم ہوئی تو ڈانٹ دیا۔ انھیں معلوم تھا کہ خانہ بدوش لوگ اِسی علاقے میں ہیں اور ان کی وجہ سے خطرہ ہی خطرہ ہے۔ مگر دِل محمد کا دِل اس وقت کچھ ایسا بے قرار تھا کہ اُس نے کسی کی نہیں سُنی۔ چپکے سے اصطبل میں جا گھوڑے پہ جلدی جلدی زین کسا اور اُس پہ بیٹھ یہ جا وہ جا۔ باپ اور دوسرے شکاری کافی آگے نکل گئے تھے دِل محمد نے گھوڑا توب سرپٹ دوڑایا کہ ان سے جاملے مگر یہ تو پہاڑی جگہ تھی اونچی نیچی یہ راستہ خاص کر بہت ڈھلوان تھا۔ دِل محمد نے اپنے کو سادھے رکھا۔ گھوڑے کی باگ کھینچے رہا۔ مگر بےکار ڈھلان اِتنا تھا کہ گھوڑا بے قابو ہوگیا۔ کنکروں اور پتھروں پہ پھسلتا ہوا چلا جا رہا تھا بس خدا کی قدرت تھی کہ میاں دِل محمد اب تک سنبھلے بیٹھے تھے۔

مگر کب تک!

آخر گھوڑے نے ٹھوکر کھائی۔

اور گھٹنوں کے بل گرا۔ ایک پہاڑی ندی سے بس دو ہی ایک قدم پیچھے۔ دِل محمّد صاحب بھی ایک جھٹکے کے ساتھ اُچھلے اور غڑاپ سے پانی میں۔ مدد کے لئے بہت چیخے چلّائے مگر ان کے ابّا کی ٹولی بہت دور نکل چکی تھی۔

مگر بھئی دِل محمّد تھا بہت ہمّت کا لڑکا ذرا نہ گھبرایا نہ ہمّت ہاری۔ سامنے درخت کا ایک تنا بہتا جا رہا تھا۔ پورا شہتیر کا شہتیر۔ دِل محمّد بڑی کوشش سے ہاتھ پَیر مارتا اُس تک پہنچ ہی گیا اور بڑے اطمینان سے اس پر سوار ہوگیا پانی بہت تیز بہہ رہا تھا اتنا بڑا شہتیر تنکے کی طرح بہا چلا جا رہا تھا۔

دِل محمّد بھی بس بہتا ہی چلا جا رہا تھا۔ بہتے بہتے کوئی دس منٹ تو ہوگئے ہوں گے وہ اپنے دِل میں سوچ رہا تھا نہ جانے اپنے گھر سے کتنی دور نکل آیا ہوں گا اور نہ جانے کب تک اس طرح بہتا رہوں گا۔

ارے لو یہ آوازیں کیسی! جیسے بڑی زور سے بادل گرج رہے ہوں۔ یہ گھن گرج برابر بڑھتی ہی جاتی تھی۔ دِل محمّد سمجھ گیا، ہو نہ ہو کوئی آبشار ہے نہ جانے یہ آبشار کتنا گہرا ہوگا دِل محمّد اس کا اندازہ بھی نہ لگا سکتا تھا۔ وہ بے چارا تو بے بسی کی حالت میں بہاؤ کے رحم و کرم پر بس بہتا چلا جا رہا تھا پر آبشار سے مُڈبھیڑ تو یقینی تھی۔

ارے غضب ہوگیا، شہتیر اچانک، بس یوں سمجھو کہ پلک جھپکنے میں آبشار کے کنارے آگیا اور ایک دم نیچے کو جھک گیا۔ اب کیا ہوگا کیا بس یہیں خاتمہ، آبشار کا پانی بڑے زوروں میں نیچے گر رہا تھا اور گر کر اتنے زو

یں اچھل رہا تھا کہ بس خدا کی پناہ! کیا اس کی زندگی بس اتنی ہی تھی۔ دِل محمد اس وقت کچھ اسی طرح کی باتیں سوچ رہا تھا مگر شہتیر کو پوری طاقت سے پکڑے ہوئے تھا۔

وہ جو کہتے ہیں جسے خدا رکھے اسے کون چکھے تو بھی دِل محمد کی قسمت نے اس کی ہمت کا ساتھ دیا۔ شہتیر نیچے گر پانی زور میں آکر چکر کھا رہا تھا دِل محمد بھی شہتیر کے ساتھ نیچے آیا تہ تک پہنچ گیا اور بھی شہتیر کے ساتھ صحیح سلامت اوپر آگیا۔ ہوتا خیریت کی بات؟ اور جناب دِل محمد صاحب ہیں کہ شہتیر سے چمٹے ہوئے بہے چلے جا رہے ہیں اب دریا کی روانی کچھ دھیمی پڑ گئی تھی پہلے سے کچھ آہستہ آہستہ بہہ رہا تھا۔ دِل محمد نے ایک دفعہ اور ہمت سے کام لیا جی کڑا کرکے شہتیر پر بیٹھ گیا۔ اب وہ شہتیر کو کنارے پر لانا چاہتا تھا اس نے بیٹھے ہی بیٹھے اپنے پیر چلانا شروع کئے جیسے چپّو چلاتے ہیں۔ اما بھئی اس کی کوشش تو کامیاب ہو رہی تھی شہتیر آہستہ آہستہ آہستہ آہستہ اتھلے پانی میں آگیا



اب کوئی خطرہ نہیں رہا تھا۔ دِل محمد نے ایک پیر نیچے لٹکایا۔ ایک ہاتھ سے کنارے کی لمبی لمبی گھاس پکڑی اور کود کر خشکی پر آگیا۔ یہ بالکل سنسان جگہ تھی۔ گھر سے نہ جانے کتنی دور وہ سوچ رہا تھا۔ اس جگہ جان پہچان کا آدمی تو شاید ہی کوئی ملے۔

(باقی)

انعامی مقابلہ

جن پیامیوں کو لکھنے سے شوق ہو ان سے بھی ایک کام لینا ہے اور وہ یہ ہے بھائی کہ ہمارے پاس اٹلی سے ایک لڑکے کا خط آیا ہے۔ اس بچارے کو ہندوستان کے بارے میں کچھ معلوم ہی نہیں لکھتا ہے: "میں نے ہندوستان کے بارے میں سنا ہے کہ وہاں کثرت سے جنگلی جانور رہتے ہیں، اور صرف چار پانچ شہر ہیں۔ اور لوگ ان پڑھ۔ ایسی ہی باتیں اور بہت سی لکھی ہیں۔ اگر ایسا خط تمھارے پاس آتا تو تم اسے کیا جواب دیتے اور ہندوستان کے بارے میں کیا لکھتے۔ ذرا سوچ سمجھ کر کہ تم ایک غیر ملک کے لڑکے کو لکھ رہے ہو ایک خط لکھو جس میں ہندوستان کے بارے میں اور اپنے بارے میں لکھو۔ ذرا دیکھیں تمھیں خود ہندوستان کے بارے میں کتنا معلوم ہے اور اپنے بارے میں کیا لکھتے ہو۔ جس بچے کا خط سب سے اچھا ہوگا اسے انعام ملے گا ٹکٹ جمع کرنے والے بچہ کو اطالیہ کے ٹکٹ ورنہ کتاب۔

یہ خط میرے نام اڈیٹر صاحب کے پتے سے بھیجنا۔ اگر چاہتے ہو کہ ڈاک میں کہیں کھو نہ جائے تو رجسٹری کرا کے بھیجنا۔
آخری تاریخ ۱۵ اگست ہے۔ فقط
احمد حسن

مصر کی امینہ

(۲)

امینہ نے فوراً جھاڑو لی اور آنگن صاف کرنے لگی۔ امینہ کا گھر کچھ زیادہ صاف ستھرا نہیں رہتا تھا۔ مرغیاں اور بطخیں وغیرہ جو پلی تھیں یہ بلا روک ٹوک اندر باہر آتیں جاتیں۔

اور ہاں بھئی مویشیوں کے لئے چارا بھی تو لانا ہے بی امینہ یہ کام بھی بہت شوق سے کرتی تھیں کھلے میدان کی سیر جو ہوتی تھی۔ چارہ لانے کے لئے کھیتوں میں جانا پڑتا تھا لمبی لمبی ہری ہری خوبصورت گھاس کھیتوں میں اُگ آتی تھی مصر میں اسے برسیم کہتے ہیں۔ یہ مویشیوں کے لئے چارے کا کام



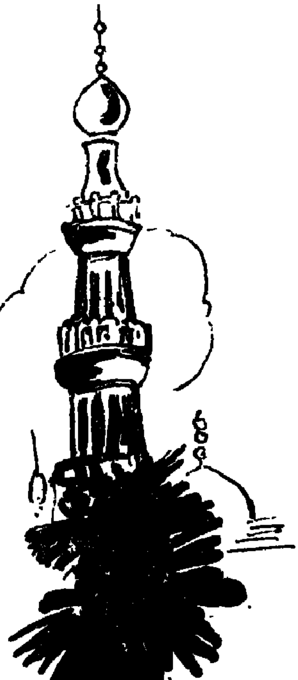
دیتی ہر گاؤں کی اور لڑکیاں بھی امینہ کی طرح کھیتوں میں پہنچ جاتیں اور گھاس کو جمع کر کے چھوٹے چھوٹے گٹھے بنا لیتیں۔ کبھی کبھی کسی بڑے کھیت کو صاف کرنا ہوتا تو اونٹوں کی ضرورت پڑتی گھاس کے گٹھے ٹوکریوں میں رکھ کر دونوں طرف لٹکا دیئے جاتے۔ سب سے اوپر بی امینہ بیٹھتیں اور جلدی کھانی گھر تک آتیں۔ کبھی تمھیں بھی اونٹ پر بیٹھنے کا اتفاق ہوا ہے؟ امینہ کے ملک میں تو گھر گھر اونٹ پلے ہیں۔ امینہ کو اونٹ کی سواری میں بڑا مزا آتا ہے اور ہاں بھئی امینہ کے گاؤں

میں ایک مسجد بھی تو ہے۔ مؤذن
پانچوں وقت اذان دیتا ہے۔ نماز
سب لوگوں کے لئے ضروری ہے
موقع ملے تو مسجد میں نہیں تو
جہاں سہولت ہو۔ اذان کے وقت
تو سب لوگ اپنے اپنے کام بند
کر دیتے ہیں۔ مدرسوں میں بچے بھی
تھوڑی دیر کے لئے خاموش ہوجاتے
ہیں۔ مصر کی مسجد میں مینار کی
بہت اہم حیثیت ہے۔ بہت اونچے
اونچے، خوبصورت، شاندار۔ اذان،
انھی میناروں پر دی جاتی ہے
رمضان شریف میں رات بھر
ان پر روشنی کی جاتی ہے۔ رات
کے وقت یہ روشنی بہت بھلی
لگتی ہے۔

ایک دن امینہ کے باپ نے
کہا:۔ آج تیسرے پہر کو کھلیان میں
گہائی کرنا ہے۔ تم بھی چلنا بیٹی، تمھیں
کرسی پر بٹھائیں گے امینہ کو بھلا
کب انکار
تھا۔ اس
کے لئے



تو یہ بڑا دلچسپ مشغلہ تھا۔ اور
بھئی مصر میں گہائی کا یہ طریقہ
بھی نرالا ہے ہمارے ہاں تو
دائیں چلتی ہیں دائیں۔ مصر میں
گہائی کے وقت لکڑی کی ایک
بڑی سی کرسی کو دو بیل کھینچتے ہیں



کرسی کچھ
کچھ سلیج
یا برف
گاڑی سے
ملتی جلتی۔
امینہ کا
باپ گاڑی
میں بیٹھ کر
بیلوں کو
ہانکتا ہے
کبھی کبھی
امینہ کے ساتھ اس کے بھائی کو
بھی بٹھا لیتا ہے۔ بوجھ زیادہ کرنے
کے لئے اور بھی کبھی تو بس بی
امینہ ہوتی ہیں اور اُن کے بھائی
یہی دونوں بیلوں کو ہانکتے ہیں
اس وقت بی امینہ بڑی شان سے

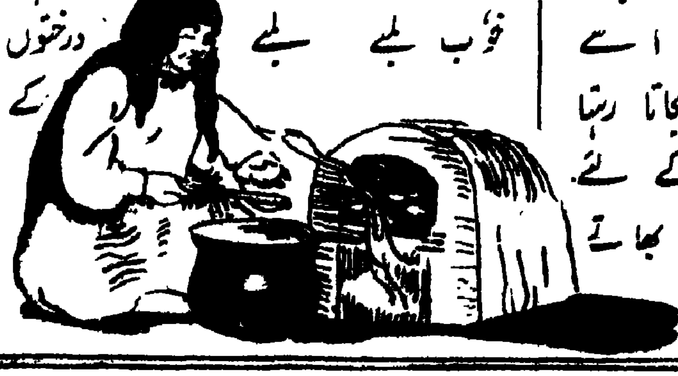
کرسی پر بیٹھتی ہیں۔ جیسے مصر کی شہزادی بھی ہوں۔

جب انگوروں کی فصل تیار ہوجاتی ہے اور پکے پکے سرمئی انگوروں کو توڑنے کا وقت آتا ہے تو امینہ کا باپ اسے انگوروں کے باغ لے چلتا ہے یہاں بھی وہ اپنے باپ کی بہت مدد کرتی ہے۔ انگور کے بالکل تازے تازے پتے دیر تک چُنتی رہتی ہے، اس کی امّی ان پتوں سے رات کے چاولوں کو خوشبودار بناتی ہے۔

اس باغ میں ایک بڑی سی گھنٹی بھی ٹنگی ہے یہ گھنٹی امینہ کا باپ قاہرہ سے لایا تھا۔ وہی قاہرہ جو مصر کا سب سے بڑا شہر ہے یہ رات کے وقت بجائی جاتی ہے۔ ایک چوکیدار اسے قریب قریب رات بھر بجاتا رہتا ہے گیدڑوں کو بھگانے کے لئے۔ گیدڑوں کو انگور بہت بھاتے ہیں کود کود کر پورا خوشہ توڑ لیتے ہیں کچھ کھاتے ہیں۔ کچھ برباد کردیتے ہیں۔

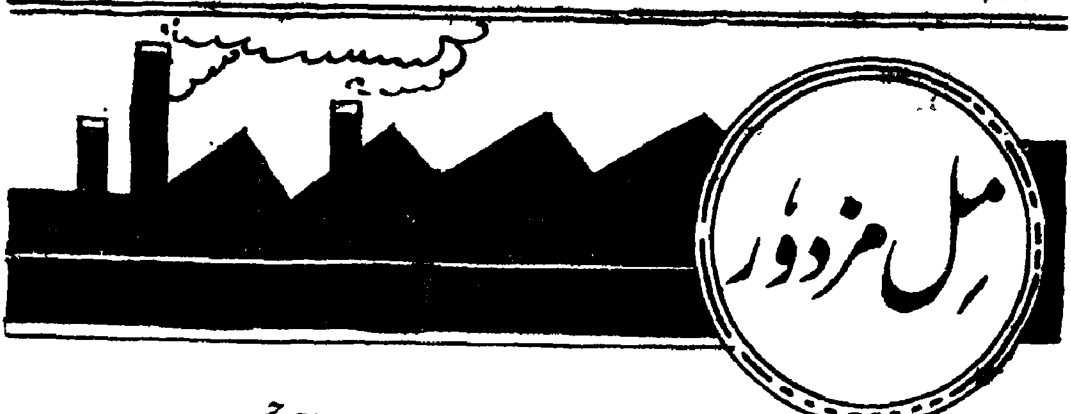
ایک رات تو چوکیدار سے گیدڑ کا مقابلہ ہی ہوگیا۔ گیدڑ نے چوکیدار کی بانہہ میں کاٹ لیا۔ وہ تو کہئے اسپتال گاؤں کے پاس ہی تھا چوکیدار سیدھا وہیں گیا اور دو تین دن کے علاج سے اچھا ہوگیا۔ چوکیدار نے اسپتال میں بہت سی کہانیاں بھی سنیں یہ کہانیاں وہاں سے واپس آکر اس نے بی امینہ کو سنائیں۔ خاص کر حضرت موسیٰ کی کہانی اور انگور کے باغ کی کہانی۔ یہ دوسری کہانی تو امینہ نے بار بار سنی۔

جب سورج ڈوبنے لگتا اور روئی کے کھیتوں کے پاس خوب لمبے لمبے درختوں کے



پیچھے سُرخ سُرخ نظر آنے لگتا تو اپنہ کا باپ اور بی اپنہ گھر کا رُخ کرتے اور ایک یہی کیا ہر ایک اپنے اپنے کھیتوں سے گھر کی طرف آتا دکھائی دیتا۔ اِدھر گھروں سے دھواں اُٹھتا اور آسمان کی طرف جاتا نظر آتا تھا۔ رات کا کھانا جو پکتا تھا۔

اپنہ بھی خوب خوش خوش نظر آتی تھی آج اس نے خوب جی لگاکے کام کیا تھا اب کل وہ اپنی سہیلی حوّا کے ساتھ کھیلے کودے گی۔



مل مزدور

احمد حسن

آبا کا تبادلہ کانپور ہوگیا،

شہر کیا اچھا خاصہ کباڑ خانہ ہے جدھر دیکھو میلے کچیلے مکان، ٹوٹے پھوٹے، ادھ بنے، بے ڈھنگ، گندے، جن میں رہنے سے گھن آئے، گندی نالیاں سڑکوں کے کنارے کھالیں پھیلی ہوئی کچے چمڑے کی بُو سے دماغ پھٹا جاتے، نالیوں کا غلیظ نکال کر سڑکوں پر ڈالا ہوا۔ اڑیل بھینسے، مریل بھینسے روئی سے لدے ہوئے چھکڑے کھینچتے ہوئے، سوکھی کھالوں سے لدے ہوئے اونٹ اونٹ گاڑیاں موٹر چھکڑے جن میں سے کوڑا کرکٹ اُڑ اُڑ کر نیچے گرتا ایک بھیڑ راہ چلنے والوں کی، پھیری والوں کی خوانچہ والوں کی، بھک منگوں کی، فقیروں کی، اور پھر جو پانی برس جائے تو سڑکیں گندے نالے بن گئیں، ایک موٹر آئی اور تڑ تڑ چھینٹیں اُڑاتی چلی گئی۔ بچے گندی نالیوں میں کیڑوں کی طرح لوٹ رہے ہیں یا پھر آم کے چھلکے اور گٹھلیوں پر جھگڑ رہے ہیں۔

اور پھر صبح ہی صبح مل کی چمنیاں بولنے لگتیں، بس یہ اچھا لگتا تھا اور ہم کھڑکی میں کھڑے ہوئے مل مزدوروں کی قطار دیکھا کرتے۔

میلے کچیلے گندے بُودار کپڑے پہنے، کھسر کھسر کرتے، گالیاں بکتے، زور زور سے باتیں کرتے، چلے جاتے تھے اور تانتا بندھ جاتا تھا اور پھر طبیعت الجھنے لگتی تھی۔ نہ جانے کہاں سے اتنے مزدور پیدا ہو گئے۔ طعام چینی کی بڑی ٹوٹی رکابیوں میں، میلے کپڑوں میں، پرانے ناشتہ دانوں میں کھانا بھی باندھے ہوتے

صبح جاتے اور شام پھر مل کی چمنیاں بجتیں اور پھر وہی قطار لگ جاتی۔

ہماری رحیمن کا لڑکا بھی مل میں کام کرتا تھا۔ اماں کہتی تھیں کہ وہ غنڈا ہے اس کا پولیس میں نام لکھا ہے، وہ اُسے اسی لئے گھر پر آنے بھی نہیں دیتی تھیں۔

ایک دن ذرا سویرے سو گئے تھے آنکھ جو کھلی تو دیکھا صحن میں سب جمع ہیں اماں، خالہ اماں، پھوپی بیوی، بجیہ، جمیل، رضیہ سب کے سب اور رحیمن رو رہی تھی اور نہ جانے کیا کیا کہہ رہی تھی پوچھا تو معلوم ہوا کہ اس کے لڑکے کو سپاہی پکڑ لے گیا، رضیہ کی طرف دیکھا تو وہ سہمی کھڑی تھی اور جمیل کا مُنہ الگ فق تھا۔ خالہ اماں تو چنّو ہی کو ڈرایا کرتی تھیں "سپاہی آیا، آ سپاہی! چنو کو لے جا اور آج رحیمن کے لڑکے کو سچ مچ سپاہی لے گیا۔

توبہ توبہ یہ مزدور، نگوڑ مارا یہ شہر تو ان سے بھرا ہوا ہے مُوئے رذیل، بے ڈھنگے بے تمیز، بس تنخواہ بڑھادو، پھر یہ جاکر خوب شراب پئیں اور جُوا کھیلیں"

رحیمن کا لڑکا غفور مزدوروں کا لیڈر تھا اور مل میں تنخواہ بڑھانے کے لئے ہڑتال کراتا تھا۔

کئی دن سے ہڑتال تھی اور آج مزدوروں پر گولی چلنے والی تھی۔

دوپہر کے قریب ذرا کمرے میں کھیلتے کھیلتے آ بیٹھے تھے کہ آواز آئی "تڑ۔ تڑ۔ تڑ" شور پہلے ہی سے ہو رہا تھا اور زور زور سے نعرے لگ رہے تھے "اِنقلاب زندہ باد" اماں نے جلدی سے ہم لوگوں کو پکارا، خالہ اماں بولیں "اللہ خیر، دولہا بھائی دفتر ہی میں ہیں اپنی امان میں رکھیو"

پھر جلدی جلدی ہم لوگوں سے کہا کواڑیں کھڑکیاں بند کرلو، نہ جانے بلوہ ہو جائے کیا..... اللہ جانے کیا بلا ہے یہ انقلاب انقلاب یہ نگوڑ مارے مزدور بس تنخواہ بڑھادو....."

اور ہمارا دِل دھڑک رہا تھا اور رضیہ کا مُنہ اترا ہوا تھا، اور چنّو خالہ اماں کی چھاتی سے سہما ہوا چمٹا تھا اور دور سے شور سُنائی دے رہا تھا "اِنقلاب زندہ باد"

پھر ایک دِن صبح آنکھ کھلی تو دیکھا اختر بھائی الہ آباد سے آ گئے ہیں اور ناشتے کی میز پر بیٹھے ہیں اماں پاس بیٹھی ہیں اور کہہ رہی ہیں "خالد اٹھو دیکھو کون آیا" خالہ اماں ہیں اور بجیہ ان کا مُنہ تک رہی ہیں بس چھلانگ

مار اُن کے پاس جا پہنچے اور اختر بھائی نے
گود میں اُٹھا لیا اور لگے بھینچ بھینچ کر پیار کرنے
امّی سے بولے خالہ آپ کا یہ بچّہ سب بچوں
سے تیز نکلے گا۔"
"تیز کیا نکلے گا خاک۔ دن بھر ہڑدنگے
لگایا کرتا ہے، نہ پڑھنا نہ لکھنا۔"
اتنے میں رحمن آ گئی اس کے لڑکے
کو ۲ برس کی سزا ہو گئی تھی وہ خوب رو
رہی تھی "اے بی بی کیا میں نے اِسی دن
کے لئے اسے جنا تھا، حشر میں اس
کے باپ کو کیا مُنھ دکھاؤں گی، وہ تو
بی بی جنّت کو سدھارے اور مجھے اس
خودسر کے سپرد کر گئے اور وہ دھاڑیں
مار مار رونے لگی "میں سمجھتی تھی ۔۔۔ کہ
کلیجے سے لگا کر رکھوں گی۔ کلیجہ ٹھنڈا رہے
رہے گا ۔۔۔ لو میرے کلیجہ کو ٹھنڈک مل
رہی ہے اور وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے
لگی۔ سب چُپ ہو گئے۔

"اختر بھائی؟ غفور کو جیل میں کیوں
بند کر دیا" بجیہ نے اشتیاق سے اختر بھائی
کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔
اور اختر بھائی نے ایک آنکھ داب
کر میری طرف دیکھا اور پوچھا "کیوں بھئی
تمھیں کیا فکر؟"
"اختر بھائی جیل بہت برا ہوتا ہے
چور جاتے ہیں جیل میں، یہ مزدوروں
کے لیڈر بھی جیل میں جاتے ہیں کیا؟"
رضیہ بولی۔
"ارے وہ تو غنڈا تھا" جمیل بولا
اور اختر بھائی مسکراتے رہے، مسکراتے
رہے اور کہنے لگے "تم لوگ اسکول میں
کیا پڑھتے ہو خاک؟ ماسٹروں سے کیوں
نہیں پوچھتے؟"
"اوّل تو اسکول بند ہو گیا ہے"
میں نے بات کاٹی بجیہ کی۔
دوسرے ذرا اِدھر اُدھر کی
بات پوچھو ماسٹ صاحب فوراً تو بیت
لگاتے ہیں۔"

سہ پہر کو بجیہ نے فالسے کا شربت
بنا لیا تھا اور شربت پی کر اختر بھائی
نے ہمیں ایک مزدور کی کہانی سنائی۔
بجیہ ان کا منھ تکے جا رہی تھیں اور
وہ برابر ہمارے سوالوں کا جواب دے
دے کر، اور ہم سے سوال پوچھ پوچھ کر

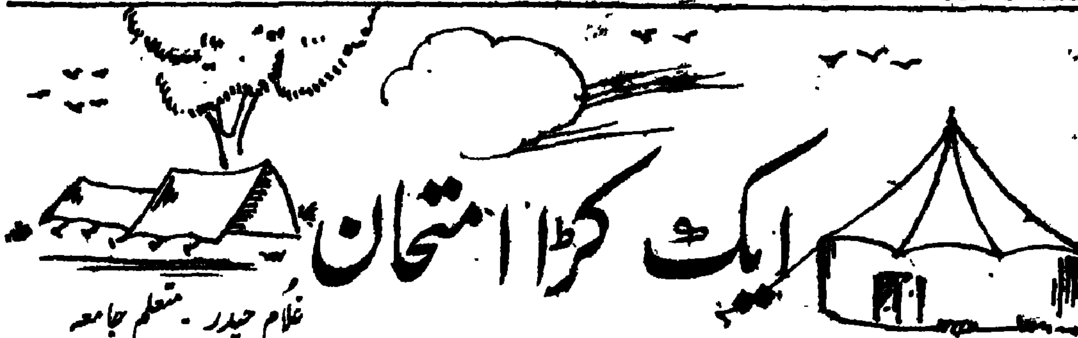
ہل مزدور کی کہانی بتاتے گئے۔
تب معلوم ہوا کہ ملوں میں مزدور ہڑتال کیوں کرتے ہیں۔ اِن کی غریبی صرف اللہ کی دین ہی نہیں اس میں انسان کا بھی کس قدر قصور ہے۔ اور یہ اتنے خراب بھی نہیں جتنے معلوم ہوتے ہیں۔ انھیں رہنے سہنے کا ڈھنگ کیوں نہیں آتا۔
کتنی خراب ہے ہماری دُنیا اور ہمیں اسے اچھا بنانے کے لئے کیا کچھ نہیں کرنا ہے۔ ہمیں صرف ہندوستان کی آزادی نہیں لینا ہے بلکہ ساری کی ساری دُنیا کو سُدھارنا ہے۔
اور یہ سُن کر جیسے بدن کے رونگٹے کھڑے ہوگئے۔ اِتنا بڑا کام!

کھانے پینے اور رہنے سہنے کی چیزیں پیدا کرنے کے طریقوں کے ساتھ ہماری زندگی کیسے بدلتی چلی گئی دنیا پہلے کیسی تھی جب ہل بیل کی مدد سے کھانے کا سامان پیدا ہوجاتا تھا اور آدمی پیٹ بھر کر ہی خوش ہو جاتا تھا اور اب ہمارے زندہ رہنے کے لئے کتنے بہت سے لوگوں کو کام کرتے رہنے، کتنی بہت سی مشینوں کے کھڑکتے رہنے کی ضرورت ہے۔
یہ مل مزدور ہڑتال کیوں کرتے ہیں پولیس ان پر گولی کیوں چلاتی ہے۔
ان سب چیزوں کا حال تھوڑا تھوڑا کرکے اختر بھائی تمھیں بتائیں گے۔

سائنس کے جادو

(پروفیسر اے جی چودھری)

ثابت فٹا ٹوٹا ہوا نظر آتا ہے۔ ایک معمولی فٹا پانی کی بالٹی میں ڈالو مگر کیسے؟ ذرا ٹیڑھا کرکے کچھ حصہ پانی سے باہر رہے اب فٹے کو ترچھا بالٹی سے ذرا دور کھڑے ہوکر دیکھو فٹا ٹوٹا ہوا نظر آئے گا۔ مگر باہر نکالو گے تو ثابت کا ثابت۔ پھر ڈالو گے پھر ٹوٹا ہوا نظر آئے گا۔ اِسی طرح بالٹی کی تہ بھی اونچی نظر آئے گی مگر ترچھا شرط ہے۔



ایک کڑا امتحان

غلام حیدر۔ متعلم جامعہ

بچوں کے کلب کی طرف سے ۱۲ر جون سے ۲۵ر جون تک جامعہ اسکاؤٹ لیڈر ٹریننگ کیمپ. ٹریننگ کیمپ سات تال (نینی تال سے قریب ایک مقام ہے) میں ہوا تھا۔ پیام تعلیم میں بھی اس کی مختصر سی اطلاع آ چکی ہے۔ یہ دس بارہ دن بہت دلچسپی اور مصروفیت سے گزرے۔ خیال تھا کہ اپنی دلچسپیوں کا حال تفصیل سے لکھا جائے اور اپنے پیامیوں بھائیوں کو اس دلچسپی میں شریک کیا جائے۔ مگر اس خیال سے ارادہ ملتوی کرنا پڑا کہ پیام تعلیم میں اتنے بڑے مضمون کے لئے گنجائش نہ نکل سکے گی۔

پھر بھی اپنے سالار جناب قیصر صاحب کا حکم کسی طرح نہ ٹال سکا۔ انھوں نے فرمایا کہ "نوخیز کے فرسٹ کلاس امتحان پاس کرنے کا تو ضرور لکھ دو"

ڈائری میرے پاس موجود تھی اسی کو سامنے رکھ کر میں یہ حالات لکھ رہا ہوں

ہم ۱۲ر جون کو دلی سے روانہ ہوئے تھے دو دن سفر میں لگے اور ۱۴ر جون کو سات تال پہنچ گئے۔ جامعہ اسکاؤٹ رہبر ٹریننگ کیمپ پہلے سے وہاں تھا۔ اس کی وجہ سے ہمیں بہت سہولت رہی۔ رہبر کیمپ ۲۰ر جون کو ختم ہوگیا اور سب لوگ دلی روانہ ہوگئے مگر ہم لوگوں نے صدیقی صاحب کو روک لیا

اس عرصہ میں نوخیزوں نے دوسرے درجے کا امتحان اور

فضیلت کے اور بہت سے تمغے حاصل کر چکے تھے اب انھوں نے قیصر صاحب (سالار کیمپ) اور صدیقی صاحب (ناظم اعلیٰ جامعہ اسکاؤٹ) کو مجبور کیا کہ اول درجے کے امتحان کا آخری ٹیسٹ بھی لے لیں اور صاحب ہمیں تیاری کا حکم مل گیا۔

ہمیں بتایا گیا کہ کیمپ فائر کے بعد رات کے دس بجے تمھارا سفر شروع ہوگا اور کل چھ بجے شام کو نینی تال میں ختم ہوگا۔ ہم میں سے ہر ایک نے اپنا مختصر سامان باندھ لیا۔ ایک چھوٹا سا بستر ایک تھیلا اور بس۔ ساڑھے نو بجے ہم بالکل تیار ہو گئے۔

اب ہماری دو ٹولیاں بنا دی گئیں ایک ٹولی میں شمیم محمود محمد حنیف محمد عاشقین تھے دوسری میں عنایت علی سید رحیم اور میں تھا۔ پہلی ٹولی کی آنکھوں پر پٹی باندھی گئی ہاتھ میں ایک خط دیا گیا اور کیمپ سے ۲۰۰ قدم کے فاصلے پر چھوڑ دیا گیا۔ ۲۰ منٹ بعد ہمارے ساتھ بھی یہی سلوک ہوا۔ رات کا وقت، پہاڑی راستہ، سنسان جنگل۔ پھر رات بھی ایک اندھیری۔

خیر صاحب دو سو قدم کے فاصلے پر پٹی کھلی اور خط کے اوپر کی تحریر دیکھی، لکھا تھا:
"نینی تال کی طرف صرف ایک فرلانگ آگے بڑھ کر اس خط کو کھولا جائے"۔

ہم لوگوں نے اس اندھیری گھپ رات میں اس دشوار گزار راستے کو ایک ایک قدم گن کر طے کیا۔ سمتوں کا خاص طور پر خیال رکھا۔ غرض جیسے تیسے ایک فرلانگ کا فاصلہ طے کیا اور بڑے شوق سے خط کھول کر پڑھا۔ آج کی پوری رات اور دن کے بارہ بجے تک کا پورا پروگرام تھا یہ بھی لکھا تھا کہ بارہ بجے بھوالی کے بس اسٹینڈ پر ایک پیغام اور پہنچے گا اس وقت اس پیغام لانے والے سے اپنی ڈائری پر دستخط کرانا ہوں گے

تو بھائی اب ہم نے اِس پروگرام کے مطابق اپنا سفر شروع کیا کوئی گیارہ بجے ایک اونچی سی چوٹی پر جھرنے کے پاس رُکے اور کھانا تیار کیا اور بھئی اُس وقت کھانے اور پکانے میں جو مزا آیا ہے عمر بھر یاد رہے گا بارہ بجے کھا پی کر بخنت ہوگئے تو اور آگے بڑھے۔ اور ہدایت کے مطابق ایک جگہ پڑاؤ ڈال دیا یہاں سب اِسکاؤٹ باری باری سوتے اور پہرا دیتے رہے صبح کو جھرنے پر جاکر نماز پڑھی چاء بنائی، ناشتہ کیا اور ہنستے کھیلتے پھر چل کھڑے ہوئے۔ رات کو مختلف لوگوں اور طرح طرح کے جانوروں کی آوازیں آتی رہیں مگر ہم لوگ بہت ہوشیاری سے پہرا دیتے رہے۔ اپنی اس ہوشیاری کا ثبوت ہم نے جناب صدیقی صاحب کو پکڑ کر دیا۔ یہ ہماری باتوں کو بہت خاموشی سے دیکھ رہے تھے۔

صبح کو ہم نے قیصر صاحب کو پکڑا۔ یہ ایک پہاڑی کی آڑ میں (بستر محبت) چھپے بیٹھے تھے۔

غرض مختلف اِسکاوٹ نشانات اور پرچے دیکھتے اور عجیب عجیب لوگوں سے ملتے ملاتے (بعد میں معلوم ہوا کہ یہ اِسکاوٹ سی آئی ڈی تھے) کوئی دس بجے بھوالی کے پاس پہنچ گئے۔ یہاں کھانا وانا پکایا اور کھایا اور بھئی ٹھیک ۱۱½ بجے ہم بھوالی کے بس اِسٹینڈ پر موجود تھے۔

بارہ بجے ہمیں پیغامبر ملا۔ اس سے ہم نے اپنی ڈائری پر دستخط کرائے۔ اور دوسرا خط لیا۔ اس خط میں ہمارا سارا حال تھا ہماری کامیابی پر ہمیں مبارکباد دی گئی تھی، نینی تال کی روانگی کا حکم اور خاموش رہنے کی تاکید تھی خط میں ہماری ذرا ذرا سی بات لکھی تھی پھر عجیب عجیب قسم کے لوگوں سے ملاقات! ہم سمجھ گئے

کو ہماری جانچ بہت سختی سے ہو رہی ہے۔ ہم نے بھی اپنے پروگرام میں زیادہ سے زیادہ احتیاط برتی۔ نینی تال کے راستے میں اِدھر اُدھر خوب بھٹکے مگر زبان نہ کھولی۔ آخر شام کو کوئی چار بجے نینی تال پہنچ گئے وہاں جناب صدیقی صاحب کے حکم سے چُپ کا روزہ توڑا۔

رات کو آٹھ بجے قیصر صاحب بھی آگئے اور ہم سب کو مبارکباد دی۔ اس وقت ہماری خوشی کا کیا پوچھنا۔ سب لڑکے قیصر صاحب کے چاروں طرف کھڑے بڑے شوق سے اپنا اپنا حال سُنا رہے تھے۔ قیصر صاحب کی ہدایت کے مطابق اس وقت کھانا کھاکر اور عشار کی نماز پڑھ کر سو گئے۔ دوسرے دن نینی تال کی سیر کی۔

بے اختیار جی چاہتا تھا کہ چند دن یہاں اور ٹھہریں اور جی بھر کے یہاں کے قدرتی مناظر کا لطف اٹھائیں مگر صاحب دہلی اسٹیشن پر ہمیں فرسٹ کلاس بیج جو ملنے والا تھا۔ تمام اسکاؤٹوں اور والدین کے سامنے! بس تیسرے ہی دن نینی تال سے روانہ ہوگئے امروہے کی برادری کی دعوت پر ایک دن کے لئے امروہے ٹھہرے اور اُن کی مہمان نوازی کا خوب لطف اُٹھایا۔

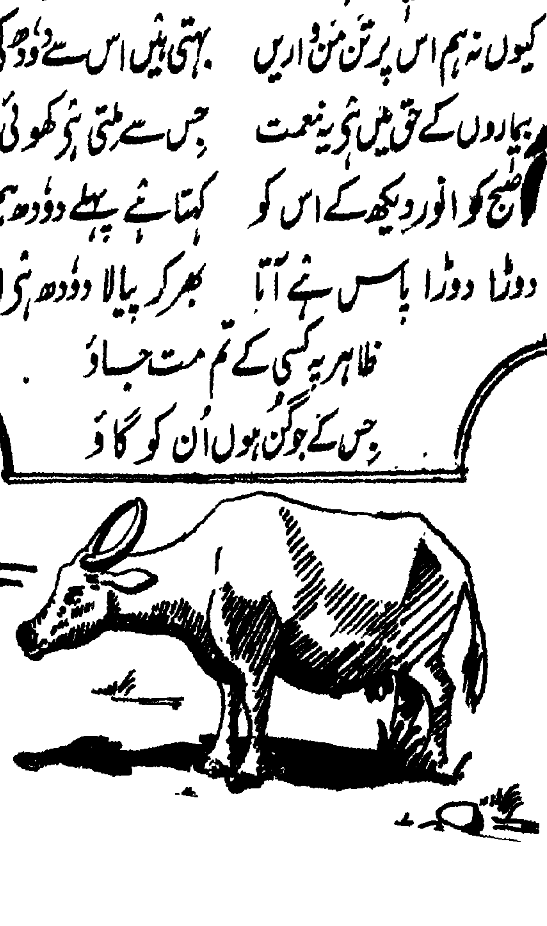
۲۵- جون کو دہلی پہنچے اور اسٹیشن پر مسلم ریفرشمنٹ روم میں اسکاؤٹوں اور معزز مہمانوں کے سامنے میں نے اور میرے پانچوں ساتھیوں نے فرسٹ کلاس بیج اور فضیلت کے نشان حاصل کئے۔ اس وقت ہم میں سے ہر ایک اپنے کو جانے کیا محسوس کر رہا تھا۔

بھینس

نائل عثمانی (حیدر آباد دکن)

بھینس ہے اپنی مجھ کو پیاری جس کی ہے ہر بات نیاری
یوں تو ہے ڈیل اس کا بھدا موٹا موٹا ، کالا کالا
دیکھ کے اُس کی کالی رنگت ہوتی ہے اکثر لوگوں کو نفرت
لیکن تم اس کی صورت پہ نہ جاؤ مجھ سے سُنو گُن اس کے آؤ
یہ جو کالا ڈیل ہے اِس کا سمجھو اس کو امرت کا دریا
کیوں نہ ہم اس پر تن من واریں بہتی ہیں اس سے دودھ کی دھاریں
بیماروں کے حق میں ہے یہ نعمت جس سے ملتی ہے کھوئی قوت
صبح کو انور دیکھ کے اس کو کہتا ہے پہلے دودھ ہمیں دو
دوڑا دوڑا پاس ہے آتا بھر کر پیالا دودھ ہے لاتا

ظاہر پہ کسی کے تم مت جاؤ
جس کے جو گُن ہوں اُن کو گاؤ





اڑنے والا پانی

عرفان غازی

جمعہ کا دن تھا گلابی جاڑے۔ اور بھئی مدرسے کی چھٹی۔ ساجد نے کہا۔ چلو سیر کو چلیں۔ کہاں چلیں؟ وہی چچا جان کے ہاں۔ انکے گھر کے چاروں طرف جو باغیچہ تھا اور ساجد میاں پھولوں کے عاشق۔ یہ تجویز ابا جان نے سُنی تو انھوں نے بھی صاد کیا اور کہا ہمارے ساتھ چلنا۔

جمعے کی نماز کے بعد یہ قافلہ روانہ ہوا۔ ابھی آدھا راستہ بھی طے نہ کر پاتے تھے کہ آسمان پر ایک بدلی دکھائی دی اور دیکھتے دیکھتے برسنے بھی لگی۔ اب کیا کریں آس پاس پناہ لینے کو کوئی مکان بھی نہیں، سامنے بڑ کا ایک پیڑ تھا خوب گھنا۔ بھاگ کر اس کے نیچے پہنچ گئے۔ اس کے پتے اتنے بڑے اور گھنے تھے کہ ایک بوند بھی ہم پر نہ ٹپکی۔

تھوڑی دیر میں آسمان صاف ہوگیا اور ہم پھر سڑک پر آگئے سب چپ چاپ چل رہے تھے کہ بی نجمہ نے آواز لگائی "ابا جان یہ پانی کہاں سے آتا ہے۔ یہ زبردستی ہمارے ساتھ ہوگئی تھیں اور سب کے پیچھے پیچھے چل رہی تھیں۔



میں نے ہنس کر کہا۔ بادلوں میں سے آتا ہے، اور کہاں سے آتا تمھیں اپنا بھی نہیں معلوم ——!

بی نجمہ کچھ کھسیانی ہو کر بولیں:۔

"میں نے ابا جان سے سوال کیا ہے!"

"ابا جان کوئی نئی بات تھوڑا ہی بتائیں گے؟"

نجمہ کچھ اور کہنے والی ہی تھی کہ ابا جان ہنستے ہوئے بولے

"ارے بھئی تم لوگ آخر لڑتے کیوں ہو؟ لاؤ میں تمھارا جھگڑا چکاتا ہوں۔

بات اصل میں یہ ہے کہ جس دن گرمی زیادہ اور دھوپ تیز ہوتی ہے اس دن سمندروں اور دریاؤں کا پانی بھاپ بن کر اڑتا رہتا ہے۔ اور ہوا میں شامل ہو جاتا ہے یہ بھاپ ہمیں بالکل نظر نہیں آتی۔ سردیوں میں تم نے کھڑکی کے شیشوں پر پانی کے چھوٹے چھوٹے قطرے بھی دیکھے ہیں؟"

ساجد میاں "جی ہاں کئی بار"

ابا جان "اس کی وجہ بھی معلوم ہے؟ دھوپ کی گرمی سے پانی بھاپ بن کر ہوا میں غائب ہو جاتا ہے۔ لیکن ٹھنڈ کے اثر سے وہی بھاپ دوبارہ پانی کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔

اس طرح جب بھاپ سے لدی ہوئی گرم ہوائیں اونچائی پر پہنچتی ہیں تو ٹھنڈی ہو جاتی ہیں اور بھاپ دوبارہ پانی میں تبدیل ہو جاتی ہے اب آسمان پر کھڑکیاں تو ہیں نہیں کہ ان کے شیشوں پر وہ پانی کے قطرے نظر آنے لگیں اس لئے وہ بے شمار ننھے ننھے قطرے ایک جگہ جمع ہو جاتے ہیں اور اس طرح بادل کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ جب وہ قطرے ہوا کے دباؤ سے آپس میں ملتے ہیں تو بڑی بڑی بوندیں بن جاتی ہیں لیکن ہوا ان قطروں کا وزن سنبھال نہیں سکتی اور وہ نیچے گر پڑتے ہیں

"بس، یہ ہے بارش کی ساری کہانی ——"

"لیکن ابا جان مجھے تو بارش اچھی نہیں لگتی" ساجد میاں بولے۔

"واہ صاحب"! ابّا جان نے کہا "لوگ تو بارش کو اللہ میاں کی رحمت کہتے ہیں۔"

شاہد:۔ ابّا جان، جس دن بارش ہو جاتی ہے تو ہمارا تو کھیل کا سارا مزا کرکرا ہو جاتا ہے گھر میں قید ہو کر رہ جاتے ہیں۔ اور بارش کے بعد بھی باہر نکلیں تو کیچڑ اتنا ہوتا ہے کہ پیر رکھا اور پھسلا۔ ایسی بارش سے کیا فائدہ؟"

ابّا جان نے پوچھا "اچھا بھئی یہ بتاؤ کہ اگر کسی دن تمھیں کھانے کو کچھ نہ ملے تو تمھارا کیا حال ہو؟"

ساجد کے جواب دینے سے پہلے نجمہ بول اٹھیں "کسی دن کیا ابّا جان اگر ان حضرت کو ہر دو گھنٹے کے بعد کچھ کھانے کو نہ ملے تو امّی کا ناک میں دم کر دیتے ہیں!"

"اچھا ایک بات اور بتاؤ" جب تمھارے ٹٹو اور بکری کو پیاس لگتی ہے تو اُن کو پانی پلانا تمھیں ناگوار گذرتا ہے؟"

"جی نہیں ابّا جان، جب ٹٹو پیاس سے ہانپنے لگتا ہے تو اُس پر بڑا ترس آتا ہے۔"

ابّا جان نے کہا "تو بارش کو تم اس وجہ سے ناپسند کرتے ہو کہ تمھارا کھیل کا مزا کرکرا ہو جاتا ہے لیکن یہ بات بھی یاد رکھو کہ ہمارا کھانا، ہمارا پہننا، ہماری اور ہمارے جانوروں کی زندگی اس پانی کی بدولت ہے۔ جو آسمان سے برستا ہے!

جب بارش ہوتی ہے تو اُس کا کچھ پانی بہہ کر دریاؤں میں چلا جاتا ہے، کچھ زمین میں سما جاتا ہے اور کچھ تالابوں میں جمع ہو جاتا ہے۔ دریاؤں کا پانی کھیتوں کو سیراب کرتا ہے، زمین کھود کر ہم کنوئیں بناتے ہیں جن سے ہم پانی پیتے ہیں اور تالابوں کا پانی گائے بھینسیں یا بھیڑ بکری اور اونٹ گھوڑوں کے پینے کے کام آتا ہے۔

ساجد میاں کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔

"اوہو! بارش سچ مچ بڑی کام کی چیز ہے۔ اب میں کبھی اس

سے نفرت نہ کروں گا۔"

"بارش کے فائدے بس اتنے ہی تھوڑا ہی ہیں۔" ابّا جان نے کہا۔

ان کے علاوہ بارش کے ذریعے اللہ میاں نہ جانے ہماری کتنی اَن گِنت ضرورتیں پوری کرتے ہیں!

باتیں کرتے کرتے ہم چچا جان کے گھر پہنچ گئے۔ وہاں خوب کھیلے کودے شام کو ناشتہ کیا پھل کھائے اور ابّا جان کے ساتھ واپس گھر لوٹ آئے۔



دیس بدیس کی باتیں

تین جون کو برطانیہ کی طرف سے جو اعلان کیا گیا ہے۔ اسے پارلیمنٹ میں منظور کرکے اب قانون کی شکل دے دی گئی ہے۔ اس طرح انگریزوں کی دو سو سال کی ہندوستان کی حکومت ختم ہوگئی اس نئے قانون کے مطابق ۱۵ر اگست سے ہندوستان اور پاکستان میں الگ الگ باقاعدہ دو آزاد حکومتیں قائم ہوجائیں گی۔ ان دونوں کے گورنر جنرل بھی الگ الگ ہوں گے۔ ہندوستان کے تو ابھی کچھ عرصہ کے لئے لارڈ ماؤنٹ بیٹن ہی رہیں گے، مگر پاکستان کے قائداعظم محمد علی جناح ہوں گے یہ دونوں حکومتیں اپنے کاموں میں ہوں گی تو بالکل آزاد، مگر جب تک ان دونوں حکومتوں کے نئے قانون نہیں بن جاتے، اس وقت تک یہ دونوں حکومتیں برطانیہ کی نوآبادیوں میں شامل رہیں گے نئے قانون بنانے میں ان کو بالکل آزادی حاصل ہے کہ جیسا چاہیں بنائیں اور چاہیں تو آئندہ برطانوی نوآبادیوں میں شامل رہیں ان سے الگ ہوجائیں۔

۱۵ر اگست کی تقریب منانے کے لئے ہندوستان اور پاکستان میں بڑی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ بڑی شان کے ساتھ یہ تقریب دونوں جگہ منائی جائے گی۔ اس دن تمام سرکاری عمارتوں پر برطانوی جھنڈے کی جگہ ہندوستان میں ترنگا جھنڈا اور پاکستان میں مسلم لیگ کا جھنڈا لہرایا جائے گا مگر [illegible] کہ یہ جھنڈے ہمیشہ

اسی طرح لہراتے رہیں ان کی جگہ اب کوئی باہر کا جھنڈا لینے نہ پائے، اور ان جھنڈوں کے نیچے دونوں حکومتوں کے لوگ پھولیں پھلیں اور دوسرے مُلکوں کی طرح خوب ترقی کریں۔

پچھلے پرچے میں (تین جون کے اعلان کے سلسلے میں) ہم تمھیں بتا چکے ہیں کہ جن صوبوں میں مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہے، ان کو اس کا اختیار دیا گیا ہے کہ چاہے وہ ہندوستان کی حکومت میں شامل رہیں، چاہے وہ پاکستان میں مل جائیں، اسی طرح پنجاب اور بنگال کے صوبوں کے ان علاقوں کو، جہاں ہندوؤں کی تعداد زیادہ ہے، یہ اختیار ہے کہ چاہے وہ ہندوستان میں شریک ہوں یا پاکستان میں۔ اس سلسلہ میں سندھ، پنجاب اور بنگال کی اسمبلی کے ممبروں سے اور بلوچستان کے شاہی جرگے اور وہاں کی میونسپلٹی کے چُنے ہوئے ممبروں سے رائیں لی گئیں اور صوبہ سرحد اور صوبۂ آسام کے ضلع سلہٹ کے عام لوگوں سے براہِ راست پوچھا گیا تو ان جگہوں کی اکثریت نے پاکستان میں شامل ہونے کا فیصلہ کیا، اسی طرح پنجاب اور بنگال کے اُن حصوں نے بھی، جہاں ہندوؤں کی اکثریت ہے، ہندوستان میں شریک ہونے کی رائے دی اس فیصلہ کے مطابق اُن حصوں کو بانٹ دیا گیا ہے۔ پنجاب اور بنگال کی سرحدوں کا فیصلہ ذرا مشکل تھا، اس کے لئے ایک کمیشن مقرر کر دیا گیا ہے جس نے اپنا کام شروع کر دیا ہے، یقین ہے، ۱۰ اگست تک یہ کمیشن اپنا فیصلہ وائسرائے تک بھیج دے گا۔

ہندوستان کی قانون ساز اسمبلی کا چوتھا اجلاس ۱۴ جولائی کو شروع ہوا ہے اب تک مسلم لیگی ممبر اس کے جلسوں میں شریک

نہیں ہوتے تھے مگر اس مرتبہ وہ بھی شریک ہوئے ہیں لیگی ممبروں کی کل تعداد ۲۸ ہے ان میں سے ابھی صرف ۲۴ شریک ہوئے ہیں اسی طرح ریاستوں کے بھی بہت سے نئے ممبر اس مرتبہ شریک ہوئے ہیں اُمید ہے کہ اس اجلاس میں بعض بہت اہم قانون بنیں گے۔

مسلم لیگ نے طے کیا ہے کہ پاکستان کا دارالحکومت کراچی میں ہوگا۔ وہاں اس کے لئے بڑے زوروں پر تیاریاں ہورہی ہیں، حکومتوں کے ملازموں میں سے جو لوگ پاکستان میں کام کرنا چاہتے ہیں۔ اُنھیں اسپیشل ٹرینوں میں کراچی پہنچایا جا رہا ہے کام کی سہولت کے لئے عارضی حکومت کے ابھی سے دو حصے کردئے گئے ہیں۔ مسلم لیگ کے ممبر پاکستانی حکومت کا انتظام کریں گے اور کانگریسی ممبر ہندوستانی حکومت کی باگ ڈور سنبھالیں گے، ان کے جلسے بھی اب الگ الگ ہوں گے، صرف ان معاملات پر غور کرنے کے لئے جو دونوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ مشترک جلسے ہوں گے۔ یہ انتظام صرف پندرہ اگست تک کے لئے کیا گیا ہے۔ ۱۰ر اگست کو پاکستان قانون ساز اسمبلی کا پہلا اجلاس بھی کراچی میں ہونے والا ہے۔

دیس سے باہر

ہم نے جون کے پرچے میں چار بڑے ملکوں کی ماسکو کانفرنس کا حال بتایا تھا۔ اس سلسلہ میں ہم نے لکھا تھا کہ ان کے آپس کے اختلافات کی وجہ سے یہ کانفرنس کامیاب نہیں ہوسکی اب پچھلے دنوں برطانیہ فرانس اور روس کے بدیسی وزیروں کی ایک کانفرنس پیرس میں منعقد ہوئی۔ امریکہ

کے بدیسی وزیر مارشل نے ایک تجویز پیش کی ہے کہ یورپ کی پھر سے تنظیم کی جائے پچھلی لڑائی میں اُسے بہت نقصان پہنچا ہے اس لئے اس کی مدد کی جائے اس تجویز کو "مارشل پلان" یا "مارشل منصوبہ" کہتے ہیں۔ برطانیہ اور فرانس نے اس منصوبہ کی حمایت اور روس نے بڑی سختی سے مخالفت کی۔ اس کا خیال ہے کہ امداد کے نام پر امریکہ اور برطانیہ یورپ پر اپنا اثر بڑھانا اور روس کے خلاف ایک جتھا بنانا چاہتے ہیں۔ روس کی مخالفت کی وجہ سے یہ کانفرنس بھی ناکام رہی۔ اب برطانیہ اور فرانس نے اپنا مطلب پورا کرنے کے لئے۔ دوسرا طریقہ اختیار کیا ہے۔ اُنھوں نے یورپ کے ۲۲ ملکوں کو 'مارشل پلان' پر غور کرنے کے لئے دعوت بھیجی ہے۔ ان میں سے ۱۴ ملکوں نے ان کی دعوت منظور کرلی ہے اور وہ پیرس میں جمع ہوئے ہیں۔ بقیہ ۸ ملک جو اس کانفرنس میں شریک نہیں ہوئے روس کے اثر میں ہیں ڈر ہے کہ اس کی وجہ سے روس برطانیہ اور امریکہ کے اختلافات اور بڑھ جائیں گے اور یورپ دو حصوں میں بٹ جائے گا، ایک وہ حصہ جو روس کے اثر میں ہے اور ایک وہ جو امریکہ اور برطانیہ وغیرہ کے اثر میں ہے اور یہ چیز دنیا کے امن کے لئے بڑی خطرناک ثابت ہوگی۔

ضروری بات پچھلا (جولائی کا) پرچہ پیامیوں کو ذرا دیر میں ملا۔ اس لئے ظاہر ہے کہ انعامی مقابلے کی تصویریں وہ وقت پر نہیں بھیج سکتے تھے پیامی اس مقابلہ (صفحہ ۵۰۹) کی تصویریں ۱۵ راگست تک بھیج دیں ضرورا

پیام برادری

پچھلے پرچوں میں بچوں کے کلب کی طرف سے سات تال جانے والے پیامیوں کا ذکر آچکا ہے یہ کیمپ ہر طرح کامیاب رہا۔ اس کامیابی پر ہم جناب حسین احمد صاحب قیصر (سالار) اور اخلاص احمد صدیقی صاحب (ناظم اعلیٰ جامعہ اسکاوٹ) کو دلی مبارکباد دیتے ہیں۔ اس کیمپ کی روداد کا ایک ٹکڑا (کڑا امتحان کے عنوان سے) اسی پرچے میں کہیں چھپ رہا ہے۔

امتحان ختم ہونے کے بعد ہماری بہت سی برادریوں میں زندگی پیدا ہورہی ہے۔ دہلی میں کئی برادریوں نے اپنے اپنے پروگرام شروع کردئے ہیں اور بہت دلچسپی سے کام ہورہا ہے ان دلچسپیوں کے حالات اگلے پرچے میں چھپیں گے۔

امروہے کی بچیوں کی شاخ نے ہمیں بہت سے ممبر بنا کر بھیجے ہیں۔ لڑکوں کی شاخ نے اپنے جلسے کی روداد بھیجی ہے اسے ہم یہاں نقل کرتے ہیں ۲۵ر جون کی شام کو (۶ بجے) پیام برادری امروہہ کا تیسرا جلسہ جناب سید معزز حسین صاحب کے مکان پر منعقد ہوا۔ شہر کے معزز حضرات اور مرکز تعلیم (امروہہ) کے بچے (اُستادوں سمیت) جلسے میں شریک تھے۔ خوش قسمتی سے اسی دن جامعہ اسکاوٹ لیڈر ٹریننگ کیمپ کے بچے سات تال

سے واپسی پر ایک دن کے لئے یہاں ٹھہرے تھے انھوں نے بھی پروگرام میں حِصّہ لیا صدر صاحب کی درخواست پر جناب قیصر صاحب (مربی اعلیٰ صدر دفتر پیام برادری و سالار لوائے اسکاوٹ) نے پیام برادری کے مقاصد پر روشنی ڈالی اور فرمایا کہ آپ اپنا کام زور شور سے شروع کیجئے پھر دیکھئے امروہے کی معزز ہستیاں آپ کے پروگرام سے کس قدر خوش ہوتی ہیں صفدر عبّاس صاحب نے جامعہ اسکاوٹوں کا شکریہ ادا کیا۔

رات کو ۹ بجے کیمپ فائر ہوا جامعہ اِسکاوٹس لیڈر ٹریننگ کیمپ کے اِسکاوٹس اور پیام برادری کے ممبروں نے حِصّہ لیا۔ برادری کے بہت سے ممبر بھی بنائے گئے۔

ریاضی کے مُعمّے (جون صفحہ ۲۹۲) ہمارے بہُت سے آئے ہیں لیکن صحیح حل کل دو بچّوں کے ہیں محمّد آفاق (دہلی) اور محمّد رفیق (ملتان) معمّے کا صحیح حل ۱۰۱ سکنڈ ہے۔

پروفیسر اے جی چودھری صاحب نے ایک دلچسپ معمّا اور بھیجا ہے ایک بانس بیس فٹ اونچا ہے۔ ایک مینڈک روزانہ ایک چھلانگ لگا کر اوپر چڑھتا ہے چھلانگ ۵ فٹ اونچی لگاتا ہے مگر دن بھر میں چار فٹ نیچے پھسل آتا ہے بتاؤ کتنے دن میں بانس کی چوٹی پر پہنچ جائے گا۔

پیامی ۱۵ اگست تک اس کے جواب بھیج دیں ٹکٹ بھیجنے کی ضرورت نہیں۔ جن پیامیوں کے حل صحیح آئیں گے ان کے نام پیام تعلیم میں چھپ جائیں گے۔

نئی کتابیں

لوہے اور فولاد کی کہانی :- از سید ابرار حسین جیلانی بی اے بی ایس سی علیگ سائز بچوں کی کتابوں کا۔ ضخامت ۲۰ صفحے لکھائی چھپائی اور کاغذ اچھا قیمت عہ سر سید پبلشنگ ہاؤس دہلی - علی گڑھ - کراچی :-

اس کتاب میں لائق مصنف نے یہ بتایا ہے کہ فولاد کہاں سے نکلتا ہے کیسے نکلتا ہے۔ کس کس کام آتا۔ دنیا کی ترقی میں اس کا کتنا حصہ ہے۔ کتاب کی زبان بہت سادہ اور انداز بیان بچوں کے لئے بہت مناسب ہے۔ کہیں کہیں کتابت کی غلطیاں کھٹکتی ہیں امید ہے کہ آیندہ اسے چھپواتے وقت زیادہ احتیاط کی جائے گی۔

گرونانک اور بھگت کبیر ۵ر گوتم بدھ ۵ر اجمیری خواجہ ۵ر } ہر کتاب ۳۲ صفحے کی سائز $\frac{۲۰}{۱۶}$×۳۰ لکھائی چھپائی اچھی قیمت ۵ آنے - پتہ :- اسلامی کتاب گھر سیوہارہ ضلع بجنور

مولوی مقبول احمد صاحب سیوہاروی بچوں کے بہت اچھے مصنف ہیں انھوں نے اپنے دیس کے خدا رسیدہ لوگوں اور بزرگوں کے حالات پر کتابوں کا ایک سلسلہ لکھنا شروع کیا ہے یہ تین کتابیں اسی سلسلہ کی ہیں اور بچوں کے لئے بہت اچھے انداز سے لکھی گئی ہیں۔

انوکھی ملاقات :- قیمت ۱۱ر

یہ کہانی پروفیسر محمد عبد الغفور صاحب (ٹریننگ کالج علی گڑھ) نے بڑے اچھے انداز میں لکھی ہے اور کتابی دنیا نے اسے بہت اہتمام سے شائع کیا ہے ایک کتے کی ملاقات ایک جھاؤ چوہے سے بہت ہی دلچسپ انداز میں کرائی گئی ہے کہانی کی دلچسپی میں بچہ کو کتے اور چوہے کے حالات اور عادتیں وغیرہ بھی معلوم ہو جاتی ہیں کاغذ اچھا کتابت بلاک کی ٹائٹل چار رنگ کا اندر بلاک کی کئی رنگین تصویریں۔ پتہ :- کتابی دنیا فیض بازار دہلی یا مکتبہ جامعہ سے مل سکتی ہے

نئے رسالے :-

گلشن بمبئی - ایس شرف، نجمہ بیگم اور ثریا بیگم نے یہ رسالہ بچوں کے لئے نکالا ہے۔ رسالے کا ٹائٹل خوبصورت اور رنگین ہے مضمون اچھے ہیں۔ قیمت دو روپئے سالانہ۔

جوہر بمبئی :- یہ پرچہ محمد حسین گوہر اور محمد رضا جوہر صاحبان کی ایڈیٹری میں نکلنا شروع ہوا ہے۔ اس میں مضامین اور لکھائی چھپائی کی طرف بھی زیادہ توجہ کی جاتی ہے۔ قیمت سالانہ تین

رجسٹرڈ نمبر ایل ۱

قصّے کہانیاں

پہلا درجہ

پھر چگوں کیا خاک	۴ر	بی مینڈکی اور کوّا	۷ر	پان کھاکر طبلہ بجاکر	۴ر
لومڑی کا گھر	۴ر	بندر اور نائی	۹ر	تاک دنا دن تاکے	۴ر
جادو کا گھر		تارا دھری تارا	۴ر		

دوسرا درجہ

ننھی مرغابی		لومڑی اور خرگوش کی لڑائی	۵ر	ایک کچوری تیل میں	۷ر
بچوں کی کہانیاں	۵ر	جادو کا جہاز	۵ر	خرگوش کا ہونٹ	۵ر
پرندوں کا ایکا	۳ر	جو تیرا چلو بھر خون نہ پیا ہو	۷ر	خربوزہ شہزادی کا سر بن گیا	۵ر
ننھا ٹٹو	۴ر	جنگل کا راجا	۵ر	مزا چکھائیں گے	۵ر

تیسرا درجہ

لال مرغی	۶ر	پوری کڑھائی سے نکل بھاگی	۴ر	قرقر	۵ر
جگنو کی بتی	۶ر	شہزادی گلفام	۵ر	چھوٹو متو	۵
مرغی اجمیر چلی	۵ر	چھوٹا چھتو	۵ر	چنبیلی	۴ر
تانبیل خاں	۵ر	سشر پر موتی	۵ر	چھوٹی لالٹین	۵ر

چوتھا درجہ

نیت کا پھل	۷ر	چھدو	۱۲ر	بے کاری	۴ر
شیدا	۷ر	انعامی مقابلہ	۷ر	شہزادی اور ٹھگ	۸

پانچواں درجہ

شہزادی گلنار	۷ر	ترکوں کی کہانیاں	۷ر	ہمت کا پھل	
عقاب	۸ر	دو بھائی	۸ر	چوہوں کی کانفرنس	

مکتبہ جامعہ دہلی